ازواجِ محمدؐ

یعنی

مسلمانوں کی مائیں

سولِ عربی اور اُمّہات المومنین کے حالات زندگی

اور

مبر اسلام صلعم کے نکاحوں کے بارے میں
غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب

از

رازق الخیری

سلسلہ عصمت نمبر ۱۷۰

پہلی بار
دوسری بار

سنہ ۱۹۵۶ء
سنہ ۱۹۶۳ء

عصمت بک ڈپو کراچی

قیمت
مجلد دبیز سفید کاغذ ۷ روپے ۵۰ پیسے
معمولی کاغذ ۶ روپے ۵۰ پیسے

مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی

دیباچہ

یورپ کے نامور مورخ ایچ جی ویلز نے اپنی مشہور کتاب "دی آؤٹ لائن آف ہسٹری" میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے خلاف پیٹ بھر کر زہر اگلا اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ویلز کی دریدہ دہنی سے طبیعت پہلے ہی متاثر تھی کہ سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمدؐ" نظر سے گذری۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی اشاعت ہوتے ہی یورپ کے علمی حلقوں میں دھوم مچ گئی تھی۔ سر ولیم میور اور اس کی کتاب کا نام بچپن سے کان میں پڑا ہوا تھا۔ اب جو کتاب کے مختلف ابواب پر نظر ڈالی اور بالخصوص اس حصہ کا مطالعہ کیا جو رسول اکرم کے نکاحوں کے بارے میں ہے تو ایسا محسوس ہوا کہ پیغمبر اسلام کو بدنام کرنے کی نیت ہی سے کتاب لکھی گئی تھی۔ واقعات توڑ مروڑ کر کچھ ایسے انداز میں لکھے گئے ہیں کہ اگر تاریخ اسلام سے واقفیت نہ ہو تو نیت ڈاواں ڈول ہونے لگتی ہے۔ ان دونوں کتابوں نے تحقیق و تجسس پر مجبور کیا تو معلوم ہوا کہ مغرب کا ہر مورخ ویلز اور میور نہیں ہے۔ ان کے جہاں سپرینگر۔ اوزبورن۔ ڈی پریڈی۔ ڈیویز جیسے متعصب مورخین بھی ہیں جنھوں نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں وہاں ایڈورڈ گبن۔ گاڈفری ہیگنز۔ طامس کارلائل، ڈیون پورٹ۔ لین پول اور دور حاضر کے مشہور لبنانی مورخ فلپ ہٹی نے ایمان لگتی کہ کر قلم نہیں اٹھایا۔ ولیم میور اور دوسرے متعصب مصنفین یورپ کے بہت سے اعتراضات کا جواب سر سید علیہ الرحمۃ نے "خطبات احمدیہ" میں نہایت مفصل نہایت مدلل اور نہایت موثر دیا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام صلعم کے نکاحوں کے بارے میں

اعتراضات کا جواب خطباتِ احمدیہ میں بھی نہیں ہے۔ ساٹھ یا سٹھ برس ہوئے دلّی کے قریب گوڑگانوہ کے کسی پادری احمد شاہ نے سُنا ہے کہ ایک کتاب شائع کی تھی جس میں رسول اکرم کے نکاحوں پر سخت اعتراضات تھے اور سر سید احمد اس کا جواب لکھ رہے تھے کہ سفرِ آخرت اختیار کیا۔ "اُمہات المومنین" پادری کی کتاب کا نام تھا یا سر سید کی کتاب کا۔ آٹھ دس سال بعد شمس العلماء مولوی نذیر احمد مرحوم نے "اُمہات الامۃ" لکھی مگر مسلمانوں نے مولوی صاحب مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگا کر کتاب جلادی۔ ۱۹۲۵ء میں والدِ مغفور حضرت علّامہ راشد الخیری کی کتاب "اُمّت کی مائیں" شائع ہوئی جو غیر مسلموں کے عام اعتراضات کا مختصر مگر مؤثر جواب ہے۔ اُردو انگریزی میں میری نظر سے جس قدر کتابیں گذریں اور عربی فارسی نیز یورپین زبانوں میں جہاں تک میں تحقیق کرسکا رسول اکرم کی ازواجِ مطہرات کے مفصل حالات یکجا کرنے کی طرف مؤرخین نے کچھ زیادہ توجہ نہیں فرمائی ضمناً مختصر سا ذکر سرورِ کائنات صلعم کے حالات میں آگیا ہے۔ رسول اکرم کے نکاحوں کے بارے میں جو اعتراضات غیر مسلموں کی طرف سے ہوئے ہیں۔ انگریزی میں جسٹس سید امیر علی مرحوم۔ مولوی محمد علی لاہوری اور حافظ غلام سرور وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان کے مدلّل مگر مختصر جوابات دئے ہیں مگر ایسی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری جو نہ محض حُسنِ عقیدت سے لکھی گئی ہو نہ غیر متعلق واقعات سے ضخامت بڑھائی گئی ہو بلکہ ازواجِ مطہرات کے زیادہ سے زیادہ تاریخی تحقیقی واقعات کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک نکاح پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہو اور مجموعی طور پر صحیح واقعات اور حقائق پر نظر ڈال کر نکاحوں کی مصلحت۔ ضرورت اور نتائج دکھائے گئے ہوں اور پھر ایسی کتاب لکھی گئی ہو یورپ کے اصل اعتراضات سامنے رکھ کر۔

میرے لئے یہ کام بڑی جسارت تھی مگر یورپ کے بے بنیاد اتہامات اور لغو الزامات میں برداشت نہ کرسکا۔ اور دو سوا دو سال تک دن رات تفاسیر و احادیث اور تاریخ و سیرۃ کی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد مسلمانوں کی ماؤں کے حالات اور رسول اکرم صلعم کے نکاحوں پر یورپ کے اعتراضات کا جواب پیش کر رہا ہوں۔

---

(۱) ہپانہ لاطینی زبان میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھری ہوئی ہیں گالیوں سے۔ ایسی ایسی رکیک اور فحش باتیں ہیں کہ شرم و حیا اپنا منہ پیٹ لے۔ مقصد ان گالیوں سے صرف یہ تھا کہ عیسائی دنیا کو ہمیشہ کے لئے اسلام سے نفرت ہو جائے۔ ایک عیسائی مصنف ہی کا قول ہے کہ "مسلمان نویں صدی سے تیرھویں صدی تک جاہل یورپ کے روشن دماغ معلم بنے رہے" اور کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ پادری سائنس کے سخت خلاف تھے کیونکہ پیغمبر اسلام کے جھنڈے تلے سائنس یورپ لائی گئی تھی اور قدامت پرست عیسائیوں کے نزدیک ہر وہ چیز ذلیل تھی جو پیغمبر اسلام کے نام سے وہاں آئی۔ لیکن مورخ کی شان ان لغویات سے بلند و بالا ہے۔ وہ خوب اچھی طرح تحقیق و تلاش کے بعد صحیح واقعات قلم بند کرتا ہے۔ وہ اگر تنگ نظر۔ تنگ دل۔ تنگ حوصلہ ہے تو اپنا فرض بخوبی انجام نہیں دے سکتا۔ بعض مغربی مورخین نے کچھ شک نہیں رسول پاک کی سیرت پر کتابیں لکھنے میں بہت محنت کی اور اس سلسلہ میں سر سید احمد لکھتے ہیں۔

"مگر وہ [۱] ایک زبردست مغالطہ میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے ہاں کی مقدس کتابوں کو جن میں تاریخی واقعات بھی ہیں بمنزلہ وحی یعنی کلام الٰہی

سمجھتے ہیں اور ہر طرح کی غلطی اور خطا سے پاک۔ حالانکہ اُن میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اِسی طرح انھوں نے خیال کیا کہ مسلمان بھی اپنی حدیثوں اور روایتوں کو ایسا ہی بے نقص سمجھتے ہوں گے۔ اِس خیال خام سے انھوں نے تمام حدیثوں اور روایتوں کو ناقابلِ خطا تصور کر کے اسلام پر سخت طعن و تشنیع کی ہے۔ مسلمان اپنے ہاں کی حدیثوں اور روایتوں کو اُس وقت صحیح سمجھتے ہیں جب اُن کے لئے کافی ثبوت اور معتمد سند پاتے ہیں ورنہ ان کی کچھ حقیقت نہیں۔"

سرسید احمد علیہ الرحمۃ کی اِس رائے کے دوسرے حصّے سے ہمیں اتفاق نہیں۔ ابو الفدا، ابن اسحاق، مسعودی وغیرہ کو جنھوں نے احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ہے جن کی روایتیں مسلمانوں کے نزدیک قابلِ اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کو تو تنگ نظر متعصب مغربی مورخین نے اہمیت نہ دی اور واقدی جیسے غیر مستند مورخوں کی جھوٹی روایتوں کو بنیاد ٹھیرا کر اپنی اپنی کتابیں لکھیں حالانکہ محدثین۔ مفسرین محققین اور مورخین اسلام اِن روایتوں کو صحت سے بہت دُور سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں کہ مغربی مورخین کو بالکل ہی یہ معلوم نہ ہو کہ مسلمانوں کے نزدیک کون معتبر اور مستند ہیں اور کون نہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں مگر جب اُنھوں نے میلاد ناموں اور معراج ناموں تک کی نہایت ضعیف غیر مستند روایات بلکہ شاعرانہ تشبیہوں اور استعاروں تک کو تاریخی واقعات قرار دے لیا تو اُن کا جو مقصد ہوگا وہ ظاہر ہے۔

عصمت کراچی
۲۰ راکتوبر ۱۹۵۵ء

راز ق الخیری

باب پہلا

عرب کا زمانۂ جہالت

پیغمبر اسلام کا خاندان

باب دوسرا

انسان کامل — محمد رسول اللہ ﷺ

فہرست

باب تیسرا

مسلمانوں کی مائیں

رسول اللہ کی ازواج مطہرات قریش خاندان کی

۱- اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

۲۔ ام المومنین حضرت سودہؓ

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

۴-اُم المومنین حضرت حفصہؓ

۵-اُم المومنین حضرت زینب ہلالیہ اُم المساکین

۶-اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ

...- اُم المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش

...- اُم المومنین حضرت جویریہؓ

۹۔ اُم المومنین حضرت اُم حبیبہؓ

۱۰۔ اُم المومنین حضرت صفیہؓ

۱۱۔ اُم المومنین حضرت میمونہؓ

سلمانوں کی ماؤں کی معاشرت

باب چوتھا

اعتراضات کا جواب

باب پہلا

عرب کا زمانۂ جہالت

اسلام سے پہلے تمدّنِ عرب

اور

رسولِ عربی کا خاندان

اسلام سے پہلے تمدّنِ عرب

عربوں کا تمدن

ملکِ عرب پرانے تین براعظم ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس ملک کے سب سے بڑے شہر مکّہ کی آبادی کی ابتدا پیغمبر اسلام سے ڈھائی ہزار سال قبل حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہوئی تھی۔ شام و یمن آنے جانے والے تجارتی قافلے چند روز کے لئے یہاں آرام ضرور کر لیتے تھے مگر کوئی مستقل آبادی یہاں پہلے نہ تھی۔ رسول عربی کی پیدائش سے قبل کا زمانہ "عرب" "ایام جہالت" کہلاتا ہے۔ اور اس دَور کے عرب تصنع اور تکلف سے دُور سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ لوگ. بھیڑ بکریاں، اونٹ گھوڑے پالتے۔ ان کا گوشت کھاتے۔ اُن کا دودھ پیتے۔ اُن کے بالوں کے کمبل بنا کر اوڑھتے بچھاتے اور ٹاٹ بُن کر اُن سے خیمے بنا کر اُن میں رہتے تھے یہی اُن کا گھر ہوتا تھا۔ کچھ مدت ایک جگہ رہ کر پھر کسی اور میدان میں پہنچ جاتے اور وہاں خیمے لگا کر رہنے لگتے۔ اُن کا لباس بغیر کرتا بغیر سِلا ایک تہمد ہوتا جو کمر سے باندھ لیا جاتا۔ اُن کے مویشیوں سے اُن کی امیری غریبی کا پتہ چلتا تھا۔ وہ لوگ گناہ چھپاتے نہ تھے بلکہ اپنی بُرائیوں اور کمزوریوں کی شیخی بگھارتے تھے۔ جس سے دشمنی ہوتی۔ چوری چھپواں نہیں ڈنکے کی چوٹ

اور بانکے پگاڑنے ۔ کھلم کھلا! یہودیوں کی طرح دھوکہ میں دشمنوں کو نہ رکھتے تھے ۔
شجاع اور نڈر تھے ۔ اُن کو ڈرپوک کہہ دینا بہت بڑی گالی اور انتہائی توہین تھی ۔
نہایت محنتی اور جفاکش تھے ۔ ہر خطرہ میں پڑنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے ۔ ڈر د
خوف وہ جانتے ہی نہ تھے ۔ اُن کی عورتیں بھی جانباز اور جری تھیں اور مردوں
کے دوش بدوش رہتی تھیں ۔ اُنھیں آزادی ہر چیز سے زیادہ عزیز اور محبوب تھی
ہر قبیلہ بلکہ ہر خاندان اپنے وجود کے لئے سر دھڑ کی بازی بے خوف و خطر لگا دیتا
تھا ۔ مہمان نوازی اُنھیں حضرت ابراہیمؑ سے ورثہ میں ملی تھی ۔ مہمان کی انتہائی
خاطر و مدارات ہر فرد کا سب سے بڑا فرض تھا ۔ کوئی مہمان اُن کے ہاں آتا تو
اونٹ یا بھیڑ جیسی حیثیت ہوتی ذبح کرتے تھے وہ شخص بہت معزز سمجھا جاتا تھا
جس کے ہاں رات بھر آگ سُلگتی تھی ۔ جو بات زبان سے کہہ دیتے پتھر کی لکیر
ہوتی ۔ اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جاتی وہ اپنی زبان سے نہ پھرتے چاہے جان و مال
اور اولاد کی قربانی ہی کرنی پڑتی ۔ اُن کی شاعری معراج کمال کو پہنچی ہوئی
تھی اور اُن کا حافظہ بے مثل تھا ۔ دُنیا کی تاریخ میں کوئی قوم ایسی نہ تھی جو
حافظہ میں اُن کا مقابلہ کر سکتی ۔ اُن کو پچیس پچیس تیس تیس پشتوں تک کا
شجرہ ازبر تھا ۔ بڑی بڑی کلاسیکل نظمیں حفظ تھیں ۔ اُنھیں کی اولاد میں
حضرت ابوبکرؓ ۔ حضرت عمرؓ ۔ حضرت علیؓ تھے جو قرآن مجید کی طویل سورتیں ایک
دفعہ سُن کر کبھی نہ بھولتے ۔ شعراء بڑے بڑے قصیدے پڑھتے ۔ جو اُن حضرات کو ایک
دفعہ سُن کر ازبر ہو جاتے تھے ۔

اِن صفات کے باوجود عربوں میں بہت سی بُرائیاں تھیں جنھوں نے اُن کی

تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اور انھیں برائیوں کی وجہ سے وہ زمانہ "ایام جہالت" کہلاتا ہے

بت پرستی

حضرت موسیٰ کو احکام عشرہ عطا ہونے سے قبل عرب میں پانچ نبی پیدا ہو چکے تھے۔ ہود۔ صالح۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ شعیب (علیہم السلام) اُن انبیا نے لوگوں کو راہ راست پر چلانے کی کوشش کی مگر اُن کی تلقین یہ لوگ بھول چکے تھے۔ حضرت ابراہیم فلسطین و مصر کی مصائب کے بعد حضرت اسمٰعیل اور اُن کی والدہ حضرت حاجرہ کو لے کر بحر احمر سے ۲۸ میل دور ایک بنجر پہاڑ کی وادی میں اُس جگہ آ گئے جو مکّہ کہلاتی ہے۔ یہاں بی بی ہاجرہ نے رہنے کے لئے گھر بنا لیا۔ مدت بعد حضرت ابراہیم نے اس جگہ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ بغیر چھت کی دنیا کی پہلی مسجد تھی۔ جو خدائے واحد کے لئے بنائی گئی۔ حضرت ابراہیم اس کی خدمت حضرت اسمٰعیل کے سپرد کر کے اپنی قوم میں چلے گئے۔ اُسی زمانہ میں لوگ مکّہ معظمہ میں آباد ہونے شروع ہوئے اور ابراہیمی دین اختیار کیا جس کو دین حنفی کہتے ہیں۔ اہل مکّہ اب خدائے واحد کی عبادت کرتے خانۂ کعبہ کو محترم سمجھتے اور اُس کا طواف کرتے تھے۔ جب یہ لوگ مکّہ سے مختلف مقامات میں پھیلے تو کعبہ کا ایک ایک پتھر اپنے ساتھ برکت کے خیال سے لیتے گئے اور اُس کی تعظیم کرنے لگے۔ اِس طرح اُن میں پھر شرک شروع ہو گیا جب مکّہ کی تولیت عمرو بن لحی خزاعی کے سپرد ہوئی اور وہ شام گیا اور لوگوں سے بت پرستی کی وجہ پوچھی اور انھوں نے بتایا کہ یہ قحط میں پانی برساتے اور جنگ میں فتح دلاتے ہیں تو اُس نے چند مورتیاں اپنے ساتھ لا کر خانۂ کعبہ میں رکھ دیں اور پھر عرب خود مورتیاں بنانے لگے۔ سرورِ کائنات کی پیدائش کے وقت

کعبہ میں سب سے بڑے بت ہُبل کے اردگرد جو عقیق کا بنایا گیا تھا۔ ۳۶۰ بُت تھے گویا ہر دن کا ایک بُت۔ ہر قبیلہ کا بُت الگ الگ تھا اور مختلف شکلوں کی مورتیاں تھیں۔ وداور سواع مرد کی شکل کے بت تھے۔ یغوث شیر کی شکل کا۔ یعوق گھوڑے کی اور نسر چیل کی شکل کے۔ کعبہ کی چھت پر ایک بُت شمن بھی تھا۔ کعبہ کے اندر ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ عیسٰیؑ مریمؑ کے بُت بھی تھے ینبع کے قریب بنی ہذیل کا بُت سواع تھا بنی جرش کا بُت یغوث اور بنی مجیون اور ہمدان کا یعوق تھا۔ جس کی پرستش اہلِ یمن کرتے تھے۔ قبیلہ کلب واد کو دیوتا سمجھتے۔ طائف میں لات اور مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید میں سمندر کے کنارہ منات کا بُت قبیلہ خزرج کا تھا۔ مکہ اور عراق کے درمیان ایک میدان میں بنی کنعان کا بُت عزیٰ تھا۔

ان بُتوں کو وہ خدا نہیں مگر خدا تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے تھے[1]

حجر اسود کو وہ لیشب کا پتھر اور کعبہ کو خانۂ خدا سمجھتے تھے۔ کعبہ میں جمع ہو کر خدا کی عبادت کرتے مگر ننگے ہو کر۔ کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ کعبہ پاک جگہ ہے۔ کپڑے گناہوں میں لتھڑے ہوتے ہیں۔ بُتوں پر وہ مختلف قسم کی نذریں چڑھاتے تھے اور منتیں مانتے تھے۔

پتھر کی مورتیوں کے علاوہ وہ چاند سورج اور ستاروں مشتری زہرہ عطارد کی بھی پرستش کرتے تھے۔

عرب کے جہالت کے دور میں خالد ابن سنان لوکرب قطننہ۔ ابن صفوان

---

[1] مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ہم ان بُتوں کے صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا سے قریب کر دیں گے۔ قرآن مجید باب ۲۹ سورۂ زمر آیت ۳

ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے بُت پرستی کے خلاف وعظ کہے مگر اُن کی قوم پر کچھ اثر نہ ہوا۔

ضعیفُ الاعتقادی

دورِ جاہلیت کے عرب استخارہ اور پیشین گوئی کے قائل تھے۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل یا جب کوئی کام شروع کرتے تو بُتوں کے پُجاریوں کے پاس جاتے۔ وہ تیروں سے فال نکالتے اگر تیر پر ہاں ہوتا تو کام کرتے ورنہ نہیں۔ دیو جن بُھوت اور بھتنوں پر عام اعتقاد تھا اُن کا عقیدہ تھا کہ جن عام طور پر ویرانوں میں جنگلوں میں اور صحرا میں رہتے ہیں اور انسان کو نظر نہیں آتے۔ جو آدمیوں کے ساتھ رہتے وہ اُمّر کہلاتے تھے جو بچّوں کو ستاتے تھے اُن کا نام روح تھا جو پرلے درجہ کے شریر تھے اُن کا نام شیطان۔ جو اُن سے بھی بڑھ کر تھے وہ عفریت کہلاتے تھے۔

بعض قبیلوں میں رواج تھا کہ کسی کے مرنے پر [illegible] قبر پر اونٹ ذبح کر دیا جاتا یا بھوکا مارا جاتا تھا تاکہ وہ مرنے والے [illegible] سواری کا کام دے۔ ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ [illegible] تو ایک پرندہ کی شکل اختیار کر لیتی [illegible]

نجومیوں اور جادوگروں پر عام اعتقاد تھا۔ وہ کاہن کہلاتے [illegible] عبادت گاہوں میں رہتے تھے۔ جب ان سے مستقبل [illegible] کچھ پڑھتے اور اُن پر دورہ سا پڑتا اور مستقبل کا حال بتاتے۔ یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا اور اس طرح اُنھیں معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ یہ لوگ آدمیوں سے بالاتر سمجھے جاتے تھے کیونکہ عقیدہ کے بموجب غیب کی خبریں بتانے کی قدرت انھیں حاصل

ہوتی تھی۔ کاہن صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی ہوتی تھیں۔

شاعری اُس زمانہ کے عرب پڑھے لکھے نہ تھے لیکن فصاحت و بلاغت اُن کے گھر کی لونڈیاں تھیں اور شاعری کا گھر گھر چرچا تھا مرد ہی نہیں عورتیں اور بچے بھی شعر کہتے تھے۔ لیکن چونکہ اُن میں اکڑ اور عصبیت انتہا درجہ کی تھی اور اپنے مواسب کو حقیر سمجھتے تھے اِس لئے اُن کی شاعری میں بالعموم اپنے اپنے قبیلہ کی بڑائی ہوتی تھی یا جوئے شراب کی تعریف اپنی محبوبہ کا ذکر اپنے اشعار میں نہایت بے شرمی مگر فخر کے ساتھ کرتے تھے۔ جس قدر عُریانی اور بے حیائی کا اظہار زیادہ سے زیادہ ہوتا تھا اتنا ہی قابلِ تعریف قصیدہ سمجھا جاتا تھا امرالقیس کو زمانہ جہالت کی عرب شاعری میں وہی درجہ حاصل ہے جو انگریزی ادب میں شکسپیر کو۔ اُس نے اپنی بدکاری اور عیاشی کا ڈھنڈورہ اپنی مشہور نظم لامیہ میں پیٹا ہے۔ اُس میں بے حیائی اور عُریانی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ بڈھے اور جوان ہر زبان پر اُس کی یہ نظم تھی۔ شعرا کا درجہ عام انسانوں سے بلند تھا۔ اور شاعر مافوق الفطرت سمجھا جاتا تھا۔ اُن لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہر شاعر کے قبضہ میں ایک جن ہے اور جس کا کلام جس قدر اچھا ہے اتنا ہی بڑا جن اس کے قبضہ میں ہے۔ ایک شاعر کا درجہ سو لڑنے والوں سے بھی زیادہ تھا۔ کیونکہ اُس کے اشعار سے لڑنے والوں کے حوصلے بڑھتے تھے۔ جو کلام بہترین سمجھا جاتا کعبہ میں لٹکا رہتا تھا۔

جنگ و جدال اہل عرب انتہا درجہ کے وحشی جنگجو۔ فسادی۔ لڑاکو۔ جھگڑالو تھے۔ ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کا دشمن ہوتا تو یہ دشمنی برسوں چلتی رہتی۔ اسلام سے

نصف صدی قبل کا زمانہ ایام الحرب کہلاتا ہے جس میں ۱۳۲ لڑائیاں ہوئیں۔
بنو عباس اور بنو زبیان کا جھگڑا چالیس سال تک چلا۔ تلوار بات بات میں
میان سے باہر آجاتی تھی۔ گھوڑ دوڑ کے قواعد کا کسی نے خیال نہیں رکھا اور بس
تلوار کھنچ گئی۔ ایک عورت تھی باسوس۔ اس کی اونٹنی کسی ایک اور قبیلہ کی چراگاہ میں
چلی گئی تو یہی نہیں کہ اونٹنی کو زخمی کر دیا گیا بلکہ قبائل میں جنگ چھڑ گئی۔ قبیلہ بکر
اور قبیلہ تغلب کی خونریز جنگ میں اُن قبیلوں کے معزز سردار مارے گئے۔ اسلام
سے کچھ عرصہ قبل ہی یہ جنگ ختم ہوئی تھی۔ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی دوسرے
قبیلہ کے آدمی سے مارا جاتا تو جب تک اُس سے بدلہ نہ لے لیتے چین سے نہ بیٹھتے
تھے۔ یہ جنگ بھی پشت ہا پشت چلتی رہتی تھی۔

لوٹ مار قزاقی

سفاکی اور بے رحمی ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ لوٹ
مار اور ڈاکہ زنی اُن کی فطرت ثانیہ تھی۔ بالطبع یہ لوگ
ظالم اور سنگدل تھے۔ قتل و غارت گری اور خونریزی کوئی بات ہی نہ تھی۔ زندہ
اونٹ کی پیٹھ میں سے بے دردی کے ساتھ وہ گوشت کاٹ لیتے اور موٹی بھیڑ کی
دُم کاٹ کر بھون کر کھاتے تھے۔ دشمن کو موقع ملنے پر مقفل کر دیتے اور وہ بھوکا
پیاسا سسک سسک کر مر جاتا تھا۔ گھوڑے کی دُم سے عورتوں کو باندھ کر گھوڑے
سرپٹ دوڑاتے اور عورتیں تڑپ تڑپ کر مر جاتیں۔ اُمراء کے لئے یہ دلچسپ تفریح
ہوتی تھی۔ جنگ کے قیدیوں کو ہی نہیں اُن کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرتے
تھے۔ زندہ انسانوں کو آگ میں ڈال کر جلا دیتے اور خوشی مناتے تھے۔ بچوں کو
تیروں کا نشانہ بنا کر دل بہلاتے تھے۔ ہاتھوں پاؤں اور دوسرے اعضا کاٹ کر

ٹکھوں میں کانٹے چبھو چبھو کر دشمن کو مارتے تھے۔ مردوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ
تے تھے اور کان ناک کا ہار بنا کر عورتیں گلے میں پہنتی تھیں۔ حاملہ عورتوں کے
یٹ پھاڑ ڈالتے تھے۔

شراب خوری مے پرستی میں سارا عرب مبتلا تھا۔ سو سے زیادہ قسم کی شراب پی جاتی تھی۔ کوئی وقت معین نہ تھا۔ دن میں
ی کئی دفعہ پی جاتی اور پیٹ بھر کر پی جاتی اور نشہ کی حالت میں جائز ناجائز
امتیاز نہ رہتا تھا۔ جب قرآن مجید نے شراب کو حرام قطعی قرار دیا اور شراب
ے سب برتن توڑ دیئے گئے تو مدینہ کی سڑکوں پر شراب اس طرح بہتی تھی جس طرح
رش کا پانی۔

جُوا جُوا ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں کھیلا جاتا تھا۔ مختلف طریقوں سے ہار جیت
سے بھی ان میں آپس کی دشمنی ہو جاتی۔ جو جُوا کھیلنے میں زیادہ مہارت رکھتا
ہ زیادہ قابلِ عزت سمجھا جاتا شیخی بگھارنا تو ان کا وصف ہی تھا۔ شاعری میں
ھی جُوئے کی اور اُس کے ساتھ ساتھ اپنی تعریف کی جاتی تھی۔ ایک شاعر
نے اپنی بیوی کو وصیت کی تھی کہ "میرے بعد تو اُس شخص سے شادی نہ کیجیو جس میں
عاجزی انکساری ہو۔ جو جُوا نہ کھیلتا ہو اور لوگوں سے الگ الگ رہتا ہو"۔

ناچ گانا شراب کے نشہ میں مست ہو کر بے حیائی کے ساتھ وہ لوگ گاتے تھرکتے اور ناچتے تھے۔ عورتوں کا ایک طبقہ جو کیاں
کہلاتا تھا۔ اپنی بداخلاقی اور بدکاری کے لئے ضرب المثل تھا۔

سُود در سُود ضرورت مندوں کو روپیہ قرض دے کر خوب لوٹتے تھے۔ سُود

زیادہ سے زیادہ مقرر کرتے تھے۔ اگر معینہ مدّت میں رقم وصول نہ ہوتی تھی تو
مقروض کے بیوی بچّوں پر قبضہ کر لیتے تھے۔

عورتوں کی حالت

عورت کی کوئی عزّت کوئی وقعت کوئی حیثیت نہ تھی
مرد جتنی چاہتا شادیاں کرتا۔ بیشمار عورتوں سے
ناجائز تعلقات ہوتے۔ جس وقت چاہتا عورت کو طلاق دے دیتا اور پھر طلاق
کے بعد مقرّرہ وقت تک عورت اُس کے پاس آتی تو وہ چاہے پھر بیوی بنا لیتا
بالکل علیحدگی اختیار کرتا۔ اگر پھر بیوی بنا لیتا تو جب اُس کا جی چاہتا پھر طلاق
دے دیتا۔ اس طرح ہزار دفعہ طلاق دے کر واپس لے سکتا تھا۔ اور یہ رواج
سِدرہ کہلاتا تھا۔ شوہر یا باپ کے مرنے پر ان کی ملکیت میں عورت کا کوئی حصہ
نہ تھا بلکہ وہ خود مرنے والے شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ باپ کی موت پر سوتیلی
ماں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ اور وہ اُسے اپنے تصرّف میں لاتے تھے۔ ایک
ہی وقت میں دو حقیقی بہنیں ایک ہی شخص کی بیویاں ہو سکتی تھیں۔ اگر شوہر بیوی
سے کسی بات پر ناراض ہوتا تو کہہ دیتا کہ میں تیرے ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ کو
ہاتھ لگاؤں تو گویا میں نے اپنی ماں یا بہن کے ہاتھ لگایا۔ اس دستور کو ظہار کہتے
تھے۔ شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو کم سے کم ایک سال تک اُس کا سوگ کرنا
پڑتا تھا۔ طلاق کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ شادی شدہ عورتوں کے لئے
کے لئے دوسرے مردوں سے تعلقات رکھنے کی شوہر کی طرف سے اجازت تھی
اور یہ رواج اِستبرا کہلاتا تھا اور ہندوؤں کی رسم نیوگ کی طرح تھا۔ اس طرح
جس عورت کے ہاں بچہ ہوتا وہ اُس کے باپ کا نام اُس شخص کا بتاتی

جس سے اُس کی شکل ملتی تھی۔ مرد و عورت کے تعلقات کے قصّے نہایت بے شرمی سے بیان کئے جاتے تھے۔ بڑے بڑے خاندان کی عورتوں کو علانیہ اشعار میں مخاطب کیا جاتا تھا۔ محبوب کی تعریف میں جو مبنی ہوتی تھی نفس پرستی پر نہایت فحش گیت گائے جاتے اور قصیدے پڑھے جاتے تھے۔ عیاشی اور بدکاری عام تھی۔ عورتیں بن سنور کر بازاروں میں جاتیں اور مردوں کو اپنی طرف مائل کرتیں۔ جنگ اُحد میں ابوسفیان (بن حرب بن معاویہ) کی بیوی ہند نے قریش کے اسفل جذبات بھڑکانے کے لئے جو گیت گایا تھا۔ اُس کا مفہوم یہ تھا کہ تم آگے بڑھے تو ہم تمھیں گلے لگائیں گے۔ تمھارے لئے بستر آراستہ کریں گے اور تمھاری خدمت میں حاضر رہیں گے۔

قریش اور بنی تمیم اس قدر سنگدل اسفاک اور بے رحم ظالم تھے کہ ۴۔۵ سال کی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے[1] قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا قیس بن عاصم اس نے دس لڑکیاں زندہ زمین میں گاڑی تھیں۔ ایک بچّی کو دفن کرنے کا حال وہ خود اس طرح بیان کر رہا ہے۔

میں ساڑھے تین سال بعد میں پردیس سے آیا تو تین سال کی بچّی کو دیکھ کر انگاروں پر لوٹنے لگا۔ اس کی ماں نے میری بہت منت خوشامد کی مگر اس کی گریہ وزاری کی میں نے بالکل پرواہ نہ کی اور دوسرے دن جب اُسے نہلا دھلا کپڑے پہنا دولھن بنا اُس کی ماں نے تیار کر دیا تو میں نے اُسے گود میں اُٹھایا۔

---

[1] واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت (قرآن مجید) اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کی گئی تھی پوچھا جائے گا کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی۔
باب ۸۱ سورۃ تکویر آیت ۸ و ۹

اُس نے اپنے ہاتھ گلے میں ڈال دیئے۔ میں اُسے لے کر چلا اور جب گڑھا کھود
اور اُسے دفن کرنے کے لئے اُٹھایا تو میرے چہرہ پر جو خاک پڑ گئی تھی اُس نے اپنے
ننھے ننھے ہاتھوں سے پونچھی مگر مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا اور میں نے اُسے زندہ دفن کر دیا

یہودی بُت پرستوں کے علاوہ جو بہت بڑی اکثریت میں تھے عرب میں
تھوڑی تعداد میں یہودی اور عیسائی۔ آتش پرست۔ ستارہ
پرست بھی آباد تھے۔ عرب میں یہود کی ابتدا حضرت عیسیٰ سے تقریباً پانچ سو
سال قبل ہوئی اور انھوں نے اپنے مذہب کو پھیلانے کی کوشش کی اور یمن
میں یہودی حکومت قائم ہو گئی۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ کو طرح طرح سے پریشان
کیا تھا۔ ان کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ آئے تو اُن کو تکلیفیں پہنچانے میں
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ غرض جو نبی آیا اُسے ستایا یہاں تک کہ سرورِ کائنات
صلعم کو بھی ایک عورت کے ذریعہ زہر دیا۔ بُت پرستوں کے اور اُن کے تمدن میں
کوئی خاص فرق نہ تھا۔ بے حد لالچی۔ خود غرض۔ زر پرست۔ سود خوار۔ جھگڑالو
بدطینت اور کینہ پرور لوگ تھے اور ہمیشہ ذلیل حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ حضرت
عُزیر کو یہودی ابن اللہ کہتے تھے۔ اور مرد عورتوں کو خدا کے بیٹے بیٹیاں
آگ کو پوجتے تھے اور اپنی بہن بیٹیوں کو بیویوں کی طرح رکھتے تھے۔

عیسائی بُت پرستوں اور یہودیوں کے علاوہ کئی قبیلے عیسائیوں کے بھی
تھے۔ شراب۔ ناچ گانا۔ لوٹ مار میں وہ دوسرے قبائل سے کم
نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ کی تعلیم کے خلاف اپنے بھائی سے محبت کرنے کی بجائے اُن کا
قول تھا اپنے بھائی کو مار ڈالو۔ حضرت عیسیٰ کو وہ خدا کا بیٹا کہتے اور فرشتوں کو

کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ عیسائیوں کی حالت کا اندازہ شہنشاہ جولیس کے اس قول سے ہو سکتا ہے۔

"وحشی درندے بھی آدمی کے ایسے کٹر دشمن نہیں جیسے عیسائی آپس میں ہیں"۔

مشہور یورپین مورخ ولیم میور جس نے رسول اکرم کے خلاف خوب پیٹ بھر کر زہر افشانی کی ہے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ "اس زمانہ میں عیسائیت کی حالت انتہائی خراب تھی"۔

رسول کی ضرورت

یونان اور ہند کی عظیم الشان سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج چکی تھی۔ اسیرین اور سپارٹنز اپنی اپنی بہار دکھا کر ختم ہو چکے تھے۔ مصر اور چین کی قدیم تہذیب میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ اہلِ بابل اور اہلِ فارس کے کان ایمان اور انصاف سے کوسوں دور اور تہذیب سے نا آشنا تھے۔ یورپ اور مغربی ایشیا میں زبردست کی خدائی تھی۔

پڑوسی ملکوں کا اثر عرب پر پڑا تو اس قدر گہرا اور اتنا زبردست کہ عربوں کا تمدن بالکل خراب ہو گیا۔ جوا۔ شراب۔ ضعیف الاعتقادی۔ بت پرستی کونسا عیب تھا جو اُن میں نہ تھا۔ بے حیائی۔ بے غیرتی۔ بے حمیتی۔ بے شرمی۔ بدمعاشی۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت۔ قزاقی راہ زنی۔ کونسا گناہ تھا جو وہ نہ کرتے اور پھر اس پر فخر نہ کرتے تھے۔ معصوم بے قصور بچیوں کو زندہ دفن کر دینا اور زندہ انسانوں کو آگ میں جلا ڈالنا۔ دشمن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر آنکھوں میں کانٹے چبھونا اور تڑپا تڑپا کر۔ سسکا سسکا کر مارنا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالنا حد تھی سفاکی اور سنگدلی کی۔ اور انتہا بے دردی اور بے رحمی کی۔ خدا کا نام کبھی ان کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اور انسانیت کند چھری سے ذبح ہو رہی تھی۔

گری ہوئی قوموں کی اصلاح کے لئے خدا نے ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں اپنے نیک بندے بھیجے جنھیں اہل کتاب پیغمبر کہتے ہیں۔ ابراہیم۔ صالح۔ لوط۔ شعیب سلیمان۔ داؤد۔ یعقوب۔ عیسیٰ۔ موسیٰ۔ سب اپنی اپنی قوم کو راہ راست پر چلانے کی غرض ہی سے مبعوث ہوئے مگر کچھ کم ڈیڑھ ہزار سال قبل اہل عرب کی عادات و اطوار اور اخلاق و کردار نے اُن سے پہلے کی سب قوموں کو مات کر دیا تھا۔ اُن کا تمدن لوٹ تھا دُنیا بھر کی بُرائیوں کا اور اُن کی معاشرت لتھڑی ہوئی تھی بد تر سے بدتر اور سنگین سے سنگین گناہوں سے۔ اُن کی اصلاح کے لئے، اُن کو راہ راست دکھانے کے واسطے ضرورت تھی اور سخت، قانون قدرت کا تقاضہ تھا اور شدید کہ اُن میں رسول بھیجا جائے۔ دُنیا کی تاریخ میں دُنیا کو کسی نجات دہندہ کی اس سے قبل ایسی ضرورت کبھی نہ ہوئی تھی۔ بالآخر غیرت حق جوش میں آئی اور سرورِ کائنات کو بھیجا جنھوں نے ۲۱ سال کے قلیل عرصہ میں عرب کے بُت پرستوں کو باخدا انسان بنا دیا۔ اور جو وحشی درندوں سے بدتر تھے وہ دُنیا کی ایک بہترین منظم جماعت میں تبدیل ہو گئے!

نسب نامۂ رسول

ہم یہ کتاب اس غرض سے لکھ رہے ہیں کہ پیغمبر اسلام (صلعم) کی ازواج مطہرات کے حالاتِ زندگی تاریخی حیثیت سے پیش کئے جائیں اور رسول اللہ (صلعم) کے نکاحوں پر غیر مسلم مورخوں نے جو اعتراضات کئے ہیں اُن کو واقعیت کی روشنی میں دکھیں اور یہ مؤثر اسی وقت ہو سکتا ہے جب رسول عربی کی پاک زندگی کا خاکہ ذہن میں ہو لیکن اللہ کے آخری نبی کے حالات سے قبل یہ دکھانا ضروری ہے کہ مکّہ والوں میں

آپ کا خاندان کس قدر باوقعت تھا۔ جو لوگ آدمی تو آدمی کتوں اور اونٹوں تک کے نسب نامے محفوظ رکھتے اور خرید و فروخت کے وقت اُن کی نسل دیکھتے تھے جن کے ہاں پندرہ پندرہ بیس بیس پشت تک ایک ایک نام بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ جن میں کسی شخص کی سب سے بڑی خوبی خاندانی شرافت دیکھی جاتی تھی۔ لہذا ہمیں سب سے پہلے رسول اللہ کے خاندان پر ایک نظر ڈالنی پڑے گی۔

یورپ کا مشہور مورخ اڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ

"محمد کو حقیر اور متبذل نسل سے کہنا عیسائیوں کا ایک احمقانہ افترا ہے ایسا افترا کرنے سے بجائے اِس کے کہ اپنے مخالف کی خوبیوں کو گھٹائیں اُس کی خوبیوں کو اور زیادہ بڑھاتے ہیں۔ اسمٰعیل سے اُن کی نسل کا ہونا ایک تسلیم کی ہوئی بات اور ملکی روایات سے ثابت شدہ ہے"۔

نامور مورخ ابوالفدا لکھتا ہے کہ

"نسب آنحضرت (صلعم) کا عدنان تک متفق علیہ ہے۔ بغیر اختلاف کے اور اس میں بھی کہ عدنان اولاد اسمٰعیل بن ابراہیم ہیں ہے کچھ اختلاف نہیں ہے"۔

یہ دونوں بیان سر سید احمد خاں مرحوم کی کتاب خطبات احمدیہ سے منقول ہیں۔ عدنان دوم سے رسول عربی تک سلسلۂ نسب تاریخ کی اکثر کتابوں میں موجود ہے۔ سر سید احمد مرحوم نے حضرت اسمٰعیل[1] سے عدنان دوم تک کا نسب نامہ دیا ہے جو یہ ہے:۔

---

[1] حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے۔ بی بی حاجرہ سے حضرت اسمٰعیل اور بی بی سارہ سے حضرت اسحاق۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا سلسلۂ نسل

(۱) حضرت اسمٰعیل بی بی ہاجرہ کے بیٹے (۲) حضرت اسحاق بی بی سارہ کے بیٹے

۱۔ حضرت اسمٰعیل (۱۹۱۰ قبل مسیح) بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ

۲۔ قیدار
۳۔ عوام
۴۔ عوص اوّل
۵ مُہر
۶۔ سمائے
۷۔ رواح
۸۔ ناجب
۹۔ معصر
۱۰۔ ابہام
۱۱۔ اقتاد
۱۲۔ سیصے
۱۳ حمان
۱۴۔ عنقا
۱۵۔ اعوا
۱۶۔ بنجی
۱۷۔ یکرے
۱۸۔ بہری
۱۹۔ یبن
۲۰۔ حمران
۲۱۔ الرعا
۲۲۔ عبید

۲۲۔ عبید بن الرعا بن حمران
۲۳۔ عنف
۲۴۔ عسقی
۲۵۔ ماحی
۲۶۔ ناحور
۲۷۔ ناجم
۲۸۔ کالح
۲۹۔ بدلان
۳۰۔ یلدرم
۳۱۔ حزا
۳۲۔ ناسل
۳۳۔ ابی العوام
۳۴۔ ثسادیل
۳۵۔ برد
۳۶۔ عوص دوم
۳۷۔ سلامان اوّل
۳۸۔ المسیح دوم
۳۹۔ ادو اوّل
۴۰۔ عدنان اوّل ۔۔۔ قبل مسیح

۴۱۔ معد اوّل بن عدنان اوّل
۴۲۔ حمل
۴۳۔ نابت
۴۴۔ سلامان دوم
۴۵۔ المسیح دوم
۴۶۔ الیسع
۴۷۔ ادو۔ دوم
۴۸۔ اد
۴۹۔ عدنان دوم

رسولِ عربی کا شجرۂ نسب

۴۹۔ عدنان دوم (حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم کی انچاسویں پشت میں)

۵۰۔ معد ثانی

۵۱۔ نزار

۵۲۔ مضر

۵۳۔ الیاس

۵۴۔ مدرکہ

۵۵۔ خزیمہ

۵۶۔ کنانہ

۵۷۔ نضر

۵۸۔ مالک

۵۹۔ فہر (جس کا لقب قریش تھا) تیسری صدی عیسوی

۶۰۔ غالب

۶۱۔ لوی

۶۲۔ کعب

۶۳۔ مرہ

۶۴۔ کلاب

۶۵۔ قصی

۶۵۔ قصی بن کلاب بن مرہ (پیدائش سنہ ۴۰۰ء)

۶۶۔ عبد مناف (پیدائش سنہ ۴۳۰ء)

۶۷۔ ہاشم (پیدائش سنہ ۴۶۴ء)

عبد شمس — امیہ — حرب — ابوسفیان

۶۸۔ عبد المطلب (پیدائش سنہ ۴۹۷ء)

۶۹۔ عبد اللہ پیدائش سنہ ۵۴۵ء

۷۰۔ محمد رسول اللہ سنہ ۵۷۰ء

(حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم کی سترویں پشت میں)

پیغمبر اسلام کا خاندان

کعبہ کی تولیت

اب سے تقریباً چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اُن کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل نے اُس جگہ جہاں مکہ آباد ہوا دُنیا کی پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی۔ شروع میں خانہ کعبہ بغیر چھت کی چار دیواری تھی۔ اور کئی سو سال تک بغیر چھت کی ہی چار دیواری رہی۔ حضرت ابراہیم کعبہ کی بنیاد ڈال کر اپنی قوم میں چلے گئے اور حضرت اسمٰعیل خانہ خدا کی خدمت کرتے رہے سب سے پہلے یہاں قبیلۂ جرہم آباد ہوا۔ اور جب پہاڑی نالہ سے کعبہ ڈھے گیا تو اُس نے دوسری مرتبہ بنایا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے تقریباً سو سال قبل پھر پہاڑی نالوں کے سیلاب سے کعبہ کو نقصان پہنچا تو تیسری مرتبہ تعمیر قبیلۂ عمالیق نے کی۔ حضرت اسمٰعیل نے قبیلۂ بنی جرہم میں اور اُن کے بیٹے نابت نے بنی خزاعہ میں شادیاں کیں اور نسل ابراہیم بڑھتے بڑھتے خود ایک بڑا قبیلہ بن گئی۔ عرب کے دوسرے قبائل نے بھی دینِ ابراہیم اختیار کیا اور خانہ کعبہ عرب کا معبد قرار پایا۔ لوگ ہر سال کعبہ کی زیارت کو آتے اور حضرت ابراہیم کے بنائے ہوئے طریقے پر خدا کی عبادت کر کے واپس ہوتے۔ کعبہ کی خدمت کرنے والے یعنی متولی حضرت اسمٰعیل کے بعد مدتوں اُن کی اولاد رہی۔ اُن کی ذمہ داریوں کے ساتھ اُن کا اقتدار اور اختیار بھی وسیع ہوتا گیا۔ حضرت اسمٰعیل کے بیٹوں میں قیدار زیادہ مشہور

بسے اُن کی اولاد میں اڑتالیس۴۸ پشت کے بعد عدنان دوم کا نام آتا ہے جو اپنے
آباؤ اجداد کی طرح کعبہ کے متولی تھے اور مکہ میں گویا اُن ہی کی حکومت تھی کچھ عرصہ بعد
بہ کی تولیت بنو اسمٰعیل سے نکل کر بنی جرہم کے ہاتھ میں چلی گئی اور پھر بنو عمالیق کے۔
ونکہ عرب میں وہ لوگ سب سے زیادہ قابل وقعت و عزت تھے جن کا تعلق خانہ کعبہ
ی تولیت سے تھا اس لئے بنو اسمٰعیل اور بنی جرہم نے مل کر بنو عمالیق کا مقابلہ
یا اور اُن پر غالب آ گئے۔ لیکن ایک عرصہ بعد بنو خزاعہ اور بنو بکر نے اُن کی جگہ
لے لی اور اُس وقت تک کعبہ کے متولی رہے جب تک کہ عدنان دوم (۹۰ء) کی اولاد
ل قصی بن کلاب (۴۰۰ء) نے پانچویں صدی عیسوی میں مکہ پر قبضہ نہیں کیا۔
دنان دوم (۹۰ء) کی ساتویں پشت میں ایک شخص گذرا ہے نضر بن کنانہ (۲۵۰ء)
س نے اپنے خاندان کو قریش کے لقب سے ممتاز کیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ
ضر نے نہیں بلکہ اس کے پوتے فہر بن مالک نے اپنے خاندان کو قریش کہنا شروع
یا اس سے پہلے یہ خاندان کنانی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

قصیؒ (پیدائش ۴۰۰ء) پانچویں صدی عیسوی میں بنو خزاعہ کا ایک نہایت
ممتاز سردار نہایت دلیر سخی اور نیک طینت شخص تھا خلیل خزاعی۔
وہ متولی تھا خانہ کعبہ کا۔ قصیؒ کی نیک چلنی اور شائستگی سے وہ اس قدر متاثر ہوا
کہ اُس نے اپنی بیٹی حبی کو اُس کے نکاح میں دے دیا۔ خلیل خزاعی نے کعبہ کی
تولیت ابو غبشان خزاعی کو دے دی جسے قصیؒ نے شراب کی مشکیں اونٹ اور
کپڑے دے کر اُس سے خرید لی مگر بنو خزاعہ سے جنگ کرنی پڑی بالآخر سب نے
قصیؒ کو کعبہ کا متولی اور مکہ کا خود مختار حاکم تسلیم کر لیا۔ اور عرب میں سب سے

زیادہ قابلِ تعظیم اور لائق احترام اس وجہ سے سمجھا جانے اور عظمت و بزرگی کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا کہ اُس کے ذمہ یہ چھ خدمتیں تھیں (۱) حجاج کو پانی پلانا (۲) حاجیوں کو کھانا دینا (۳) مقدس معبد کی حفاظت (۴) صدر انجمن بننے کا حق (۵) جنگ میں علم برداری (۶) جنگ میں سپہ سالاری۔

کعبہ کی تعمیر چوتھی دفعہ قصیٰ ہی نے آنحضرت کی پیدائش سے قریباً ڈیڑھ سو سال قبل اس وجہ سے کی تھی کہ سیلاب سے جا بجا سے ٹوٹ گیا تھا۔ اب تک خانۂ خدا کی چار دیواری ہی تھی۔ قصیٰ نے چھتیں پاٹ دیں۔ اور کعبہ کے گرد مکانات بنائے۔ ۴۸۰ء میں قصیٰ کا انتقال ہوا۔

قصیٰ کے بیٹوں میں دو زیادہ مشہور ہیں۔ عبدالدار جو باپ کے بعد اُس کی جگہ سردارِ قوم مقرر ہوا۔ اور عبد مناف۔ عبدالدار نے اپنی خوشی سے عبد مناف کو سب عہدوں میں شریک رکھا مگر اُس کے مرنے پر دونوں کی اولاد میں جھگڑا شروع ہو گیا اور آخر طے یہ ہوا کہ تین عہدے یا تین خدمتیں عبدالدار پاس رہیں اور تین بنو عبد مناف میں۔ عبد مناف کے دو بیٹے جڑواں تھے ہاشم اور عبد شمس۔ جو تین عہدے عبد مناف کے سپرد ہوئے تھے اُس کے بعد اُن میں قیادت یعنی جنگ میں سرداری عبد شمس کو دی گئی اُس کے بعد اس کا بیٹا امیہ پھر امیہ کے بعد اُس کا بیٹا حرب اور حرب کے بعد اُس کا بیٹا ابوسفیان اس عہدے کو سنبھالے رہے کھانا دینے اور پانی پلانے کی خدمتیں ہاشم کے سپرد کی گئیں۔ ہاشم کے بعد اُن کے فرزند عبدالمطلب پھر اُن کے بیٹے ابوطالب کو پھر اُن کے بھائی عباس کو اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کے سپرد ہوئی۔ پانی پلانے کا عہدہ عبدالمطلب سے اُن کے

چچا نوفل بن عبد مناف نے چھین لیا۔ اور اُن کے کچھ مکانات اور زمین بھی غصب کر لی مگر چند سال بعد پھر عبد المطلب کو یہ عہدہ مل گیا اور اُن کے بعد ابو طالب کے سپرد ہوا اور پھر اُن کے بھائی عباس کے۔

ہاشم (پیدائش ۴۶۴ء) ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ دولت مند مگر فیاض اور سخی تھا۔ اور تقریر بھی اچھی کرتا تھا۔ سارے عرب میں اُس کی عزت تھی۔ علاوہ خاندانی عظمت اور آبائی شرف و بزرگی کے مردانہ حُسن کی مکمل تصویر تھا وہ تجارت کرتا تھا اور سب سے پہلے اُس نے ہی مکّہ سے دو تجارتی قافلے ایک سردیوں میں یمن دوسرا گرمیوں میں شام بھیجنے شروع کئے۔ خزرجیوں کے ایک قبیلہ بنی عدی بن النجار یثربی کی ایک شریف النسب لڑکی سلمیٰ سے اُس نے شادی کی جس کے بطن سے عبد المطلب پیدا ہوئے۔ غزہ کے مقام پر ۵۱۰ء میں ہاشم کا انتقال ہو گیا۔

عبد المطّلب (پیدائش ۴۹۷ء) ہاشم کے لڑکے شیبۃ الحمد جو بعد میں عبد المطّلب کے نام سے مشہور ہوئے، ابھی شیر خوار ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اُن کی ننھیال یثرب میں تھی (مدینہ ہجرت سے قبل یثرب کہلاتا تھا) وہیں اُن کا بچپن گذرا۔ اُن کے چچا مطّلب بن عبد مناف کے ذمہ حجاج کی مہانداری کا عہدہ تھا۔ اُن کے انتقال کے بعد یہ خدمت عبد المطلب کے سپرد ہوئی۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے تو ان میں باپ کی بہت سی خوبیاں نمایاں تھیں۔ یہ پہلے شخص تھے۔ جنھوں نے اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔ رمضان کے مہینہ میں حرا پہاڑ پر چلے جاتے

اور خدا کی عظمت پر گھنٹوں غور و فکر کرتے۔ یہ بھی محتاجوں مسکینوں کی مالی مدد کر
اور اُن کو کھانا کھلاتے۔ پرند تک اُن کے دسترخوان سے پیٹ بھرتے۔ اُن
عادات پسندیدہ اور اخلاق حمیدہ سے مکّہ والے بہت متاثر تھے۔ انھوں نے
۸۲ سال کی عمر پائی۔ اُن کا یہ بڑا کارنامہ ہے کہ چاہ زمزم جو حضرت اسمٰعیل کے
وقت میں برآمد ہوا تھا اور ایک مدّت سے جس کا نشان نہ رہا تھا اس کا پتہ
لگایا۔ ۵۷۹ء میں عبد المطلب کا انتقال ہوا۔

اصحاب فیل کا حملہ

جس سال آنحضرت کے والد اور عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ کی شادی ہوئی اُس سال
ایک بڑا زبردست واقعہ پیش آیا۔ یمن کے عیسائی خاندان ابرہہ کے حکمراں اشرم
جو محققین کے بیان کے مطابق سلطنت حبش کے بادشاہ کا نائب تھا اور
جس نے کعبہ کی وقعت و اہمیت کم کرنے کے لئے صنعا میں ایک بڑا گرجا بن
تھا مذہبی تعصب کی بنا پر خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے ایک خونخوار عظیم لشکر
ہیبت ناک ہاتھیوں پر سوار ہو کر مکّہ پر حملہ کر دیا۔ بعض روایات کی رُو سے ہاتھی
ایک سے زیادہ تھے۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ صرف ایک ہاتھی تھا۔ مکّہ وا
بہادر اور جانباز ضرور تھے مگر انھوں نے ایسے مہیب اور خوفناک جانور اتن
زبردست فوج نہ دیکھی تھی وہ بھاگ کر مکّہ کی پہاڑیوں میں جا چھپے اور صرف چ
آدمی کعبہ کی حفاظت کو رہ گئے۔ ابرہہ اشرم کو معلوم ہوا کہ کعبہ میں کچھ لوگ مو

[1] بعض محققین کے حساب سے یہ واقعہ پیغمبر اسلام کی ولادت سے ۴۹ دن قبل کا ہے
بعض روایتوں کے مطابق ۵۰ یا ۵۵ دن اور کم سے کم ۳۰ دن قبل کا۔

ہیں تو اُس نے گفتگو کے لئے اہل مکہ کے سب سے بڑے قابل اعتماد اور معزز شخص کو بُلایا۔ چنانچہ عبدالمطلب گئے اور ابرہہ اشرم نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں مکہ لوٹنے کے لئے نہیں کعبہ ڈھانے کی غرض سے آیا ہوں"۔ عبدالمطلب یہ کہتے ہوئے واپس آگئے کہ "جس کا گھر ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا"۔ ابرہہ اپنے عظیم لشکر کو لے کر آگے بڑھا اور جب کعبہ کی دیواریں نظر آنے لگیں تو پرندوں (ابابیلوں) کی بہت بڑی فوج اپنے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں لئے ہوئے مکہ کی سمت غربی سے نمودار ہوئی اور ہاتھی والوں پر کنکریاں برسانی شروع کر دیں۔ قرآن مجید باب ۱۰۵ سورۂ کیف[1] میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ان کنکریوں سے ابرہہ اشرم کا لشکر بدحواس ہو کر بھاگا اور بیمار ہو کر راستہ ہی میں تقریباً ختم ہو گیا۔ خود ابرہہ زخمی ہوا اور صنعا پہنچ کر مر گیا۔

ابوطالب عبدالمطلب کی چھ بیویاں تھیں جن سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں لڑکوں میں عبد مناف (یعنی ابوطالب) عبدالعزیٰ (یعنی ابولہب) عباس۔ حمزہ اور عبداللہ مشہور ہوئے۔ لڑکیوں میں حضرت صفیہ بہت مشہور ہیں جن کی عبداللہ بن زبیر کے دادا اعوام سے شادی ہوئی تھی۔ لڑکوں میں عقل و فراست کے لحاظ سے ابوطالب سب سے ممتاز تھے۔ اور عبدالمطلب کے بعد کعبہ کی خدمت کا عہدہ انھیں کے سپرد ہوا۔ باپ دادا سے

---

[1] ترجمہ یہ ہے:۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُن کا مکر گمراہی (و ضلالت) میں نہ کر دیا۔ اور ان کے اوپر پرندے (جماعت در جماعت) بھیجے۔ جو کنکر سے پتھر پھینکتے تھے۔ پس کر دیا ان کو مانند بُھس کھائے ہوئے۔

ہمدردی اُنھیں ورثہ میں ملی تھی۔ اُنھوں نے فراخ دلی سے خدمتِ خلق میں روپیہ خرچ کیا۔ یہاں تک کہ ان کی مالی حالت کمزور ہوگئی تو اپنے بھائی عباس سے انھوں نے پہلے دس اور پھر چار ہزار درہم قرض لئے اور وعدہ کے مطابق وقت پر ادا نہ کر سکے تو کعبہ کی جو خدمت پانی پلانے کی اُن کے سپرد تھی اُس پر عباس کو معاہدہ کے مطابق مامور کیا گیا۔ حضرت علی جن کی خدمات کا اسلام ہمیشہ معترف رہے گا اُنھیں کے بیٹے تھے اور سرورِ کائنات کی ابوطالب ہی نے پرورش اور تربیت کی تھی۔

عبداللہ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے عبداللہ۔ ان کی والدہ تھیں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر میرے دس لڑکے ہوئے اور سب زندہ رہے تو ایک لڑکے کو خدا کے نام پر قربان کر دوں گا۔ قربانی کے لئے قرعہ کے ذریعہ عبداللہ کا نام نکلا اور عبدالمطلب نے بیٹے پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو عبداللہ نے جن کی رگوں میں ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل کا خون دوڑ رہا تھا باپ کی منشار کے آگے گردن جھکا دی عبدالمطلب بیٹے کو لے کر کعبہ میں گئے تو عبداللہ کی بہنیں ساتھ تھیں وہ رونے لگیں اور باپ سے کہا ان کے بدلے اونٹ ذبح کر دیئے جائیں۔ قریش نے بھی مشورہ دیا کہ ایفائے وعدہ کے لئے اونٹ ذبح کر کے منت پوری ہو سکتی ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹ قربان کئے اور بچہ کو لے کر گھر آئے۔

عبداللہ جوان ہوئے تو آبائی شرف و عظمت کے ساتھ اُن کے اخلاق و عادات اور طبعی شرافت اور گفتگو اور کردار میں کشش تھی۔ ہاشم کا پوتا مردانہ حسن میں دادا سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ یہودیوں کے پاس حضرت یحییٰ کا ایک جبہ تھا جس کے

متعلق مشہور تھا کہ اس میں سے جب خون ٹپکے گا تو وہ آنے والے پیغمبر کے باپ کی پیدائش کا زمانہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اس جبہ میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اس لئے اپنے عقیدہ کے بموجب وہ خاص طور پر عبداللہ پر نظر کئے ہوئے تھے۔ یثرب (مدینہ) میں وہب بن عبدمناف کی بیٹی آمنہ سے اُن کی شادی بعمر ۲۴ سال ہوئی۔

بی بی آمنہ بی بی آمنہ بنو زہرہ کے رئیس وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی لڑکی تھیں اُن کی ماں کا نام تھا برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار۔ وہ بھی قریش ہی تھیں اور سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

قصیؓ بن کلاب

عبدمناف	زہرہ
ہاشم	عبدمناف
عبدالمطلب	وہیب ــــ وہب
عبداللہ	بی بی آمنہ
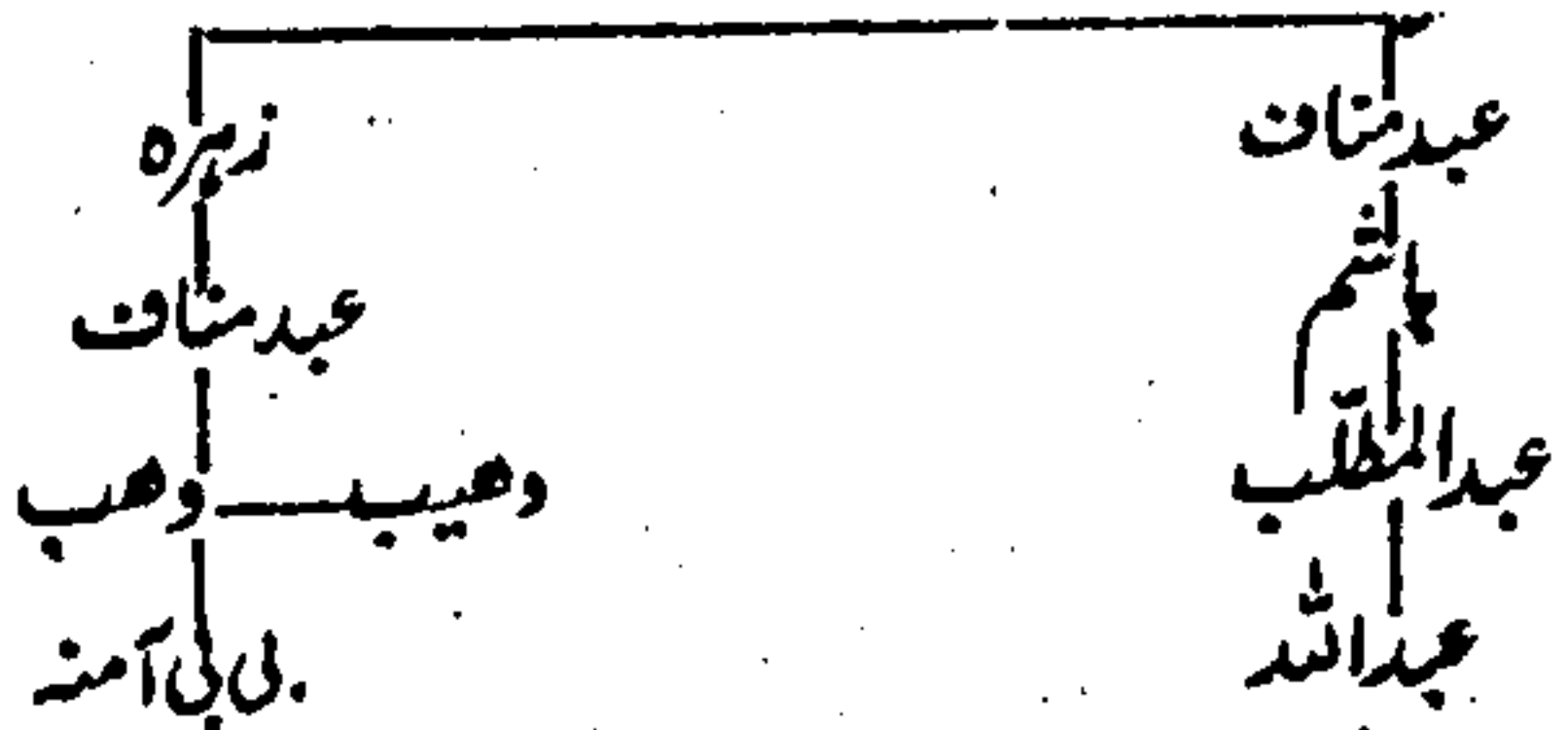
بی بی آمنہ کی شرافت و ذہانت متانت کا کنبہ بھر میں چرچا شروع ہو چکا تھا۔ اُن کی والدہ کی جانب سے عبداللہ کی دادی کو بی بی آمنہ کی نسبت بھجوائی گئی۔ وہب مر چکے تھے اُن کے بھائی وہیب یعنی چچا کی سرپرستی میں بی بی آمنہ کا قریش کے ایک بڑے مجمع میں عبداللہ سے نکاح ہوا اُس وقت اُن کی عمر اٹھارہ سال تھی مگر چند ماہ بعد ہی جب عبداللہ بسلسلہ تجارت شام سے مدینہ

واپس آئے۔ رحلت کی اور بی بی آمنہ کا سہاگ ختم ہوگیا۔ عبداللہ کو نابغہ کی
میں دفن کیا گیا۔ جو چیزیں انھوں نے چھوڑیں یہ تھیں ایک لونڈی اُم ایمن
تلوار۔ پانچ اونٹ۔ بکریوں کا ایک مختصر ریوڑ۔ تھوڑی سی چاندی۔

بی بی آمنہ نے اپنے شوہر کی موت پر مرثیہ کہا تھا وہ طبقات ابن سعد
جلد اول میں موجود ہے ترجمہ یہ ہے۔

"ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی طرف جاکر چھپ گیا۔
وہ قبر میں بہادروں کی بانگ وخروش کے ساتھ جا سویا۔
آہ موت نے اُس کی کوئی نظیر دنیا میں نہ چھوڑی۔
شام کے وقت اُس کے دوست اُس کی لاش اُٹھا کر کندھے بدلتے
اور اس کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے۔
موت نے اُسے ہم سے جدا کر دیا مگر اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ
فیاض تھا اور غریبوں کا ہمدرد"

عبداللہ کی موت کے دو ماہ بعد رسول اللہ پیدا ہوئے۔

باب دوسرا

انسان کامل ــــــ محمد رسول اللہ

اِنسانِ کامل — محمد رسول اللہ

پیدائش اور بچپن

پیر کا دن ربیع الاول کا مہینہ ۱۲ تاریخ[1] اور صبح صادق کا وقت تھا کہ رسولِ عربی دنیا میں تشریف لائے۔ عیسوی سال ۵۷۱ء اور اپریل کی ۲۰ تاریخ[2] تھی۔

عبدالمطلب نے پوتے کا نام محمد رکھا۔ جس کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ ننھیال کی طرف سے آپ کا نام احمد رکھا گیا۔

اُس زمانے کے عرب میں ایک دستور یہ تھا کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلاتی تھیں بلکہ انائیں اپنے گھر بچوں کو لے جاتی تھیں۔ اور قریش کے بچے بدوں کے گاؤں کی صاف ستھری ہواؤں میں اناؤں کے ہاں بھیج دیے جاتے۔ بی بی آمنہ نے تین دن اپنے بچے کو دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے بھی۔ مکہ کے دستور کے مطابق بی بی آمنہ نے قبیلہ ہوازن کی رہنے والی دایہ حلیمہ سعدیہ کے سپرد اپنے کلیجہ کا ٹکڑا کر دیا۔ دائی حلیمہ کے شوہر اور بیٹی شیما

---

[1] طبری۔ ابن خلدون مگر بعض محققین نے حساب لگایا ہے کہ دن تو پیر ہی تھا مگر ربیع الاول کی ۹ تاریخ تھی۔

[2] بعض مورخین ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھ رہے ہیں۔

نہ بی بی کی امانت کو سر آنکھوں پر رکھا اور دو سال بعد جب رضاعت کا زمانہ
ہوا تو دائی حلیمہ بچہ کو لے کر واپس آئیں مگر اُس زمانہ میں مکہ میں وبا پھوٹی تھی ،
ں لئے عبدالمطلب اور بی بی آمنہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو حلیمہ سعدیہ کے ساتھ
ی واپس بھیج دیا کہ جب شہر میں وبا نہ رہے تو لے کر آجائے مگر آنحضرت ۶ سال کی
تک حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں رہے۔

نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ایک دن جبکہ آپ تشریف فرما تھے ۔
مہ سعدیہ ملنے کی غرض سے آئیں تو دیکھتے ہی جذبۂ احترام سے فوراً کھڑے ہو گئے
ا اپنی جگہ اُنھیں بٹھایا اور بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ اسی طرح شیما سے بلکہ
م بنو سعد سے محبت سے پیش آتے تھے۔

ں کی موت

بی بی آمنہ اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو سینہ سے چمٹا کر نہال نہال تھیں کہ بچہ کو لے کر شوہر کی قبر پر جانے کا خیال آیا۔
سر پر ارادہ ظاہر کیا اور اجازت ملنے پر اپنی لونڈی ام ایمن کو ساتھ لے کر یثرب
دانہ ہوئیں۔ اُس وقت آنحضرت کی عمر ۶ سال تھی یتیم عبداللہ ماں کی اُنگلی پکڑے
سرت و یاس سے کبھی باپ کے مزار کو دیکھتا کبھی ماں کے چہرے کو جو آنسوؤں
سے تر تھا۔ شوہر کے مزار سے واپس آکر بی بی آمنہ نے ماموں کے ہاں ایک ماہ
یام کیا۔ اُس کے بعد واپس ہو رہی تھیں کہ راستے میں بیمار ہوئیں۔ اُن کی
قسمت میں بچہ کی بہار دیکھنی نہ تھی۔ ابوار کے میدان پر وفات پائی اور وہیں دفن
ہوئیں۔ بن ماں کے بچہ پر کایت نامی ایک عورت کو رحم آیا اور اُس نے آپ کو
عبدالمطلب تک پہنچایا۔

ہجرت کے بعد ایک بار حج کو جاتے ہوئے الحدیبیہ کے راستہ میں آنحضرت اپنی والدہ کی قبر پر گئے تو اُن کے لئے دعا مانگی۔ اور بے ساختہ آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے

عبد المطلب اور ابو طالب کی نگرانی میں

یتیم پوتا جو ماں کی شفقت سے بھی محروم ہو چکا تھا اُس کی ساری ذمہ داری اب عبد المطلب پر آپڑی۔ اُنھوں نے اُم ایمن کے سپرد آپ کی پرورش کی۔ لال کے خیال کی محبت دن بدن ترقی کرتی رہی مگر تین سال بھی نہ ہوئے تھے کہ عبد المطلب کا آخر وقت آگیا۔ ان کو سب سے زیادہ فکر اپنے چہیتے پوتے کا تھا۔ اُنھوں نے اہل خاندان کو جمع کیا اور اُن سے کہا "میں اپنے بعد محتاج پرداخت بن ماں اور باپ کا ایک بچہ نو برس کا چھوڑ رہا ہوں یہ میرے اس عبد اللہ کی یادگار ہے جو مجھے سب بچوں میں عزیز تھا۔ ہے کوئی تم میں ایسا جو اس بچہ کو اپنا بچہ سمجھ کر اس کی ذمہ داری لے" عبد المطلب کے لڑکے ابو طالب نے جو آپ سے عمر میں ۳۵ سال بڑے تھے باپ سے وعدہ کیا اور پوتے کو ابو طالب کے سپرد کرکے عبد المطلب ۵۷۹ء میں دُنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی جگہ ابو طالب قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی مقرر ہوئے۔

لڑکپن

ابو طالب ڈھائی تین سال سے دیکھ رہے تھے کہ عبد اللہ کا یتیم غیر معمولی بچہ ہے۔ اور لڑکوں کی طرح سڑکوں پر نہیں کھیلتا۔ کسی قسم کی ایذا رسانی۔ مار پیٹ۔ توڑ پھوڑ غل شور دھما چوکڑی شکوہ شکایت میں حصہ نہیں لیتا۔ اُن کے دل میں، بھتیجے کی محبت تو پہلے ہی سے پیدا ہو چکی تھی کفالت، و ترتیب کی ذمہ داری نے کر وہ سچ مچ ہی بھتیجے کے گرویدہ

لیے۔ اُس زمانے میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ تھا اس لئے آنحضرت نو سال کی عمر ہی
مزدوری پر بکریاں چراتے اور اکثر و بیشتر چچا کے ساتھ رہتے تھے۔ ابو طالب
ے ساتھ کھانا کھلاتے اپنے ساتھ سُلاتے۔ جہاں جاتے بھتیجے کو اپنے ساتھ رکھتے
ں مورخین کی تحقیق کے مطابق آنحضرت کا ابو طالب۔ کے ساتھ شام کے سفر
ں جانا ثابت نہیں ہوتا مگر بعض روایتوں کے مطابق آپ نے دو دفعہ ابو طالب
ے ساتھ شام کا سفر کیا تھا۔ ابو طالب تجارتی اغراض سے شام جایا
تے تھے۔

پہلا سفر بارہ سال کی عمر میں کیا تھا دوسرے سفر میں جب ابو طالب کا قافلہ
رہ کے کوہستان کے دامن میں پہنچا تو وہاں آپ نے پڑاؤ کیا۔ عیسائوں کا ایک بڑا
ہب بحیرا اُس جگہ اپنے گرجا میں رہتا تھا۔ اُس نے آپ کو دیکھا تو چونک کر ابو طالب
ے پوچھا یہ کون ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا میرا لڑکا۔ آپ سے پوچھا تمھارا مذہب
یا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے بزرگ بُت پرست ہیں۔ مگر میں نے کبھی بُتوں کے آگے
ر نہیں جُھکایا۔ پھر اُس نے سوال کیا تم نے یہودیوں کی آسمانی کتاب پڑھی ہے؟
پ نے فرمایا میں اُمّی ہوں۔ بحیرا چلا گیا مگر کچھ دیر بعد پھر آیا اور ابو طالب سے کہا
پ تو کہتے تھے یہ میرا بیٹا ہے اسے تو یتیم ہونا چاہئے۔ اُنھوں نے کہا ہاں یہ یتیم اور
را بھتیجا ہے۔ یہ سُن کر اُس نے آپ کی پُشت دیکھی تو وہ نشان نظر آیا جو مُہرِ نبوت
ے متعلق اُس نے آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا۔ اُس نشان اور آپ کے چہرہ کو
یکھ کر ابو طالب سے کہا کہ اِس بچّہ کا بہت خیال رکھئے۔ میں اس میں ایسی نشانیاں
یکھتا ہوں جو آسمانی کتابوں میں آنے والے پیغمبر میں بتائی گئی ہیں۔ یہودیوں سے

اس کی حفاظت کیجیے

کعبہ کی تعمیر پانچویں دفعہ آنحضرت کے لڑکپن کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ ایک عورت خوشبو کی دھونی غلاف کو دے رہی تھی کہ چنگاری اُڑ کر غلاف پر جا پڑی کعبہ میں آگ لگ گئی اور دیواریں گر پڑیں۔ مرمت کعبہ میں سب قومیں اور قبیلے نے حصہ لیا۔ آنحضرت بھی پتھر مٹی ڈھو رہے تھے۔ اور بارہ تیرہ سال کی عمر تھی آنحضرت کے چچا عباس نے اس خیال سے کہ ٹوکری میں بوجھ زیادہ تھا تکلیف بھتیجے کا تہمد کھول دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب اس عمر کے لڑکوں کے لئے تہمد ضروری نہیں سمجھتے تھے شرم کا یہ عالم تھا کہ تہمد کھلتے ہی غش آگیا اور اُس وقت تک زمین پر پڑے رہے جب تک تہمد نہ باندھ دیا گیا۔

غیرت اور حیا ہی نہیں۔ رحمدلی مسکینی۔ سادگی۔ وعدہ وفائی۔ راست گوئی اہل مکہ آپ کی ذات میں دیکھ رہے تھے۔ اور دیانت و امانت اور حسن معاملہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ "الامین" (بے حد معتبر) کہنے لگے۔

فجار کی لڑائیاں

قریش کے دو قبیلوں کنانہ اور ہوازن میں ا... زمانہ میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ آخری لڑائی میں ... آپ پندرہ برس کے تھے۔ ابوطالب کے ساتھ آپ نے شرکت کی مگر کسی پر ... نہیں کیا۔ تیر اُٹھا اُٹھا کر آپ اپنے چچا کو دے دیتے تھے۔ بعض مورخین لکھ... ہیں یہ لڑائیاں قریش اور قیس کے قبیلہ میں ہوئیں۔

جوانی

مکہ کے نوعمر جب فتنہ و فساد۔ شراب اور جوئے میں اپنا وقت گ... اور نوجوان لہو و لعب اور ناچ رنگ میں مبتلا ہو گئے تو آپ ا...

چچا ابولہب کی بھیڑ بکریاں مکّہ کی وادیوں میں چرانے جایا کرتے اور وجود باری پر غور فرمایا کرتے تھے۔ اُس زمانہ کا ایک واقعہ خود بیان فرمایا تھا کہ میں نے ایک دن اپنے چرواہے ساتھی سے کہا آج تم میری بکریوں کا خیال رکھنا میں شہر جاکر دیکھوں کہ جوان کس طرح راتیں مناتے ہیں۔ میں ایک گلی میں پہنچا تو کسی کے ہاں شادی تھی اور ناچ گانا ہو رہا تھا۔ اندر جانا چاہا تو نیند معلوم ہوئی۔ ایک پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گیا! آنکھ کھلی تو سورج نکل رہا تھا۔ دوسری رات شہر جانا چاہا مگر نیند کا غلبہ تھا سڑک ہی پر سو گیا۔ پھر کبھی ایسا خیال نہ آیا۔

کعبہ کی مرمت ختم ہو چکی ہے۔ اب صرف حجر اسود کو کھڑا کرنا ہے ہر شخص کی دل آرزو ہے کہ یہ عزت میں حاصل کروں۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ تلواریں میان سے نکل آئیں۔ اتفاق سے آپ کا گزر ادھر سے ہوا تو سب پکار اُٹھے۔ ھذا الامین رضینا ھذا محمدؐ لو یہ امین (بے حد معتبر شخص) آگیا۔ یہ محمد ہے۔ جو فیصلہ کر دے ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ آپ سے فیصلہ کے لئے کہا گیا۔ تو آپ نے ایک بڑی سی چادر بچھا کر پتھر اس پر رکھ دیا اور کہا ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو پکڑ لے ہر قوم کی نمائندگی ہو جائے گی۔ اسی طرح جب پتھر جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ تو آپ نے سب کی اجازت سے نصب کر دیا۔ اُس وقت آنحضرت تیئس ۲۳ سال کے تھے۔

بی بی خدیجہ کی ملازمت

لڑکپن میں آپ بکریاں چراتے تھے۔ نوجوانی میں مکّہ کے تاجروں کے ہاں بن مزدوری کا کام کیا۔ ان کا مال لے کر آپ نے یمن اور نجد۔ عمّان اور فلسطین کی ہوگی تجارتی منڈیوں کا سفر بھی کیا تھا۔

بڑہ لیا اتی تھیں۔

مگر اُنھوں نے مدّت

ایک خیال یہ بھی ہے کہ آپ نے حبش کا سفر بھی کیا تھا اور نجاشی سے ملاقات ہوئی تھی اور اس خیال کو تقویت حبش کے متعلق آپ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ "ایک ایسے بادشاہ کا ملک ہے جس میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا" یہ وہ موقع تھا جب مسلمانوں نے حبش ہجرت کی تھی پھر آپ نے ایک سفارتی خط بھی جعفر طیار کو دیا تھا جو شاہ حبش کے نام تھا۔ ابو طالب کی مالی حالت خراب ہو چکی تھی کہ عرب میں کال پڑا اور ایسا سخت کہ دولت مند بھی چیخ اٹھے۔ ابو طالب بھی پریشان ہو گئے۔ اُن کا ذہن خویلد کی بیٹی خدیجہ کی طرف گیا۔ جو مکہ کی مشہور دولت مند خاتون تھیں اور جنھیں تجارت کے سلسلہ میں دیانت دار آدمیوں کی اکثر ضرورت رہتی تھی۔ ابو طالب نے اپنی بہن کی صلاح سے آپ کو خدیجہ کے ہاں ملازمت کر لینے کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ رضا مند ہو گئے۔ ابی الحمسا نے جو بعد میں صحابہ رسول ہو گئے بی بی خدیجہ کے ہاں آپ کی ملازمت سے قبل کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ "میں نے حضور سے وعدہ کیا تھا کہ فلاں فلاں وقت ملوں گا۔ اتفاق سے میں بھول گیا۔ دوسرے دن بھی یاد نہ رہا تیسرے دن میں مقررہ وقت پر پہنچا تو دیکھا حضور میرا انتظار فرما رہے ہیں"۔ منجملہ دوسرے واقعات کے ممکن ہے ایفائے وعدہ کا یہ واقعہ بھی خدیجہ بنت خویلد کے کان تک پہنچا ہو۔ آپ کے خلق اور راست بازی سے وہ باخبر تھیں اور جانتی تھیں کہ اہل مکہ آپ کو الامین کہتے ہیں۔ انھوں نے بے تامل آپ کو ملازم رکھ لیا۔

جوانی ازدواج اور کوہ حرا

ملازمت کے چند روز بعد ہی خدیجہ بنت خویلد نے آپ کو سامان تجارت دے کر بصرہ کی طرف روانہ کیا اور اپنے غلام میسرہ کو ... ہیں۔ ... آپ کے کسی معاملہ میں دخل نہ دینا اور جو جو کچھ دیکھو آ کر ...

ن کرنا میسرہ کو ساتھ لے کر آپ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے اور بصرہ سے چند میل
لے ایک مقام پر رات گذارنے کے لئے قافلہ اتر پڑا۔ قریب ہی ایک جھونپڑی تھی جہاں
ریت و انجیل کا ایک جید عالم نسطورہ رہتا تھا۔ یہ بحیرا کا جانشین تھا۔ وہ اپنی
جھونپڑی سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ اس وقت جب قافلہ کا ہر آدمی ہنس بول
رہا ہے۔ تن تنہا ایک شخص خاموش بیٹھا کسی فکر میں محو ہے۔ اس نے پوچھا یہ کون
شخص ہے۔ میسرہ نے حالات بتائے اور ساتھیوں نے آپ کے خلق اور حسن سلوک
کا ذکر کیا تو نسطورا نے تعجب سے کہا کہ یہ حالات تو آنے والے پیغمبر کے ہیں جس کی خبریں
ہماری کتابیں دے رہی ہیں۔ آدھی رات کے وقت وہ پھر جھونپڑی سے نکلا تو دیکھا
جب دنیا میٹھی نیند کا لطف لے رہی تھی۔ آپ عالم استغراق میں تھے۔ وہ آگے
بڑھا آپ کے چہرہ مبارک کو کچھ دیر دیکھتا رہا اور اپنی جھونپڑی میں قدوس قدوس
کہتا واپس چلا گیا۔

دوسرے دن قافلہ شہر پہنچا۔ مال کی خرید و فروخت ہوئی اور بی بی خدیجہ کا
مال بہت اچھے منافع پر فروخت ہو گیا اور قافلہ واپس مکہ آیا۔

بی بی خدیجہ سے نکاح

بی بی خدیجہ یہ تو پہلے ہی سمجھ رہی تھیں کہ محمد
معمولی شخص نہیں اب ادھر تو تجارتی مال میں
غیر معمولی منافع ہوا ادھر میسرہ نے راستہ کے واقعات سنائے۔ ان کے تین
شوہر یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور وہ دنیا سے متنفر سی ہو گئی
تھیں۔ وہ اکثر خانہ کعبہ جاتیں۔ خدا ترسی کی وجہ سے وہ طاہرہ کہلاتی تھیں۔
مکے کے بڑے بڑے سردار ان سے نکاح کے خواہشمند تھے مگر انھوں نے صاف

جواب دے دیا تھا لیکن آپ کے واقعات سفر سُن کر انھیں خیال ہوا کہ جن
کے آنے کی بشارت دی گئی ہے ممکن ہے وہ یہی ہوں اور اس سے بڑھ کر
کون سی خوش نصیبی ہو سکتی تھی کہ وہ رسول کی بیوی ہوں ۔ آپ کو سفر شام سے
واپس آئے تین ماہ گذرے تھے کہ انھوں نے اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعہ تحریک
نکاح کی ۔ جس نے جاکر آنحضرت سے گفتگو کی ۔ بی بی خدیجہ قریش تھیں ۔ رشتہ
چچا کی بیٹی تھیں ۔ اُس وقت اُن کی عمر چالیس سال تھی اور آپ ۲۵ سال کے
ابوطالب نے بی بی خدیجہ کی اجازت سے پانچ سو سکہ طلائی مہر پر خطبہ نکاح پڑھا
اس نکاح کی عظمت میں بی بی خدیجہ نے اپنی تمام لونڈیاں آزاد کر دیں صبح آپ نے
ذبح کر کے ولیمہ کیا ۔

اولاد بی بی خدیجہ سے رسول اللہ کے چھ بچے ہوئے دو لڑکے قاسم اور عبد
اور چار لڑکیاں زینب ۔ رقیہ ۔ اُم کلثوم اور فاطمہ زہرا ۔

زید زید بن حارث ایک غلام تھے بی بی خدیجہ کے ، جنھوں نے بڑی قیمت
پر خرید کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا ۔ آپ نے زید کو آزاد کر
مگر وہ آپ کا دامن شفقت چھوڑ کر نہیں گئے ۔ اُن کی آزادی کی خبر اُن کی قوم
وہ اپنے بچہ کو لینے کی غرض سے آئے ۔ جس شخص کو آنحضرت سے واسطہ پڑتا
آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا تھا ۔ زید نے چچا کے ساتھ جانے سے انکار
اور کہا میں اُس شخص کا دامن کس طرح چھوڑ دوں جو محتاجوں غریبوں مسکینوں
یتیموں کا سب سے بڑا مددگار ہے ۔ جس نے کبھی مجھے کوئی سخت لفظ نہیں کہا
بات کی نرمی سے جب کسی کام کو کہا محبت سے ۔ آپ نے جب یہ دیکھا کہ زید

لر بھی آپ سے جُدا ہونے اور اپنے چچا کے ساتھ جانے پر رضامند نہیں تو آپ
میں لے کر خانۂ کعبہ گئے اور خدا کی قسم کھا کر کہا یہ آج سے میرا بیٹا ہے چنانچہ زید
ں دن سے، زید بن محمد کہلانے لگے۔

بادت

- میاں بیوی کے تعلقات اس قدر خوشگوار تھے کہ کبھی کوئی ناگوار
واقعہ پیش نہیں آیا۔ شوہر امین تھے تو بیوی طاہرہ۔ بی بی خدیجہ
شوہر کی خدمت میں کوئی کسر نہ رکھی مگر اس کے باوجود جوں جوں وقت گذر رہا
ا۔ تلاشِ حق میں آپ کا انہماک ترقی کر رہا تھا۔ بتوں کے آگے کبھی آپ نے سر
جھکایا تھا۔ نہ جہالت کی کسی رسم میں شریک ہوئے تھے جب آپ پینتیس ۳۵ سال کے
ئے تو ستو کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کر اکثر جنگل پہاڑوں میں نکل
تے اور رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر مکہ سے دو میل دُور جبلِ نور پر جو آجکل
ل نور کہلاتا ہے اور جس کا نام بائبل میں ناران ہے غار حرا میں جو چار گز لمبا اور
لنا چوڑا اور آدمی کے قد سے اونچا ہے مراقبہ اور عبادت میں مصروف رہتے
ہاں تک کہ کئی کئی دن گذر جاتے۔

بوت

جب آپ چالیس[1] سال کے ہوئے تو (جولائی ۶۱۰ء میں) رمضان
کی ۲۷ تاریخ کو عبادت کرتے کرتے آنکھ لگ گئی تھی کہ غارِ حرا
وشنی سے جگمگا اُٹھا۔ حضرت جبرئیل آئے اور کہا "محمد پڑھو" خوف و ڈر سے آپ کا
سم کانپنے لگا۔ جواب دیا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" فرشتہ نے سینہ بھینچ کر کہا
ے پیغمبر قرآن وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا۔ اُسے اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو

[1] قمری حساب سے چالیس سال ساڑھے چھ ماہ اور شمسی حساب سے ۳۹ سال ساڑھے ۳ ماہ

ساری دُنیا کا پیدا کرنے والا ہے"۔ حضرت جبرئیل نے تین مرتبہ آپ کا سینہ کھینچا۔
قرآن کے باب ۹۶ سورہ علق آیت ۱ تا ۵) اقرا سے مَالَمْ یَعْلَمْ تک پڑھا کر غائب
آپ نے چاروں طرف دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔
حالت میں غار سے باہر آئے اور سیدھے گھر پہنچے۔ چہرہ زرد تھا اور جسم اب بھی کانپ
رہا تھا۔ بی بی خدیجہ سے آپ نے فرمایا "مجھے کپڑا اُڑھادو۔ میں ڈر گیا ہوں"۔
خدیجہ نے کپڑا اُڑھادیا۔ پھر آپ نے کل واقعہ سُنایا۔ بی بی خدیجہ نے کہا۔

"سارا عرب جانتا ہے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مسکینوں غریب
محتاجوں کی آپ نے ہمیشہ دستگیری کی۔ مہمانوں کی عزت۔ بیواؤں یتیموں کی
خدا آپ کو ضائع نہ کرے گا۔ آپ بالکل ہراساں نہ ہوں"۔

اُس کے بعد جب آپ سو گئے تو بی بی خدیجہ اپنے چچازاد بھائی ورقہ
نوفل کے پاس گئیں جو عیسائی ہو گیا تھا۔ اور عرب کا ایک زبردست عالم
اُس نے حالات سُنے تو کہا۔

"اے خدیجہ! جو فرشتہ تیرے شوہر کے پاس آیا وہ وہی ہے جو موسیٰ
پاس آیا تھا۔ بے شک تیرا شوہر پیغمبر ہے۔ محمد سے کہنا کہ استقامت کو ہاتھ سے
بی بی خدیجہ گھر آئیں اور جب آپ بیدار ہوئے تو ورقہ بن نوفل کی گفتگو
کی۔ چند روز بعد آپ اُس سے ملنے کے لئے خانہ کعبہ میں گئے اور سارے واقعات
سُنائے تو بے ساختہ اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "بشارت خداوندی پوری
ہوئی۔ اے محمد! تم خدا کے رسول ہو مگر تمہاری قوم تم کو بے وطن کرے گی اور
سخت اذیت پہنچائے گی"۔

آپ نے فرمایا "نہیں۔ نہیں۔ میری قوم مجھے کیوں ستائے گی۔ میں نے تو اس کے ساتھ کبھی کوئی برائی نہیں کی"۔

بی بی خدیجہ آپ کو تسلی تشفی دیتی رہیں کہ آپ بے خوف رہیں۔ آپ کو کوئی گزند پہنچے گا۔ زخمی دلوں پہ محبت کا مرہم آپ رکھتے ہیں مصیبت ماروں کے دکھ درد میں شرکت آپ کرتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے آپ چکاتے اور فتنے فساد آپ مٹاتے ہیں۔ آپ کی ایک ایک بات پر قوم کو اعتماد ہے۔ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچائے گی"۔

پہلے چار مسلمان

سب سے پہلے عورتوں میں بی بی خدیجہ بچوں میں حضرت علی ابن ابی طالب مردوں میں حضرت ابوبکر اور خادموں میں زید بن حارث بے تامل اور بے شک وشبہ آپ پر ایمان لائے۔ کسی شخص کے کردار کے متعلق اُن لوگوں سے زیادہ صحیح رائے کس کی ہوسکتی تھی جن سے ہر وقت سابقہ پڑتا یا پھر اکثر واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ حضرت خدیجہ بیوی تھیں۔ اور شوہر کے متعلق رسالت کا خیال ذہن میں لئے ہوئے پورے پندرہ سال سے ایک ایک بات کا مطالعہ گہری نظر سے کر رہی اور دیکھ رہی تھیں کہ غلط بات کبھی زبان سے نکالی ہی نہیں۔ حضرت علی بچے تو بچے مگر جانتے تھے کہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اور سارا مکہ آپ کو صادق مانتا اور امین کہتا ہے۔ حضرت ابوبکر دوست تھے اور عمر میں دو سال چھوٹے۔ ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے والے۔ بیسیوں معاملے پڑے تھے طویل مدت کا تجربہ تھا راست بازی سے باخبر۔ حق گوئی سے واقف ۔۔ حضرت زید بن حارث آپ کے اخلاق وکردار سے اس قدر متاثر تھے کہ چچا کے ساتھ جانا منظور نہ کیا اور آزادی پر آپ کی غلامی کو ترجیح دی۔ ایک آدھ دفعہ ہی اور نہیں

مذاق ہی میں سہی کبھی کوئی غلط بات کہی ہوتی تو کچھ تامل بھی ہوتا۔ اِدھر زبان سے نکلا اور اُدھر چاروں نے رسالت پر یقین کر لیا۔

حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر کے ذریعہ تبلیغ

حضرت خدیجہ قریش کی بہت معزز اور نہایت نیک خاتون تھیں اور خواتین میں اُن کا بہت اثر تھا۔ اُن کے ذریعہ آنحضرت کے چچا حضرت عباس کی بیوی اُم الفضل حضرت ابوبکر کی بیٹی اسمار حضرت عمر کی بہن فاطمہ اور حضرت جعفر طیار کی بیوی اسما بنت عمیس مسلمان ہوئیں۔

حضرت ابوبکر کو قریش میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ اور سب اُن کی فہم و فراست کو مانتے تھے۔ دولت مند تھے۔ مگر ساتھ ہی فراخ حوصلہ، سیر چشم فیاض۔ ماہر انساب تھے۔ اور اہل مکہ کی نہایت باثر شخصیت۔ خدا کے پیغمبر کی پیغام بری اُنھوں نے بڑی دلسوزی اور جانفشانی سے کی۔ اُنھیں کی ترغیب سے حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت عبیدہ بن جراح۔ حضرت سعد بن وقاص۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جلیل القدر اصحاب نے اسلام قبول کیا۔

ابتدائی تین سال

ابتدائی تین سال میں آپ خاموشی اور رازداری کے ساتھ تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ ابتدا میں اسلام قبول کرنے والوں کو قریش کی مخالفت کا شدید خوف تھا۔ اس لیے وہ یا تو گھر پر نماز پڑھتے یا آپ کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں جا کر کفار سے چھپ کر

خدائے واحد کے دربار میں سربسجود ہوتے۔

علانیہ تبلیغ اور دعوت اسلام

مسلمانوں کی تعداد میں ایک ایک کر کے اضافہ ہو رہا تھا اور ابتدائی تین سال ختم کے قریب تھے کہ شدہ شدہ نئے مذہب کی خبریں قریش کے کان تک پہنچنی شروع ہوگئیں۔ اُن کے کان تو ضرور کھڑے ہوئے مگر اُن کے مذہبی پیشواؤں نے کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے بتوں کو جن کے لئے عرصہ طویل سے وہ زبردست قربانیاں کرتے چلے آرہے تھے۔ کافی سمجھا۔ تین سال گذر چکے تھے۔ وحی اس عرصے میں نہیں آئی تھی ایک دن جنگل اور پہاڑ سے آنحضرت گھر لوٹے تو چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اس وقت وحی نازل ہوئی۔

"اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑے ہو اور ڈراؤ (کافروں کو) اور بڑائی بیان کرو اپنے رب کی۔ اور پاک رکھو اپنے کپڑوں کو۔ اور دُور رہو بتوں سے۔ اور کسی کو اس نیت سے نہ دو کہ زیادہ وصول کرو"[1]

اب آپ نے مشرکین مکہ کو دعوتِ اسلام علانیہ دینی شروع کر دی۔ تو سورۂ حجر کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"جس بات کے پہنچانے کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اُسے صاف صاف بتا دو۔ اور مشرکین (کے شامل نہ کی) پرواہ نہ کرو یہ جو مذاق اُڑاتے ہیں اور خدا کے سوا دوسرا معبود ٹھیراتے ہیں۔ ان سے تمھاری حفاظت کرنے کے لئے ہم کافی ہیں۔

---

[1] یایھا المدثر۔ قم فانذر۔ وربک فکبر۔ وثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر۔ ولا تمنن تستکثر۔ (سورہ مدثر آیت ۱ تا ۶)

ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس ہنسی اڑانے کا انجام کیا ہے[1]

پھر اُس زمانہ میں حکم ہوا کہ (سورہ شعرا آیتیں ۲۱۴ تا ۲۱۷) سب سے پہلے اپنے کنبہ والوں کو ڈراؤ اور جو لوگ مسلمان ہو کر سیدھی راہ پر چلیں اُن سے محبت سے پیش آؤ اور اگر تمھاری بات نہ مانیں تو کہہ دو کہ میں تمھارے افعال سے ناراض ہوں اور خدائے قادر و رحیم پر بھروسہ رکھو"

آپ نے عبدالمطلب کے تمام خاندان کو کھانے پر بلایا اور کھانے کے بعد دعوتِ اسلام دی۔ آپ کے چچا ابو لہب نے بیچ میں دخل دے کر سب کو بھگا دیا۔ دوسرے دن آپ نے پھر دعوت کی اور جب سب کھانا کھا چکے تو پھر ایمان لانے کی تلقین کی مگر وہ لوگ مذاق اُڑاتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ آ... ۶۱۳ء میں ایک دن آپ کوہ صفا پر گئے اور ایک ایک قبیلہ کو نام بنام پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ان سے اس طرح خطاب فرمایا۔

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

قریش نے کہا "کیوں نہیں۔ تم نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی۔ ... سچے ہو۔ ہم تمھاری کسی بات کو نہ جھٹلائیں گے"

آپ نے فرمایا "تو یقین کر لو کہ خدا ایک ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں ... غیر کی پرستش چھوڑ دو۔ خدا نے ہی مجھے ہدایت کی ہے کہ میں سب سے پہلے ...

---

[1] فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین۔ انا کفینٰک المستھزئین الذین یجعلون مع اللہ الٰھاً اٰخر فسوف یعلمون (قرآن مجید سورہ حجر آیت ۹۴-۹۵-۹۶)

لنبہ کو بتادوں اگر تم لوگ ایمان نہ لائے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا۔"
بُت پرست اہل قریش کو یہ سُن کر بہت غصّہ آیا۔ خصوصاً ابولہب چراغ پا ہوگیا اُس نے کہا اللہ تجھ کو برباد کرے، کیا تو نے ہم سب کو اس لئے جمع کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی تمام قریش بھی بُرا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔
مجنہ۔ عکاظ۔ ذوالمجاز کے میلے ہوتے یا شادی بیاہ کا اجتماع، جہاں کوئی مجمع نظر آتا آنحضرت جاتے اور وعظ کہنے لگتے اور قرآن کی آیتیں سُناتے۔ سننے والوں میں جس پر اثر زیادہ ہوتا وہ مُسلمان ہوجاتا مگر کثرت اُن کی تھی جو بُرا بھلا کہتے۔ سب سے زیادہ دشمنی کفّار کو قرآن مجید سے تھی کہ اُس کا اثر عورتوں اور بچّوں پر نہ ہو۔

قریش کی مخالفت

عرب بھر میں سب سے محترم شہر تھا مکّہ جہاں کعبہ کی وجہ سے ہر سال حجاج سارے ملک سے آتے تھے اور مکہ بھر میں سب سے مقتدر اور معزز خاندان تھا قریش کا۔ حجاج کی خدمات اور کعبہ کے عہدے سب اسی خاندان کے سُپرد تھے۔ اس لئے قدرتی طور پر قریش کو یہ خیال گزرا کہ محمد کا مذہب اگر مکّہ میں پھیل گیا تو کعبہ ہمارے ہاتھ سے نکل کر خاندانی وقار اور آبائی بزرگی سب چوپٹ ہوجائے گی۔ اس خطرہ کے پیش نظر اہل قریش نے اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور آنحضرت کو جسمانی اذیتیں پہنچانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔
عبد شمس کے پوتے ربیعہ کے بیٹے عتبہ کو جو معاویہ کا نانا تھا اور تمام قبائل میں جس کا اثر تھا اہل قریش نے اپنا نمائندہ بنا کر آنحضرت کی خدمت

میں بھیجا اُس نے آپ سے کہا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔ اگر دولت کی ضرورت ہو تو ابھی تمھارے سامنے ڈھیر لگا دیا جائے گا۔ اگر شادی کرنی چاہتے ہو عرب کی حسین سے حسین دس لڑکیاں بلا تاخیر تمھیں مل سکتی ہیں۔ بڑے سے بڑے گھرانوں میں تمھارا رشتہ آج ہی طے ہو جائے گا۔ اگر مکہ کی حکومت تم چاہتے ہو تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ غرض تمھاری جو بھی خواہش ہے بیان کرو فوراً پوری کی جائیگی مگر ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ تم ہمارے بتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں بُرا کہو۔"

آپ نے جواب دیا کہ "مجھے تو کسی چیز کی بھی خواہش نہیں میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ عبادت کے لائق صرف ذات واحد ہے۔ اُسی ایک خدا کی عبادت کرو اور بُت پرستی سے باز آؤ۔"

قریش کے بڑے بڑے سردار رُتبے میں جتنے بڑے تھے بُرائیوں میں اتنے ہی ایک دوسرے سے آگے۔ بُت پرست اور ضعیف الاعتقاد تو خیر سب ہی تھے کوئی لوٹ مار اور دنگا فساد میں ماہر تھا تو کوئی شراب خوری اور قمار بازی میں۔ کوئی ایک دو در سُود سے اپنی دولت بڑھا رہا اور غریب کا خون چوس رہا تھا۔ کوئی ناچ رنگ اور لہو لعب میں زیادہ نامور تھا۔ غلط بات کہنے اور بات بات میں چھوٹی قسمیں کھانے میں اگر کسی کا جواب نہ تھا تو کوئی بدکاری بے حیائی میں زیادہ مشہور تھا۔ قرآن مجید جو وقتاً فوقتاً رسول عربی پر نازل ہو رہا تھا اس میں ان برائیوں کی مذمت کی جا رہی تھی۔

"تم کسی ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھاتا ہو، بے وقعت ہو۔ طعنے دیتا ہو۔ چغلیاں کھاتا ہو۔ نیک کام سے روکتا ہو۔ حد سے گذرنے والا۔ اور گنہ کرنے والا۔" (سورۂ قلم)

آنحضرت سے براہ راست گفتگو کا، جو عتبہ بن ربیعہ نے کی تھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آپ کے چچا ابو طالب سے قریش نے شکایت کی۔ ایک دفعہ کی نہ دو دفعہ کی۔ تین دفعہ کی۔ عبد المطلب کے آخری الفاظ پیش نظر رکھنے کے علاوہ انھوں نے خود بھی تو بڑی محبت اور شفقت سے یتیم بھتیجے کو بچہ سے جوان کیا تھا ایک دن جب قریش آپ کو بہت برا بھلا کہہ رہے تھے۔ ابو طالب کا خون جوش میں آگیا۔ اور انھوں نے کہا "جو ہاتھ برے ارادے سے میرے بھتیجے کی طرف بڑھے گا اسے توڑ ڈالوں گا" اور پھر آپ کو بلا کر کہا۔

"بیٹا! چھوڑ دو یہ باتیں نتیجہ اچھا نہ ہوگا"

یہ وہ وقت تھا کہ ابو طالب کی مالی حالت خراب ہو چکی تھی۔ اور وہ قریش کی مخالفت خرید کر نان شبینہ کو محتاج ہو جاتے مگر انتہائے محبت میں وہ بھتیجے کی حمایت لئے بغیر نہ رہ سکے۔ اہل قریش پھر ایک دن ابو طالب کے پاس آگئے اور بڑی تعداد میں۔ ابو طالب سمجھ گئے کہ کیوں آئے ہیں اور کثیر تعداد دیکھ کر گھبرائے انھوں نے آپ کو بلا کر کہا "سنو بیٹے یہ کیا کہتے ہیں اور سمجھ کر جواب دو"

آپ نے پوچھا "کیا چاہتے ہیں آپ لوگ" تو انھوں نے کہا "ہم اپنے بتوں کی برائی نہیں سن سکتے نہ یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ ان کی تعظیم میں فرق آئے۔ تم یہ باتیں چھوڑ دو اور اس کے بدلے میں ملک کی حکومت، دمینداری جیبن سے

حسین لڑکی سے شادی یا جو کچھ تم کہو ہم اس کی تعمیل کیے دیتے ہیں۔"
آپ نے ابوطالب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔
"چچا جان خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے سیدھے ہاتھ میں سورج اور اُلٹے میں چاند لاکر رکھ دیں تو بھی میں اپنے ارادہ (تبلیغ اسلام) سے ہٹنے والا نہیں"
بڑبڑاتے، چیختے چلاتے۔ قریش واپس چلے گئے تو ابوطالب نے بھتیجے کو کلیجہ سے چمٹا کر کہا "کوئی شخص تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا۔"

روحانی وجسمانی تکالیف

شرک اور بُت پرستی جن کا ایمان تھا، شراب جن کی گھٹی میں پڑی تھی۔ قتل و غارت گری کی فضا میں جن کا نشوونما ہوا تھا بدکاری اور بے غیرتی کے ماحول میں جو سانس لیتے تھے۔ وہ قریش اب آپ کے مخالف ہو گئے۔ جس طرح ہر قبیلے اور ہر خاندان کا ایک بُت تھا۔ اسی طرح گھر گھر شاعری کا چرچا تھا اور شعراء اپنی نظموں میں دل کھول کر آنحضرت کو گالیاں دیتے تھے۔ اُن کے اشعار کا مفہوم یہ تھا کہ آپ کا ڈھونگ رچا رہے اور غریبوں کو اُلّو بنا رہے ہیں۔ جس کی امانت کی قسمیں کھاتے۔ جس کی صداقت پر یقین رکھتے تھے اب اس کو کاہن۔ جادوگر۔ پاگل۔ مجنوں کہنے لگے۔ کبھی کہتے کہ اگر واقعی سچے نبی ہو تو معجزے دکھاؤ۔ زمین سے چشمے اُبلیں۔ کھجوروں کے باغ برآمد ہوں۔ تم سچے نبی ہو تو یہ مکان بجائے اینٹ پتھروں کے سونے کا کیوں نہیں بنا لیتے۔ لفنگوں کی طرح اسی طرح کے فقرے کستے اور باتیں بناتے رہتے تھے۔ قریش کی اس ذہنیت پر آنحضرت کو روحانی اذیت ہوتی

کر صبر و ضبط سے کام لیتے۔

رسول عربی کی دو بچیوں رقیہ اور اُم کلثوم کا نکاح آپ کے چچا ابولہب کے لڑکوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئی تھی۔ کوہ صفا پر قریش سے جب آپ نے خطاب کیا تھا اور ابولہب کو سخت ناگوار گذرا تھا تو وہ اور اُس کی بیوی اُم جمیل اس فکر میں رہنے لگے کہ محمد سے جو ہمارے بتوں کو بُرا کہتا ہے اور جس نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے بدلہ لیا جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے آپ کی دونوں بچیوں کو اپنے لڑکوں سے کہہ کر طلاق دلوا دی۔ مگر آپ کے پائے استقامت میں ہلکی سی بھی جنبش نہ آئی۔ جب قریش نے دیکھا کہ ہر داؤں خالی جا رہا ہے۔ تو جسمانی اذیتیں پہنچانی شروع کر دیں جن میں ابوطالب اور بی بی خدیجہ کے بعد شدت کا اضافہ ہو گیا۔ جس راستے سے آپ کا گذر ہوتا وہاں رات کو گڑھے کھود کر لمبے لمبے کانٹے بچھائے جاتے اور اوپر سے گھانس پھونس ڈھانک دیا جاتا اور علی الصبح جب آپ نماز فجر پڑھنے باہر نکلتے تو کانٹے آپ کے پاوؤں کے آر پار ہو کر خون بہہ جاتا۔ کبھی آپ پر اینٹیں اور پتھر مارے جاتے اور سر اور پیشانی سے خون کا فوارہ جاری ہو جاتا۔ اکثر ایسا ہوا کہ آپ نماز پڑھتے تو ہنسی اُڑائی جاتی ٹھٹھے لگائے جاتے اور جب آپ سجدے میں ہوتے تو پیٹھ پر اونٹ کی اوجڑی رکھ دیتے اور گلے میں انتڑیاں ڈال دیتے۔ ایک دفعہ آپ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوحکم یعنی ابوجہل کے اُکسانے پر عقبہ بن ابی لعیط اونٹ کا پچھا اُٹھا لایا جب آپ سر بسجود ہوئے تو پیٹھ پر رکھ دیا۔ سب نے خوب

قہقہے لگاتے۔ بی بی فاطمہ کو معلوم ہوا گو کم عمر تھیں مگر آکر بوجھ ہٹا یا۔ باہر نکلتے سڑکوں پر کھیلنے والے لڑکے غل شور مچاتے۔ خاک مٹی روڑے جو ہاتھ آتا پھینکتے پیچھے پیچھے چلتے۔ ایک دن کئی قریش آپ پر ٹوٹ پڑے اور عقبہ ابن ابی معیط نے ایک کپڑا آنحضرت کی گردن کے گرد ڈال کر بل دے کر کھینچنا شروع کیا۔ تو ابوبکر اُدھر آنکلے اور یہ کہہ کر لوگوں سے نجات دلوائی

"ارے ظالمو! تم صرف اِس وجہ سے انھیں مار ڈالنا چاہتے ہو کہ خدائے واحد کی طرف تمھیں بلاتے ہیں"۔

آنحضرت کو چھوڑ کر قریش نے ابوبکر کو مارنا شروع کر دیا۔

مسلمانوں پر مظالم

بلال حبشی (جو بعد میں رسول اکرم کے مؤذن ہوئے ہیں) اُمیہ بن خلف کے غلام تھے اُن کا مالک چلچلاتی دھوپ میں ان کو جلتی جھلستی ریت پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر اسلام چھوڑنے کو کہتا۔ مگر خدائے واحد کا نام اُن کی زبان پر ہوتا۔ امیّہ ان کے گلے میں رسّی ڈال دیتا اور لڑکے انھیں گھسیٹتے پھرتے۔

خبّاب بن الارت ساتویں مسلمان تھے۔ کوئلے دھکا کر اُن پر انھیں چت لٹایا گیا تھا اور ایک شخص سینہ پر کھڑا ہو گیا تھا۔ کوئلے بجھ گئے مگر اللہ ہی اللہ کہتے رہے۔ کئی سال بعد حضرت عمر کو اُنھوں نے پیٹھ دکھائی بالکل سفید تھی۔

حضرت عمار بن یاسر بالکل ابتدا کے مسلمانوں میں تھے ان کو جلتی جھلستی ریت پر لٹا کر اِس قدر کوڑے مارے جاتے کہ بے ہوش ہو ہو جاتے۔

حضرت ابوفکیہ کے آقا کو جب معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے تو وہ اُن کے
پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر جلتی جھلستی ریت میں لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔
حضرت عمر اپنی لونڈی لبینہ کو مارتے مارتے تھک جاتے۔ زنیرہ لونڈی کو
ابوجہل نے اس قدر مارا تھا کہ آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ نہدیہ اور ام عبیس دو
لونڈیوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی سخت سزائیں دی گئیں۔

ان لونڈیوں اور حضرت بلال کو بڑی بڑی قیمتیں دے کر حضرت ابوبکر نے
خرید لیا تھا۔ وہ جس وقت ایمان لائے تھے اُن کے پاس اُس وقت چالیس
ہزار چاندی کے سکے تھے۔ جب مدینہ ہجرت کی تو صرف پانچ ہزار رہ گئے تھے۔

کفارِ مکہ نے یہ مظالم تو اُن پر توڑے جو غلام اور لونڈیاں تھیں۔ اونچے
درجہ کے لوگوں کو بھی تکلیفیں پہنچانے سے باز نہ آئے۔ حضرت عثمان بہت
دولتمند شخص تھے۔ اُن کو قبولِ اسلام کی سزا اُن کے چچا نے یہ دی کہ جب
اُن کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع ہوئی تو اس قدر مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔
حضرت زبیر بن العوام کو اُن کے چچا چٹائی میں لپیٹتے اور ناک میں دھواں
دیتے تھے۔

ہجرتِ حبش ۵ نبوی (۶۱۵ء)

کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اُن کے مظالم حد سے گذر چکے تھے۔ کون سی سنگدلی تھی
جس سے انھوں نے کام نہ لیا اور کون سی تکلیف تھی جو خدائے واحد کی پرستش
اور رسول کا کلمہ پڑھنے کی سزا میں انھیں نہیں پہنچائی گئی؟ اُن کی جانیں بھی

ہر وقت خطرہ میں تھیں اور اُن کا دین بھی ۔ آنحضرت دشمنوں کی تکلیف بھی
سکتے تھے پھر بھی تو مسلمان تھے اور اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی توہین بر
کر رہے اور سخت سے سخت مصائب اُٹھا رہے تھے ۔ آپ کو اپنی جان کی
نہ تھی یقین تھا کہ جس کی طرف ان مشرکوں کو بلا رہا ہوں وہی سب سے
حفاظت کرنے والا ہے ۔ مگر مسلمانوں کو آئے دن جن پریشانیوں اور تکلی
کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اُن کو پیش نظر رکھ کر آپ نے مسلمانوں سے کہ
پناہ کی جگہ چلے جاؤ ۔ ملک حبش کو عرب نجاشی کہتے تھے ۔ وہاں کا باد
اصحمہ تھا تو عیسائی مگر انصاف پسند اور نیک دل ۔ آپ نے وہاں پناہ
کے لئے کہا ۔ اور نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں پہلی کھیپ
مسلمانوں کی ایک جہاز میں بیٹھ کر حبش روانہ ہو گئی ۔ چار مہاجروں نے
بیویوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا ۔ اُن مہاجرین میں حضرت عثمان بن عف
ان کی بیوی بی بی رقیہ بھی تھیں جو آنحضرت کی صاحبزادی تھیں اور
سودہ بھی تھیں جو بی بی خدیجہ کے بعد آنحضرت کے نکاح میں آئی
اور بی بی اُم سلمہ اور اُن کے پہلے شوہر ابو سلمہ بھی تھے ۔ اس طرح گیا
تھے اور چار عورتیں ۔ قریش کو خبر ہوئی تو اُنھوں نے اپنے آدمی دوڑا
ان لوگوں کو واپس لائیں مگر جہاز جا چکا تھا ۔ اب اُنھوں نے عبداللہ
ربیع اور عمر ابن عاص کو حبش بھیجا کہ مسلمانوں کے خلاف وہاں زہر
اور جو مسلمان وہاں پہنچے ہیں اُنھیں ملک سے نکال دیا جائے ۔ اُن
نے حبش پہنچ کر درباریوں کو تحائف دیئے اور بادشاہ سے مل کر مسلما

ف اُس کے دل میں نفرت و حقارت کے بیج بونے کی کوشش کی مگر دوسر
اُس نے مسلمانوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے کونسا دین اختیار کیا ہے؟
ضرت جعفر بن ابی طالب نے کہا۔

"اے بادشاہ! ہم ایک جاہل اور ذلیل قوم تھے۔ پتھر کی مورتیوں کو پوجتے
ر کھاتے اور بے غیرتی سے بے حیائی کے کام کیا کرتے تھے۔ ہم میں ایک شخص
اہوا جس کی صداقت۔ متانت۔ امانت۔ دیانت سے ہم پہلے سے واقف
ی اُس نے ہمیں بتایا کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ روزے رکھو۔ نماز
ھو۔ اور سچ بولو۔ عورتوں کی پاکدامنی کا احترام کرو۔ آپس میں کسی کا خون نہ
اؤ کسی بے قصور کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ہم نے بُرے کاموں سے توبہ کر لی اور
ب ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ بس صرف اس وجہ سے ہماری قوم ہماری
من ہو گئی اور ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتی ہے۔ اے بادشاہ! ہم تیرے
ضاف کا شہرہ سُن کر تیرے ملک میں پناہ لینے آئے ہیں اور یہ لوگ چاہتے ہیں
ہ ہم کو یہاں سے نکال دیا جائے اور ہم پھر گمراہ ہو جائیں۔"

نجاشی نے کہا "تمہارے نبی پر جو کتاب اُتری ہے کہیں سے پڑھو۔"
حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ نجاشی آبدیدہ ہو کر
ولا "لاریب یہ اللہ کا کلام ہے۔"

مکہ کے سفراء سے کہا "تم جاؤ، ہم ان پناہ گزینوں کو واپس نہیں کر سکتے۔"
دو سال بعد یعنی نبوت کے ساتویں سال پھر ۸۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں
نے حبش جا کر پناہ لی۔ بعض مورخین لکھ رہے ہیں کہ حضرت جعفر نے نجاشی

کے دربار میں تقریر ۶ ہجری میں نہیں ۸ ہجری میں کی تھی۔

حمزہؓ اور عمرؓ کا قبول اسلام ۶ نبوی سنہ ۶۱۵ء

ایک دن آنحضرت خانۂ کعبہ میں خاموش بیٹھے یاد الٰہی میں مست تھے کہ ابوجہل بن ہشام آگیا جس کا قریش کے سرداروں میں بڑا رتبہ تھا۔ وہ قریب آیا اور لگا گالیاں دینے۔ بدتر سے بدتر جو الفاظ ہو سکتے تھے وہ اُس نے کہے اور پھر ایک پتھر کھینچ کر اِس زور سے کنپٹی پر مارا کہ خون بہنے لگا۔ آپ اُس کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہؓ[1] کی لونڈی بھی اتفاق سے وہیں موجود تھی۔ حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے اور لونڈی نے واقعہ سُنایا تو غصہ سے اُن کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اُسی حالت میں تیر کمان لے کر ابوجہل کے پاس پہنچے اور کہا:

"مردود یہ نہ سمجھیو کہ محمد کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔ اب تیری یہ جرأت ہو گئی کہ اُسے لہولہان کر دیا"

یہ کہہ کر زور سے ابوجہل کے سر پر کمان ماری اور کہا۔

"سُن ابوجہل میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اللہ ایک ہے اور محمد اس کا سچا رسول ہے"

حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے کے تین دن بعد حضرت عمر آنحضرت کو قتل کرنے کے ارادہ سے ننگی تلوار ہاتھ میں لئے نکلے۔ یہ معمولی آدمی نہ تھے۔ سارا عرب عمر کے نام سے تھراتا تھا۔ ابوجہل اور عمر مکہ کے سب سے جری سردار تھے۔

---

[1] حضرت حمزہ آپ کے چچا آپ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے کیونکہ ان کو بھی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا اور خالہ زاد بھائی بھی کیونکہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہیب بی بی آمنہ بنت وہب کی پھوپی زاد بہن تھیں۔

باقر سے (بحار الانوار ج میں) یہ روایت ہے کہ رسول عربی نے دعا کی تھی کہ
"الٰہی ہشام کے بیٹے ابوجہل یا خطاب کے بیٹے عمر سے اسلام کو غلبہ عنایت کر"[1]
قریش کی کوئی تجویز کوئی صلاح کوئی کوشش کوئی ترکیب کارگر نہ ہوئی اور
مانوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ حضرت حمزہ کے اسلام نے انھیں اور
زیادہ برافروختہ کر دیا تھا۔ جس دن آنحضرت نے ابوجہل یا عمر کے مسلمان ہونے کی
دعا کی تھی اسی دن آنحضرت کو قتل کرنے کی غرض سے جلسہ کیا گیا اور ابوجہل نے
اعلان کیا کہ "جو شخص محمد کا سر لائے گا اُسے میں اپنی طرف سے سو جوان اونٹ
اور ہزار اوقیہ چاندی کا انعام دوں گا" عمر کی موجودگی میں کس کی ہمت ہو سکتی تھی۔
کھڑے ہوئے اور کہا "محمد کا سر ابھی لے کر آتا ہوں"
خون اُن کی آنکھوں میں اُتر رہا اور تلوار سے ٹپک رہا تھا۔ غصہ میں بھرے
ہوئے چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں نعیم بن عبداللہ نے دیکھا اور پوچھا "خیر تو
ہے کہاں جا رہے ہو؟"
کہا "محمد کا سر اُڑانے"
نعیم نے کہا "اُن کا سر تو بعد میں اُڑانا پہلے اپنی بہن کی تو خبر لو کہ وہ
بھی مسلمان ہو چکی ہے"
یہ سنتے ہی حضرت عمر اپنی بہن اُم جمیل فاطمہ بنت خطّاب کے ہاں گئے۔
وہ اور اُن کے شوہر سعید بن زید اسلام لا چکے تھے اور اِس وقت تلاوت کر رہے
تھے۔ عمر کی آواز سُن کر دونوں ڈر گئے۔ اور قرآن مجید کے اجزا چھپا دیے۔

---

[1] اللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔
یہ حدیث ابن عمر سے بھی ہے اور ابن عباس سے بھی۔ (ترمذی)

حضرت عمر نے بہن سے پوچھا "کیا پڑھ رہی تھیں"۔ اُنھوں نے کہا "ہم
کر رہے تھے"۔ حضرت عمر نے کہا "نہیں۔ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟" بہنوں
کہا "ہاں"۔

یہ سُننا تھا کہ بہنوئی کو لپٹ گئے اور خوب مارا۔ بہن بچانے آئیں تو
بھی مارا۔ اور دونوں کو اس قدر مارا کہ خون بہنے لگا۔ بہن نے کہا "جو تیرا جی
کر مگر پہلے دیکھ تو لے کہ ہم کیا پڑھ رہے تھے"۔ غصہ میں بھرے ہوئے تھے
"اچھا پڑھ کیا پڑھ رہی تھی"۔

پھر کہا "لا مجھے دے میں خود دیکھوں"۔

بہن نے خدا کا کلام اُٹھایا اور عمر نے پڑھا۔

طٰہٰ ما انزلنا علیك القراٰن لتشقى الا تذكرة لمن يخشى

"ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ تم تکلیف اُٹھاؤ بلکہ اس
کی نصیحت کے لئے اُتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کی طرف سے نا
کیا گیا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بڑی رحمت و
پر قائم اور جلوہ فرما ہے۔ سب اسی کی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین
اور اُن کے درمیان ہیں"۔ (سورۂ طٰہٰ، باب ۲۰۔ پہلی آیت سے)۔

یہ کلام پڑھ کر حضرت عمر چیخ اُٹھے اور زور زور سے رونے لگے اور
کلام انسان کا نہیں خدا کا ہے!!

---

۵۱ سیرت النبی اور الفاروق میں مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ سورۂ حدید کی ابتدائی آیتیں کا
(سبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض .... مگر سورۂ حدید کا نزول مدینہ
تھا اور مدینہ آنے سے بہت پہلے ہجرت سے بھی سات سال قبل حضرت عمر نے مکہ میں اسلام

سیدھے رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس زمانہ میں آنحضرت
ے مکان میں مقیم تھے جو کوہ صفا کے نیچے تھا۔ اس وقت اور صحابہ بھی خدمت
میں حاضر تھے۔ حضرت عمر کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر صحابہ پریشان ہوئے
رت حمزہ نے کہا آنے دو بُری نیت سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اُس کی
ن اُڑا دوں گا" حضرت عمر کو بلایا گیا وہ اندر داخل ہوئے تو رسول اکرمؐ نے
" عمر کس ارادے آئے ہو" یہ الفاظ دل کے پار ہو گئے عرض کیا "ایمان لانے
لئے" رسد الغابہ اور ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عمر نے جب کلمہ پڑھا تو
ل اکرمؐ اور صحابہ نے اس زور سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں کہ مکہ کی وادیاں
ج اُٹھیں۔ حضرت عمر کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ اب مسلمانوں نے کھلم کھلا
میں نماز باجماعت ادا کرنی شروع کر دی اُس وقت حضرت عمر ۳۳ سال
تھے۔

ب ابی طالب
رم ششم نبوی

حضرت عمر جب اسلام لائے تو مکہ میں صرف
چالیس مسلمان تھے۔ حضرت حمزہ اور پھر
حضرت عمر کا قبول اسلام معمولی واقعات نہ
قریش کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور تمام قبائل نے مل کر طے کیا کہ بنی
شم میں اور بنو مطلب میں کوئی رشتہ نہ کیا جائے۔ کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت
جائے نہ اُن سے خریدی جائے۔ کوئی اُن سے نہ ملے جب تک وہ محمد کو ہمارے
لے نہ کر دیں۔ اس معاہدہ کی ایک نقل کعبہ کے دروازے پر لٹکائی گئی۔
سری ابوجہل کے پاس رہی۔ ابوطالب کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے

باشمیوں کو جمع کر کے کہا کہ "ان حالات میں بہتر یہی ہے کہ ہم شعب ابی طالب چلے جائیں"

یہ جگہ مکہ کی مشرقی سرحد پر تھی اور پہاڑیوں کی چٹانوں نے اسے شہر علیحدہ کر دیا تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے ابوطالب کی رائے سے اتفاق کیا (۶۱۳ء) آنحضرت کے چچا ابولہب کے جو دشمنوں کے ساتھ تھا بلکہ ان میں پیش بنو ہاشم اور بنو مطلب جو مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی اور جو ابھی تک مشرک تھے سب نبوت کے ساتویں سال پہاڑ کے درّہ میں چلے گئے اور تین سال تک برداشت کئے۔ شعب سے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو قریش نہ صرف گالیاں بلکہ اُسے مارتے بھی۔ بازار سے کوئی چیز نہ خرید سکتے تھے۔ دو دو دانوں کو محتاج ہاشمیوں اور مطلبیوں نے اس زمانے میں پتّے کھا کھا کر گذارہ کیا۔

ایک رات رسولِ عربی پر متواتر پانچ وقت کا فاقہ تھا اور پیٹ سے باندھے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ دُور سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ دریافت کیا کیوں رو رہے ہیں۔ معلوم ہوا تین وقت گذر گئے۔ کھانا تک اُن کے منہ میں نہیں گیا۔ آپ شعب سے باہر آئے۔ اور رات کی تاریکی میں ایک درخت سے کھجوریں توڑ کر لائے۔ ابوجہل نے پہرہ لگا رکھا تھا کہ کوئی باہر نہ نکلے۔ اس وقت جو آدمی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے پہرہ پر تھا پیچھے پیچھے چلا کہ ... کر مگر اُس نے جب دیکھا کہ آپ نے ننھے ننھے بچوں کو کھجوریں کھلانے کے لئے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا۔

"لاریب تو خدا کا سچا رسول ہے"

بنو ہاشم شعب کی چار دیواری میں تین سال محصور رہے۔ حج کے زمانے میں جب کسی کو قتل کرنا عربوں کے نزدیک جائز نہ تھا۔ آپ شعب سے باہر آتے اور دور و نزدیک سے جمع ہونے والوں کے سامنے وعظ کہتے اور دعوت اسلام دیتے۔ ابو جہل آپ کے ارشادات کی تردید میں جو اس کے جی میں آتا کہتا اور لوگوں کو مشورہ دیتا کہ ان جھوٹی باتوں پر بھول کر بھی کان نہ دھرو۔ یہ سب واہیات باتیں ہیں۔

ننھے ننھے بچوں کی بھوک سے بلک بلک کر رونے کی آوازیں شعب سے باہر آتیں تو قریش خوش ہوتے تھے۔ ایک دن حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اپنے غلام کے ہاتھ تھوڑے سے گیہوں بھیجے تو ابو جہل نے چھین لئے۔

سنہ ۱۰ نبوی مطابق سنہ ۶۱۹ عیسوی میں جب شعب میں محصور ہوئے تین سال گذر چکے تھے۔ تو آنحضرت نے اپنے چچا ابو طالب سے کہا کہ آپ کفار سے جا کر کہئے کہ اقرار نامہ میں کیڑا لگ گیا ہے۔ چنانچہ ابو طالب خانہ کعبہ پہنچے۔ اور ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ اقرار نامہ دیکھو اگر محمد واقعی سچا ہے تو اس پر ایمان لے آؤ کہ عبدالمطلب کے نواسے زہیر اور ہاشم کے ایک قریبی عزیز ہشام مطعم بن عدی کو لے کر اور چند آدمیوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں آئے اور کہا "یہ کیا انصاف ہے کہ ہم مزے کریں اور بنو ہاشم ایک ایک دانہ کو ترسیں" اب یہ تجویز ہوئی کہ اقرار نامہ کو دیکھا جائے۔ چنانچہ معاہدہ نکالا گیا تو واقعی کیڑے کھا گئے تھے۔ زہیر نے کہا یہ معاہدہ چاک کر دیا جائے گا۔ ابو جہل نے بہت زور دکھایا مگر زہیر نے معاہدہ چاک کر دیا۔ اور شعب ابو طالب

ہیں گئے اور سب کو وہاں سے لے آئے۔

شعب ابو طالب کے وقت مسلمان کُل چار سو تھے۔ سو سے اوپر حبش میں۔ بنو ہاشم شعب میں۔ باقی مسلمان شہر کے مختلف حصوں میں منتشر تھے۔ مگر حج کے زمانہ میں جب آنحضرت وعظ فرماتے تو باوجود ابو جہل کی سخت مخالفت کے کچھ نہ کچھ اضافہ ہو ہی جاتا تھا۔

ابو طالب اور بی بی خدیجہ کی رحلت سنہ ۱۰ نبوی سنہ ۶۲۰ عیسوی

آنحضرت کو اگر چچا سے بے حد محبت تھی تو ابو طالب بھی بیٹوں سے زیادہ بھتیجے کو چاہتے تھے۔ انھوں نے باوجود اسلام لانے کا اعلان نہ کرنے کے مکہ بھر کی مخالفت کا مقابلہ کیا مگر بھتیجے پر آنچ نہ آنے دی اور اپنے سایۂ عاطفت میں چالیس سال تک رکھا۔ بھتیجے کی حفاظت اور حمایت میں ایک انسان حالات کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ جو جو کچھ کر سکتا ہے۔ وہ سب کچھ انھوں نے کیا۔ وہ عرب جو اُن کی آبائی بزرگی اور اُن کی ذاتی خوبیوں اور خانہ کعبہ کی ذمہ داریوں کی وجہ سے اُن کا احترام کرتے تھے۔ بھتیجے کی محبت میں اُن سب کو دشمن بنا لیا۔ تین سال تک شعب ابو طالب میں بھتیجے ہی کی خاطر فاقے کرتے رہے۔ شعب سے باہر آئے زیادہ دن نہ گذرے تھے اور اسّی سال عمر ہو گئی تھی کہ ابو طالب کا آخر وقت آگیا۔ قریش ابو طالب کے بستر مرگ کے گرد جمع ہوئے اور کہا دُنیا سے جانے سے قبل کم سے کم یہی طے کرتے جائیے کہ آپ کا بھتیجہ ہمارے عقائد میں دخل نہ دے ہم اس کے معاملات میں نہ بولیں گے

آنحضرت نے فرمایا۔ مجھے صرف اس قدر کہنا ہے کہ تم لوگ یہ اقرار کرو کہ خدائے واحد کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے جواب میں قریش بُرا بھلا کہتے چلے گئے۔ اور ابوطالب ۹۲۰ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

رسول عربی کو جسمانی تکلیف پہنچانے میں مشرکین مکہ نے کوئی کسر نہ چھوڑ رکھی تھی۔ ابوطالب کے بعد اُن کی طرف سے ایذا رسانی میں اور اضافہ ہو گیا۔

بحری اور غدیرہ دو یہودی عجمی اور بقول بعض مورخین یمنی، توریت و انجیل کے عالم، پیشین گوئیوں سے باخبر یہ سُن کر کہ مکہ میں ایک پیغمبر کا ظہور ہوا ہے۔ کئی ہفتوں کی مسافت طے کر کے زیارت کو آئے ہیں۔ بازاروں میں پھر رہے ہیں کہ کیا دیکھتے ہیں کہ غُل شور مچاتا غول کا غول آدمیوں کا چلا آ رہا ہے آگے آگے ایک شخص بے کملی میں لپٹا ہوا۔ اس پہ پتھراؤ ہو رہا ہے۔ اور اس کا چہرہ لہولہان ہے۔ دونوں یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ پاس ہی ایک بنئے کی دکان تھی۔ اس سے پوچھا "یہ کون شخص ہے جس پہ یہ ظلم ڈھایا جا رہا ہے۔" اس نے کہا

"عبدالمطلب کا پوتا محمدؐ"

اب وہ دونوں آپس میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ واقعی یہ پیغمبر ہے تو اس کی بددعا ان لوگوں کا تہس نہس کر دے گی۔ مگر بجائے بددُعا کے اُن لبوں سے یہ الفاظ آہستہ آہستہ نکل رہے تھے۔

"الٰہی ان پر رحم کر۔ ابھی انھوں نے مجھے پہچانا نہیں"

دونوں پہ ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور ان کی زبان سے نکلا

"محمد رسول اللہ"

اور ایک دن جب آپ گھر تشریف لا رہے تھے بُت پرستوں نے راستے
کیچڑ اور مٹّی آپ پر پھینکی۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو سارا جسم مٹّی میں اٹا ہوا
تھا۔ اور چہرہ پر کیچڑ کے نشان تھے۔ بی بی خدیجہ دیکھ کر بے تاب ہو گئیں
مُنہ ہاتھ دھلایا اور کہا

"اے خدا کے سچّے رسول۔ کفّار کے یہ مظالم کب تک
ہوتے رہیں گے۔ مجھ سے یہ تکلیفیں اب نہیں دیکھی جاتیں۔ دعا
کیجئے کہ خدا مجھ کو دُنیا سے اُٹھا لے"

بی بی خدیجہ پر اپنے شوہر کی ان جسمانی اذیتوں کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ
بیمار پڑ گئیں اور چند روز بعد ہی ۶۵ سال کی عمر میں بماہ رمضان سنہ ۱۰ نبوی
انتقال ہوا۔

بی بی خدیجہ مکّہ بھر کی سب سے متموّل خاتون وہ بیوی تھیں جنھوں نے
اپنی ساری دولت اپنے شوہر پر خوشی خوشی قربان کر دی۔ اور ساری عمر
آپ کی خدمت میں مصروف رہیں۔ رسالت کی تصدیق سب سے پہلے اُنھوں
ہی نے کی اور انھیں کی باتوں سے آپ کے دل کو ہمیشہ تقویت پہنچتی رہی

ابوطالب اور بی بی خدیجہ کی موت معمولی واقعات نہیں۔ بڑے زبردست
صدمات تھے۔ جس وقت ابوطالب کا جنازہ جا رہا تھا تو آپ کی آنکھوں
سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ جب بی بی خدیجہ کا دم واپسیں تھا تو آپ
قلب کی جو کیفیت تھی اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔

طائف اور قبائل کا دورہ

قریش سمجھتے تھے کہ ابوطالب اور خدیجہ کے بعد آپ کا سارا زور ڈھے گیا۔ اور اب ان کی پریشانیاں ختم ہو جائیں گی مگر ان دوشدید صدمات کے باوجود آپ کی استقامت میں سرِمو فرق نہ آیا اور سنہ۱۰ نبوی ہی میں اپنے خادم حضرت زید کے ساتھ آپ پیدل طائف گئے جو مکہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام ہے۔ وہاں ثقیف سب قبیلوں میں سربرآوردہ تھا۔ آپ نے اس کو دعوتِ اسلام دی مگر آپ یہاں پہنچے ہی تھے کہ کفارِ قریش کے چند آدمیوں نے یہاں آکر آپ کے خلاف قبیلہ ثقیف کو بھڑکا اور ورغلا دیا اور وہ آپ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اور آپ پر پتھر برسائے طائف سے واپس آکر حسبِ معمول آپ نے حج کے موقعہ پر مختلف قبائل میں تبلیغ اسلام کی۔ جہاں میلہ لگتا یا شادی بیاہ ہوتا پہنچ جاتے اور لوگوں کو خدا کے راستہ پر آنے کی تلقین فرماتے۔

دوسرا نکاح بی بی سودہ سے سنہ۱۰ نبوی

سنہ۱۰ نبوی مطابق سنہ۶۲۰ عیسوی میں بی بی خدیجہ کی رحلت کے بعد سکران کی بیوہ بی بی سودہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ اس وقت آپ کی دو بچیوں کی نگرانی کے لئے ایک معتبر عورت کی ضرورت تھی۔ عمر میں بی بی سودہ بی بی خدیجہ سے بڑی تھیں۔

اسرا اور معراج سنہ۱۱ نبوی

گیارھویں سال نبوی میں (اور بقول بعض مورخین دسویں سے تیرھویں سال میں) رجب کی

۲۷ویں شب کو ابوطالب کی بیٹی اُمّ ہانی کے گھر میں (جن کا لقب ہند تھا) اور بقول بعض خانہ کعبہ میں جب آپ سو رہے تھے اسرا اور معراج کا واقعہ پیش آیا۔ اسرا کے معنی ہیں رات کو لے جانے کے۔ رات کو مکّہ سے بیت المقدس (یروشلم) جانا۔ اور معراج کے معنی ہیں اوپر چڑھنا۔ بیت المقدس سے آسمان پر جانا۔ ساتوں آسمانوں اور جنّت کی سیر کرنا اور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا۔

مورّخین کا اس واقعہ میں اختلاف ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ اسرا اور معراج جاگنے کی حالت یعنی عالم بیداری میں جسمانی ہوئی۔ اور آپ سفید رنگ کے چوپایہ پر جو خچّر سے کسی قدر چھوٹا تھا۔ جس کا نام بُرّاق تھا جس کا سُم وہاں پڑتا تھا جہاں تک نگاہ جاتی تھی۔ جس پر زین کسی ہوئی تھی اور لگام چڑھی ہوئی اس پر سوار ہو کر پہلے بیت المقدّس (یروشلم) پہنچے وہاں نماز پڑھی[۱] اور انبیاءؑ کی امامت کی۔ پھر آسمان پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کی سیر کی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے باتیں ہوئیں۔

---

[۱] ۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو اس کتاب کا مؤلف بیروت سے بیت المقدس (یروشلم) اپنے بڑے لڑکے سعد راشد الخیری سلمہٗ کے ساتھ گیا اور ۸ دسمبر کو مسجد اقصیٰ میں ظہر کی نماز پڑھنے حرم شریف میں حاضر ہوا جس کا گنبد مسجد کے گنبد سے بھی بڑا ہے کہتے ہیں یہ جگہ ۵۰۰ برس میں بنی تھی۔ یہاں پہنچ کر ہم "قبۃ الصخرہ" میں آئے جہاں دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔
(قال علیہ السلام صخرہ بیت المقدس من صخوا لجنۃ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
سیڑھیاں طے کر کے ہم نیچے پہنچے تو ہمارے سر پر پہاڑ کی چٹان تھی اور نیچے وہ جگہ تھی جہاں رسول اکرمؐ نے نماز پڑھی تھی اور جہاں سے حضورؐ کو معراج ہوئی تھی۔ نیچے کی جگہ کم و بیش ۴×۴ گز رقبہ کی ہوگی۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ رات کا سفر یعنی اسرا جسمانی تھا مگر معراج روحانی۔
محققین اسلام کے تیسرے گروہ کی رائے ہے کہ اسرا اور معراج سونے کی حالت میں صرف روح کو ہوئی اور جسم جہاں تھا وہیں رہا اس خیال کی تائید میں حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ کا بیان سند سمجھا جاتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ معراج روحانی تھی کیونکہ اس رات آپ کا جسم اطہر اُم ہانی کے گھر میں اپنی جگہ پر تھا اور امیر معاویہ نے کہا یہ ایک رویا رصادقہ تھا جس کو آنحضرت نے دیکھا تھا۔ اس رائے کو سرسید احمد خاں نے خطبات احمدیہ میں اس طرح ظاہر کیا ہے کہ "پیغمبر خدا نے اپنا مکہ سے بیت المقدس پہنچنا خواب میں دیکھا اور اسی خواب میں انھوں نے درحقیقت اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں مشاہدہ کیں۔ آنحضرت صلعم نے جو کچھ خواب میں دیکھا یا جو وحی ہوئی یا انکشاف ہوا وہ بالکل سچ اور برحق ہے"

مدینہ اور انصار عقبہ کے معاہدے ۱۱ء تا ۱۳ء نبوی

مکہ سے شمال مشرق کی سمت تقریباً ۲۸۰ میل کے فاصلہ پر مدینہ ہے۔ اس شہر کا نام ہجرت سے قبل یثرب تھا اور اسے ہجرت نبوی سے بارہ سو سال پہلے قوم عمالقہ نے آباد کر کے قلعے مکانات بنائے کھیتی کیاری کی۔ باغ لگائے اور سارے عرب میں یہ قوم پھیل گئی۔ اس کے بعد جب رومیوں نے فلسطین فتح کیا تو یہاں یہودی آباد ہو گئے۔ جو بہت دولت مند تھے اور ان کی نسلیں بھی ملک میں پھیل گئیں اور ان کے بیس بائیس قبیلے بن گئے۔ یمن میں جب مشہور سیلاب سیل عرم آیا تو خاندان

قحطان کے لوگ مدینہ آ گئے۔ ان میں بزرگ و ممتاز دو بھائی تھے اوس و خزرج انصار انھیں کی اولاد ہیں۔ زمانے کے الٹ پھیر میں یہودیوں کا زور ٹوٹ گیا اور انصار ممتاز ہو گئے۔ مگر ایک مدت بعد اوس اور خزرج کی خانہ جنگی نے انھیں بہت کمزور کر دیا تو انھوں نے قریش کی دوستی کے لئے ہاتھ بڑھایا ابوجہل کی مخالفت کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔ قریش کی طرح انصار مشرک تھے اور بتوں کو پوجتے تھے۔ لیکن یہودیوں کی صحبت میں یہ سنتے آ رہے تھے کہ ایک پیغمبر کا ظہور ہونے والا ہے۔

حج کے دنوں میں بیرونِ مکہ سے جو قبیلے آتے رسول اللہ ان کے پاس جاتے اور وعظ فرماتے سنہ ۱۱ نبوی میں ایک دن آپ ان لوگوں میں جو حج یا تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے وعظ فرما چکے تھے کہ یثرب کے چھ آدمی جو قبیلۂ خزرج کے تھے۔ آپ کے قریب آئے اور آپ سے بات کی۔ آپ نے انھیں قرآن مجید کی آیتیں سنائیں اور اسلام لانے کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گئے اور واپس جا کر یثرب (مدینہ) والوں سے کہا کہ مکہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے۔ جو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے۔ دوسرے سال سنہ ۱۲ نبوی میں یثرب کے یہ چھ مسلمان مکہ آئے تو اپنے ساتھ اپنے دو قبائل کے اور چھ آدمیوں کو بھی ساتھ لائے اور عقبہ ہی کے مقام پر ان سے بھی رسول اللہ کی گفتگو ہوئی۔ وہ بھی ایمان لے آئے۔ اور سب نے اقرار کیا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ جس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ بت پرستی۔ لوٹ مار۔ چوری زنا نہ کریں گے۔ اپنے بچوں کو جان سے نہ ماریں

جدائی سے دُور اور مسلمانوں کے دُکھ درد میں ہمیشہ شریک رہیں گے۔ یہ
عقبہ کا پہلا معاہدہ کہلاتا ہے۔ اِن نئے مسلمانوں نے آپ سے درخواست
کی ہمیں احکام اسلام سمجھانے کے لئے کسی کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔
آپ نے حضرت مصعب بن عمیر کو جو ہاشم بن عبد مناف کے پوتے تھے اُن کے
ساتھ کر دیا۔ پہلی دفعہ جو چھ یثربی مسلمان ہوئے تھے اُن میں اسعد بن زرارہ
بھی تھے جو یثرب کے معززین اور رؤسا میں سے تھے۔ انھیں کے ہاں
حضرت مصعب بن عمیر نے قیام کیا۔ یہ روزانہ یثرب کی گلیوں میں جاتے انصار
کو قرآن مجید کی آیتیں سُناتے اور دعوتِ اسلام دیتے۔ دو چار انصار روزانہ
اسلام لے آتے۔ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ تھے اُنھوں نے اور
اُن کے ساتھ ان کے پورے قبیلہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور اس طرح
ایک سال بھر میں مدینہ سے قبا تک صدائے توحید گونجنے لگی۔

تیسرے برس یعنی ۱۳ سال نبوت مطابق ۶۲۲ء عیسوی میں یثرب کے
مسلمانوں میں سے ۷۵ آدمی مکہ آئے ان میں ۷۵ آدمی مکہ آئے ان میں دو عورتیں
بھی تھیں حضرت اُم عمارہ اور دوسری اُم منیع۔ اُن کے ساتھ جو بُت پرست
تھے وہ بھی عقبہ میں مسلمان ہوئے اور سب نے اپنے پیغمبر کو یثرب آنے کی دعوت
دی۔ آپ کے چچا حضرت عباس ساتھ تھے۔ اُنھوں نے انصار سے کہا۔
"دُشمنوں کے مقابلہ میں ہم محمد کی مدد کرتے ہیں اے اہل انصار، محمد یثرب چلے گئے تو
کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ مرتے دم تک ان کا ساتھ دو گے"۔ اُنھوں نے وعدہ
کیا کہ آپ کا اور کسی مہاجر کا بال بیکا نہ ہوگا اور انصار کسی پر آنچ نہ آنے دیں گے

اور اپنے بچوں کی طرح دشمن کے حملہ کے وقت آپ کی موافقت کریں گے
آپ نے فرمایا "تم میرے ہو اور میں تمھارا ہوں"۔ اُن ہی لوگوں میں سے
بارہ مسلمان اپنے نائب مقرر کئے۔ جو سب کے سب خزرج اور اوس کے
رئیس تھے اور عہد سابق کی پھر تجدید ہوئی۔ اور جب یہ لوگ یثرب واپس
تو ان کے اثر سے مدینہ کے باقی انصار بھی مسلمان ہو گئے۔

ہجرت ۱۳ سال نبوت

یوں تو ابوطالب اور خدیجہ کے بعد ہی سے کفار کی طرف سے آپ کی مخالفت مخاصمت عداوت اور دشمنی برابر ترقی کر رہی تھی اُنھوں نے ...
دیں۔ مٹی اور کیچڑ پھینکی۔ پتھراؤ کیا۔ شعب میں محصور کیا۔ غرض ہر ہر طرح کی تکلیفیں وہ پہنچا سکتے تھے اُن میں کمی نہ کی مگر جب یہ معلوم ہوا کہ اسلام مدینہ میں پھیل رہا ہے اور ایک بڑی تعداد میں اہل مدینہ مسلمان ہو کر عقبہ سے واپس ہوئے ہیں تو بُت پرستوں کے غصہ کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ اپنے چند آدمی اُنھوں نے مدینہ والوں کے پیچھے دوڑائے مگر وہ بہت دُور نکل چکے تھے۔ مکہ میں مسلمانوں کی جان کی خیر نہ رہی تھی۔ اُن کے اور اسلام کے زندہ رہنے کے لئے جب دوسرا ٹھکانا نظر آیا تو خدا نے سچے رسول نے مرکز عمل کو مکہ سے (مدینہ) منتقل کرنے کا فیصلہ کر مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ گو قریش بہت کچھ رکاوٹ پیدا کرتے رہے مگر دو دو چار چار کر کے سوائے چند خاندان مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے یہاں تک کہ اب مکہ میں رسول اللہ کے مردوں میں صرف حضرت ابوبکر اور حضرت علی رہ گئے۔

قریش کے اکثر مقتدر اور معزز آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت حمزہ
رت عمر کے اسلام نے اُن کے وقار کو سخت ٹھیس لگائی تھی۔ حضرت
اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ابوطالب کی طرح وہ بھی اپنے
کے لئے جان تک قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس احساس کے ساتھ قریش
تے تھے کہ مدینہ بھی عبدالمطلب کے پوتے کی طرف ہو گیا تو اُن کی تجارت
کے ساتھ ختم ہو جائے گی اور حج کے زمانہ میں گڑبڑ ہو گی۔ مسلمان اہل مکہ
پڑیں گے اور ماضی میں اُن کے بزرگوں پر جو زیادتیاں کی گئی تھیں
ل میں اُن کا بدلہ لیں گے۔ ان اندیشوں سے وہ سخت پریشان ہو کر پھر
ے شہر کی طرح دارالندوہ میں آئے جو قصیٰ نے بنایا تھا۔ اس جلسہ میں قریش
دہ بڑے بڑے سردار پیش تھے اور ہر قبیلہ کی نمائندگی تھی۔ بڑی دھواں
تقریریں ہوئیں۔ کسی نے کہا محمد کو زنجیریں باندھ کر کمرہ میں بند کر دو اور
لا یا سا رکھو ختم ہو جائے گا۔ کسی کا خیال تھا کہ اونٹ سے باندھ کر مکہ
اہر نکال دو۔ آخر ابوجہل کی اس تجویز پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک
ور چُن کر یہ سب آپ کے گھر کا گھیرا ڈال دیں۔ اور صبح جب آپ نماز کے لئے
نکلیں تو سب مل کر ٹوٹ پڑیں تاکہ آپ کے رشتہ دار کسی ایک شخص سے
بدلے سکیں۔

خدا کے سچے رسول کو خبر ہو گئی کہ آپ کے ہم وطنوں نے بالآخر آپ کو
مار کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لے گئے اور
رت کا قصد ظاہر فرمایا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا "مجھے بھی ساتھ چلنے کی

اجازت دیجیے" آپ نے فرمایا "اچھا" حضرت اسماء بنت ابوبکر نے سامان تیار کیا[15] اور آپ نے گھر واپس آکر حضرت علی سے جو اس وقت بائیس سال فرمایا کہ "تم میرے بستر پر رات کو سو جاؤ اور صبح لوگوں کی سب امانتیں تم بھی مدینہ آجانا" عشاء کی نماز کے بعد جب رات ایک تہائی سے زیادہ تھی۔ حضرت ابوبکر کے ساتھ آپ یہ کہتے ہوئے مکہ سے رخصت ہوئے۔

"اے مکہ کی سرزمین۔ تو مجھے دنیا کی سب بستیوں سے زیادہ پیا مگر کیا کروں تیرے بسنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"۔

اور جبل ثور کے ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر کے عبدالرحمٰن رات کو وہاں کھانا پہنچا دیتے تھے۔ اور اُن کے غلام عامر بکریا بعد مغرب دودھ پہنچا دیتے تھے۔

صبح ہوئی تو مکہ کے بت پرستوں نے آپ کے گھر کو گھیر لیا اور جب آپ کے حضرت علی کو دیکھا تو آپے سے باہر ہو گئے۔ حضرت علی کو پکڑ کر کعبہ میں لائے مگر تھوڑی دیر بعد چھوڑ دیا اور اعلان کیا کہ جو شخص محمد کو گرفتار کر کے لائے گا اُسے بطور انعام سو اونٹ دیے جائیں گے

[15] حضرت اسما کے کرتہ سے جو کپڑا کمر پر بندھا ہوا تھا اُسے کھول کر اُنھوں نے دو حصے سے مشکیزہ کا منہ باندھا دوسرے سے کھانے کی گٹھڑی۔ آنحضرت نے فرمایا خدا تعالیٰ بدلے تم کو دو کمر بند عطا فرمائے اُس وقت سے حضرت اسما "ذات النطاقین" کہلائی حضرت عبداللہ بن زبیر انھیں کے بیٹے تھے ہجرت کے پہلے سال میں مسلمانوں کے ہاں بیٹیاں تھیں یہودیوں نے کہا ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے ان کے ہاں بیٹے پیدا نہ ہوں حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تو رسول اکرم اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔

پرست آپ کی تلاش میں غار ثور کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر نے فکر و تردد
کہا" دشمن زیادہ ہیں اور ہم صرف دو ہیں"۔
آپ نے فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (ہم دو نہیں تین ہیں) تیسرا
ہمارے ساتھ ہمارا خدا ہے"[1]
بُت پرستوں کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے ۔ان کی عقلوں پر چربی چھا
اور وہ واپس ہوئے ۔ غار میں دو راتیں تین دن گذار کر باہر نکل پیغمبر خدا
یار غار کے ساتھ یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہوئے۔ سراقہ بن جعشم نے
بڑے انعام کے لالچ میں حضور کا تعاقب کیا مگر اس کے گھوڑے نے
ٹھوکر کھائی اور گر پڑا پھر دوسری دفعہ اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے ۔
عبداللہ بن اریقط جو مسلمان نہ تھا اس نے یثرب (مدینہ) کا راستہ بتایا۔
یثرب یعنی مدینہ کے جنوب میں تین میل کے فاصلہ پر قبہ ایک گاؤں
۔ انصار کے کئی خاندان یہاں آباد تھے اور مکہ سے جو صحابہ ہجرت کر کے
آئے تھے ۔ وہ یہیں ٹھیرے ہوئے تھے ۔ آپ حضرت ابوبکر کے ساتھ آٹھ روز
جون کے مہینہ میں یہاں پہنچ گئے تھے اور حضرت علی اور تین دن مکہ
ٹھہر کر یہیں آ گئے ۔۔ مدینہ کے انصار کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو
بہت بڑی تعداد میں جمع ہوئے ۔ قبہ میں چودہ دن آپ نے قیام فرمایا
یہاں ایک مسجد کی بنا ڈالی گئی ۔ اور جمعہ کے دن نماز پڑھائی ۔ اسلام میں یہ
پہلی نماز جمعہ تھی ۔ مسجد قبہ اسلام کی تاریخ میں پہلی مسجد ہے ۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۴۰ (قرآن مجید) باب ۹ ۔

یہاں ٹھیر کر جب خدا کے سچے رسول نے ۱۲ ربیع الاول[۵۱] مطابق جمعہ کی صبح یثرب (مدینہ) کی سرزمین پر قدم رکھا تو اہل یثرب کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اللہ اکبر کی صداؤں سے دور ونزدیک کی پہاڑیاں گونج اٹھیں وقت آپ کی عمر ۵۳ سال تھی۔

مدینہ تشریف لاکر آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان کیا اور تقریباً سات ماہ وہاں مقیم رہے۔

رسول اللہ کی مکہ سے مدینہ ہجرت اسلامی تاریخ کا اتنا اہم ہے کہ مسلمانوں کا سال یہیں سے شروع ہوتا ہے۔

ہجرت کا پہلا سال

ہجرت کے تقریباً سات ماہ بعد سب کام رسول خدا نے یہ کیا کہ مسجد نبوی جس زمین پر مدینہ میں یہ سب سے پہلی مسجد بنائی گئی سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ جن کے سرپرست سعد بن زرارہ تھے۔ یتیموں نے زمین آنحضرت کی خدمت میں مفت پیش کرنا چاہا مگر آپ نے یتیموں راہ خدا میں مفت لینا پسند نہ فرمایا اور زمین کی قیمت جو بعض روایا دس دینار بتائی گئی ہے تعمیر مسجد کے لئے حضرت ابوبکر صدیق نے ادا اور انصار کے ساتھ آپ خود پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور مزدوروں کی کرتے تھے۔ اس مسجد ہی سے پانچ وقت نماز با جماعت کا آغاز ہوا[۵۲]

---

[۵۱] مولانا شبلی نے یہ تاریخ ۸ ربیع الاولی ۱۳ سنہ نبوی مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء
[۵۲] ہجرت کے ۱۶ ماہ بعد شعبان ۲ھ میں قبلہ کا رخ بیت المقدس سے بدل کر کعبہ کی طرف کر دیا گیا۔

وذن مقرر کیا گیا۔ مکہ سے جو مسلمان ہجرت کر کے آئے اُن کی تعداد ۲۱۵
یادہ مال و دولت سب مکہ چھوڑ آئے تھے۔ آپ نے مہاجرین اور انصار کو
کر کے انصار سے فرمایا "یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔ پھر ایک ایک انصار کو
کر کہا "تم دونوں بھائی بھائی ہو"۔ انصار اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھر
گئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا اس میں سے نصف اپنے مہاجر بھائی کو
دیا۔ جنگ بدر کے بعد مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت
ل ہوئی۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ قرابت والے ایک
سرے کے زیادہ حقدار ہیں۔

مہاجرین میں سے اکثر تجارت پیشہ تھے۔ یہاں آ کر بھی انھوں نے تجارت
اور اللہ نے ان کی تجارت میں برکت دی۔ بعض لوگ جنگل کی لکڑیاں
کر لاتے اور فروخت کرتے تھے۔ یہ بہت غریب لوگ تھے۔ تن ڈھانکنے کو نہ
کپڑا ہوتا نہ دونوں وقت کھانا میسر آتا۔ حضرت سعد بن عبادہ دولت مند
سخی تھے اکثر اسی اسی آدمیوں کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے تھے۔

مدینہ میں مالدار یہودیوں کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع بنو نضیر بنو قریظہ۔
انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ ان دونوں کو آپس میں لڑانے کی
ہمیشہ یہودی اس وجہ سے کوشش کرتے رہے کہ وہ کبھی طاقت پاکر ان کے
مقابل نہ ہو جائیں۔ مکہ میں آپ کی حیثیت ایک شہری کی تھی مگر مدینہ میں
نصف مزاج حاکم کی اور جب انصار نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو
ان کا یہ خیال بھی تھا کہ مدینہ والوں کے آپس کے جھگڑے آپ چکا دیں گے۔

چنانچہ رسول اللہ نے مدینہ پہنچ کر انصار اور یہود کے درمیان ایک معاہدہ کر
دونوں ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست رہیں گے۔ دونوں کو مذہبی
ہوگی۔ اور ایک دوسرے کے عقائد میں دخل نہ دیں گے کسی تیسری جماعت
سے جنگ ہوئی تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ مدینہ پر اگر کسی نے حملہ کیا
مسلمان اور یہود دونوں مل کر مقابلہ کریں گے۔ دونوں میں سے اگر ایک
اور جماعت سے صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ مدینہ کے اندر
نہیں ہوگی اور محترم شہر تسلیم کیا جائے گا۔ آپس میں صلح کرانے کے لئے نبی
فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔

غزوات کا سلسلہ ۲ھ ہجری سے

بعض مغربی مورخین لکھ رہے ہیں کہ ہجرت
کے پہلے ہی دن سے آنحضرت امن و آشتی
نہیں انتقام کے جذبات لے کر چلے تھے
لئے لڑائی میں پہل آپ کی طرف سے ہوئی اور آپ نے جارحانہ جنگ کا آغاز
وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ترک وطن کر کے اور دوسری سوسائٹی میں
وطن سے غداری کی۔ اس کے جواب میں اہل مکہ نے مسلمانوں کے خلاف
اُٹھائے تو حق بجانب تھے۔ اس استدلال سے مصنفین یورپ غزوات کی
ذمہ داری آنحضرت پر رکھتے ہیں۔ مکہ والوں نے کونسا ظلم کیا تھا جو اللہ کے
پر نہیں کیا۔ مٹی کے ڈھیلے مارے۔ پتھر پھینکے۔ خون میں نہلا نہلا دیا۔ گلے میں
ڈال ڈال کر کھینچا اور گھسیٹتے پھرے۔ اس حالت میں کہ آپ سربسجود ہوتے پیٹھ پر
اونٹ کا متعفن بیچھار کھا اور گردن میں انتڑیاں ڈالیں!! اور کونسا ستم جو

سول کا کلمہ پڑھنے والوں پر نہ توڑا ہو حضرت ابوبکر کو خانہ کعبہ میں مارا حضرت
ثمان کو رسی میں جکڑ کر پیٹا گیا۔ جناب بن الارت کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر
س وقت تک چت لٹائے رکھا۔ جب تک کوئلے بجھ نہ گئے اور اُن کی
یٹھ برص کے داغ کی طرح سفید نہ ہو گئی! بلال حبشی کو جلتی جھلستی ریت
پر لٹا کر ایک بھاری پتھر سینہ پر رکھا۔ اور جب گھنٹوں گذر گئے اور احد
حدہی اُن کی زبان سے نکلتا رہا تو رسی باندھ کر مکہ کی گلیوں میں شریر لڑکے
گھسیٹتے رہے۔ مسلمان مدینہ ہجرت کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے تو جائداد
زمین۔ مال متاع اسباب سب مکہ میں چھوڑ کر۔ جس نے اپنے ساتھ کچھ لانا
چاہا اور اہل مکہ کو پتہ لگ گیا۔ تو سب کچھ اُس سے چھین لیا۔ مال و متاع
ہی نہیں بیوی بچوں تک سے جدا کر دیا۔ جیسے ابو سلمہ کو۔ کیا یہ دشمنی اور لڑائی
کی باتیں نہ تھیں؟ مگر مسلمانوں کو خدا کی طرف سے حکم تھا صبر و ضبط اور تحمل
اور برداشت کا۔ دعویٰ نبوت کے بعد جب تک آنحضرت مکہ میں رہے قریش
کا خیال تھا محمد کا مذہب اگر مکہ میں پھیل گیا تو کعبہ ان کے ہاتھ سے نکل
جائے گا اور ان کے خاندانی وقار اور بزرگی کو زبردست دھکا لگے گا جب
مسلمانوں نے یثرب (مدینہ) ہجرت کی تو اپنی تجارت کی تباہی کا اندیشہ تھا
کیونکہ یمن سے ملک شام کی طرف سمندر کے کنارے جو تجارتی شاہراہ
جاتی ہے وہ براہ راست مسلمانوں کی زد میں آجانے سے ان کی معاشی
زندگی کے لئے سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسول اور
مہاجرین کو مدینہ آئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ منافقین کے سبب

بڑے سردار عبداللہ بن ابی کو قریش نے خط لکھا کہ تم نے محمد کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ یا تو تم اُسے قتل کر دو یا اپنے ہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم قسم کھا چکے ہیں کہ متفقہ طور پر ایک دم تم پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کریں گے"۔ یہ خط بھیجنے کے بعد قریش جنگ کی تیاریاں کرتے رہے کہ موقع ملتے ہی مدینہ پر حملہ کر کے آنحضرت کو قتل اور اسلام کو ختم کر دیا جائے تاکہ یمن سے شام تک کا راستہ ان کی تجارت کے لئے بے خوف و خطر محفوظ و مامون رہے۔ رسول اللہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ قریش لڑیں گے اور حملہ کریں گے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے کہ نہ معلوم دشمن کب حملہ کر دے۔ دشمن کی نقل و حرکت سے بے خبر اور اپنی حفاظت سے غافل رہنا مترادف ہے خود کشی کے۔ خود مدینہ میں بت پرست۔ یہودی عیسائی اور منافقین کی جماعتیں تھیں جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس لئے جہاں اُن کی طرف سے ہوشیار رہنا ضروری تھا وہاں مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل سے بھی معاہدے کئے گئے۔ قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے تفتیش اور تحقیق حال کے لئے صحابہ کی مختلف ٹکڑیاں مختلف وقتوں میں مختلف سمت بھیجی گئیں۔ ۱ ہجری میں حضرت حمزہ کی سرکردگی میں تیس آدمی بحرۂ عرب کی طرف (اس راستہ سے ہی) اہل شام مکہ جاتے اور قریش شام آتے جاتے تھے) یہ دیکھنے کی غرض سے روانہ کئے گئے کہ کہیں قریش مدینہ پر حملہ تو نہیں کر رہے ہیں اس دستہ کی ابوجہل سے مڈبھیڑ ہوئی تھی اور وہ تین

قافلہ لے کر شام سے لوٹ رہا تھا۔ ساٹھ مہاجر سواروں پر مشتمل ایک ٹولی عبید بن حارث کے تحت ربیع کی طرف بھیجی گئی۔ پہلی جماعت کو دو سو اور دوسری کو تین سو آدمی ملے۔ مگر وہ حملہ کی غرض سے نہیں آرہے تھے۔ سلسہ ہجری کا پورا سال گذر گیا۔ قریش کا ایک متنفس ہلاک نہیں کیا گیا۔ ۲ سہ ہجری میں خود آنحضرت نے ایک جماعت کی سرکردگی کی۔ پھر سعد بن جبید کو سردار مقرر کیا۔ غزوۃ الابوا تک یہ مسلمان گئے اور صرف اس لئے کہ قریش ایک دم مدینہ پر دھاوا نہ بول دیں۔ اُن کے متعلق اطلاعات ملتی رہیں۔ پھر تین ماہ بعد ینبوع کی طرف ابو سلمہ کے تحت ایک ٹکڑی بھیجی گئی۔ کسی موقع پر بھی ایک آدمی نہیں مارا گیا۔ ایک جانور پر بھی قبضہ نہیں کیا گیا۔ ایک درہم نہیں لوٹا گیا۔ برخلاف اس کے کرز بن جابر یفہری جو مکہ کے سرداروں میں سے تھا اس نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کیا۔ اور مسلمانوں کے بہت سے مویشی لُوٹ کر لے گیا۔

رجب ۲ سہ ہجری میں بارہ آدمیوں کے ساتھ عبداللہ بن جحش کو بطن نخلہ کی طرف آنحضرت نے قریش کی معلومات حاصل کرنے کی غرض سے روانہ فرمایا وہاں چند آدمی دیکھ کر کسی شخص نے تیر پھینکا اور عمرو بن الحضرمی جو قریش کا ایک رئیس تھا مارا گیا اور دو آدمی گرفتار ہوئے۔ عبداللہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ سُنایا تو آپ نے اظہار ناراضگی کیا۔ صحابہ نے بھی بُرا بھلا کہا کہ بغیر اجازت کیوں لڑے۔ آنحضرت نے فرمایا۔

"قریش کا پتہ لگانے کے لئے تم کو بھیجا تھا نہ کہ لڑنے کے لئے"

اس کے بعد مقتول سردار قافلہ عمرو بن الحضرمی کا خون بہا اپنے پاس سے آنحضرت نے ادا کیا اور جو دو آدمی گرفتار کئے گئے تھے ان کو بھی چھوڑ دیا۔ مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا دشمنی کی گئی تھی مگر خدا کے حکم کی تعمیل میں انھوں نے کوئی جارحانہ قدم نہ اُٹھایا تھا۔ لیکن اس واقعہ کے چند ماہ بعد مسلمانوں کو لڑائی کا حکم خدا کی طرف سے مل چکا تھا۔

"لڑائی کی اجازت اُن کو دی گئی۔ جن کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا۔ اس وجہ سے کہ اُن پر ظلم کیا گیا۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ جو بلا وجہ اپنے گھروں (مکہ) سے صرف اس لئے نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب خدا ہے۔" [۱]

اس لئے اور صرف اس لئے کہ بت پرستی سے توبہ کر کے مسلمانوں نے خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکایا اور کہا کہ پرستش کے قابل صرف وہی ایک ذات ہے۔ کیا ان پر ایسے سخت مظالم نہیں توڑے گئے کہ وہ ترک وطن پر مجبور ہوئے؟

پھر ارشاد باری ہے:۔

"تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑیں۔ (اپنے عہد سے پھر گئے) اور پیغمبر کو نکال دینے کا قصد کیا۔ اور پہلی بار تم سے وہ لڑائی شروع کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو" [۲]

---

[۱] سورۂ حج۔ رکوع ۶۔ آیت ۳۹ و ۴۰ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ سے رَبُّنَا اللّٰهُ تک
[۲] سورہ توبہ۔ آیت ۱۳۔ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا سے أَتَخْشَوْنَهُمْ تک۔

پس مسلمانوں کو حکم ہے مدافعت میں جنگ کرنے کا۔ لہذا مسلمانوں نے جارحانہ قدم نہیں اُٹھایا۔ حربی پیش قدمی نہیں کی۔ مگر قریش کی نقل و حرکت سے باخبر رہنا اور ان کے ارادوں سے واقف ہونا اشد ضروری تھا۔ اس لئے مسلمانوں کی مختلف ٹکڑیاں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے بھیجی گئی تھیں۔ اگر مسلمان مکہ پر حملہ کرتے تو جارحانہ قدم ہوتا مگر جب اہل مکہ نے مدینہ پر چڑہائی کی تو انھوں نے بدر کے مقام پر اُن کا مقابلہ کیا۔ وہ مظلوم تھے اور اپنی مدافعت کا حق رکھتے تھے۔

جنگ بدر
رمضان ۲ھ

عمرو بن الحضرمی کا قتل عرب میں کوئی غیر معمولی واقعہ نہ ہوا تھا۔ قتل و غارت عربوں میں عام بات تھی اور خونبہا عام طور پر ادا کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت نے بھی اس کا خون بہا ادا کر دیا تھا مگر کفار مکہ مدینہ پر چڑہائی کے منصوبے تو مسلمانوں کی ہجرت کے وقت ہی سے گانٹھ رہے تھے۔ اس سے بہتر موقع اور کیا ملتا۔ ابن الحضرمی کے قتل کو جو رسول اللہ کی ہدایات کے قطعی خلاف ہوا تھا بہانہ بنالیا گیا۔

اُسی زمانہ میں قریش کا ایک قافلہ تجارت کا مال لے کر شام گیا ہوا تھا۔ اور یہ طے ہوا تھا کہ اس کی واپسی پر تجارت کا کل نفع آنحضرت سے جنگ کرنے پر خرچ کیا جائے گا۔ یہ قافلہ شام سے واپس آرہا تھا۔ اس میں کم و بیش ایک ہزار اونٹوں پر سامان تجارت لدا تھا جو پچاس ہزار اشرفیوں سے زیادہ مالیت کا تھا اور نقد روپیہ بھی تھا۔ ابوسفیان بن حرب اس قافلہ

کا سردار تھا۔ اُس نے سُنا کہ مسلمان جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں تو قبیلہ غفار کے ضمضم بن عمرو کو سرپٹ قافلہ کی حفاظت کے لئے مکہ دوڑایا۔ ضمضم مکہ آتے ہی غل مچانا شروع کیا کہ محمد قافلہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جھٹ پٹ امداد کو چلو۔ ابوجہل کو جوں ہی معلوم ہوا اس نے قریش کو خانہ کعبہ میں جمع کر کے تقریر کی اور قریش مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے نکلے۔ یہ جمعیت ایک ہزار تجربہ کار افراد کی تھی۔ جن میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑا سوار تھے، سامانِ جنگ سے یہ جمعیت پوری طرح لیس تھی۔

آنحضرت کو قریش کی پیش قدمی کا علم ہوا تو صحابہ کو جمع کر کے حال سے باخبر کیا۔ مہاجرین اور انصار نے اسلام کے نام پر کٹ مرنے کا عہد کیا۔ اور ۱۲۔ رمضان ۲ ہجری کو کل ۳۱۳ مسلمان جن میں ساٹھ مہاجرین تھے اور جن میں نوعمر لڑکے بھی شامل تھے مکہ کے بُت پرستوں کے مقابلہ کو نکلے تو اُن کے پاس لڑائی کے پورے ہتھیار بھی نہ تھے قریش کے لشکر میں ۶۰۰ زرہ پوش تھے ان کے مقابلہ میں زرہ پوش مسلمان صرف ۶۰ تھے۔ سواری کے لئے تین تین آدمیوں کے حصہ میں ایک ایک اونٹ آیا۔ رسول اللہ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی اونٹ پر بٹھالئے۔ ان دونوں نے کہا آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے۔ آپ نے فرمایا۔

"نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چل سکتے ہو نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں"۔

آنحضرت نے ابولبابہ کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور ۱۶۔ رمضان مطابق

ارجنوری ۶۲۴ء کو مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل دُور بدر کے گاؤں میں پہنچے۔ یہاں ایک بہت بڑا بُت خانہ تھا اور جس کی وجہ سے ہر سال ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ بدر کے میدان کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ قریش بدر پہنچ کر کنوؤں پر قابض ہو چکے تھے کہ مسلمان پہنچے اور ایک کنارے چھپر ڈالا گیا، جہاں اللہ کے رسول نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:-

"الٰہی! یہ قریش تیرے پیغمبر کی تکذیب کے لئے جمع ہوئے ہیں۔
الٰہی! یہ مٹھی بھر مسلمان اگر مٹ گئے تو پھر کون تیری عبادت کرے گا۔
الٰہی! ہماری مدد فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے"

قرآن مجید کی آٹھویں سورت الانفال کی بہت سی آیات جنگ بدر کے متعلق ہیں۔ ۶۵ ویں آیت کا ترجمہ ہے:-

"اے نبی! رغبت دے مسلمانوں کو لڑائی کی۔ اگر ہوویں تم میں سے ۲۰ صبر کرنے والے غالب آئیں گے دو سو پر، اور اگر ہوں تم میں سے سوؔ غالب آئیں گے ہزار کافروں پر"۔

رات گذر گئی تو جمعہ کا دن تھا۔ علی الصبح آنحضرت نے صفیں درست کیں۔ مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر، خزرج کا حباب بن منذر اور اوس کا سعد بن معاذ کو دیا۔ قریش کی فوجیں قریب آگئیں۔ اُس وقت بھی پہل مسلمانوں نے نہیں کی۔ سب سے پہلے بُت پرستوں میں سے عامر حضرمی نکلا جس کا حضرت عمر کے غلام مجمع نے مقابلہ کر کے قتل کر دیا۔

اس جنگ میں مہاجرین مکہ نے اپنے ہی عزیزوں کا تلوار سے مقابلہ

کیا تھا کسی کے سامنے اُس کا باپ تھا تو کسی کے سامنے اُس کا بیٹا کسی کو ماموں چچا کسی کا بھتیجہ بھانجہ۔ حضرت ابوبکر کا بیٹا۔ حضرت عمر کا ماموں ابو عبیدہ کا باپ اور ابو حذیفہ کا باپ سردار قریش عتبہ بلکہ خود آنحضرت کے چچا عباس اور داماد ابوالعاص اور حضرت علی کا بھائی عقیل۔

مسلمانوں میں حضرات حمزہ۔ علی۔ عبیدہ۔ عوف۔ معاذ۔ عبداللہ بڑے بڑے شجاع اور کفار مکہ میں ابو جہل۔ عتبہ بن ربیعہ۔ حارث بن ولید۔ شیبہ۔ اسعد تیمہ بن عدی بڑے بڑے سردار تھے۔ پہلے شخصی لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد عام حملہ ہوا۔ اور قریش کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے۔ ابو جہل اہل مکہ کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اس کے غرور اور شیخی کا عالم تھا کہ جب عبداللہ بن مسعود اس کا سر تن سے جدا کرنے لگے تو اس نے کہا "اور نیچے سے کاٹ۔ پوری گردن، کندھوں کے پاس سے الگ کر مقتولوں کے صف میں جب میرا سر رکھا جائے تو معلوم تو ہو قریش کے سردار کا سر ہے۔"

ابو جہل اور عتبہ بن ربیعہ کے قتل سے قریش میں بددلی پھیل گئی اور آخر اُنھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مہاجرین ۶۔ اور انصار ۸ کل ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ کفار مکہ ۷۰ مارے گئے اور ۷۰ قید ہوئے۔ کل آدمیوں کا نقصان ہوا۔ اور اس طرح ایک شہید برابر تھا ۱۰ کفار قتل یا قید ہوئے۔

دستور عرب کی رُو سے اسیرانِ جنگ کو یا تو تیروں سے ہلاک

ردینا چاہئے تھا۔ جیسے کہ حضرت عمر کی رائے تھی یا وہ آگ میں ہلاک کردیئے جاتے مگر رحمت اللعالمین نے ایسا نہیں کیا۔ مسلمان پیدل چلے اور جنگی قیدیوں کو اونٹ پر سوار کیا۔ خود کھجوروں پر گذارہ کیا۔ اُن کو روٹی کھلائی۔ جن کے پاس کپڑے نہ تھے آنحضرت نے اُن کے لئے کپڑے بنوائے۔ پھر جنگی قیدیوں کو ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک فدیہ لے کر آزاد کر دیا گیا۔ جو بالکل ہی نادار تھے ان سے کچھ نہیں لیا گیا اور چھوڑ دیا گیا۔ ایک جنگی قیدی شاعر تھا آنحضرت کی رحمدلی عورتوں کی حمایت بچوں کی حمایت سے واقف۔ اس نے کہا "محمد! میری ۵ بیٹیاں ہیں"۔ آپ نے اسی وقت اُسے آزاد کر دیا۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن سے یہ معاوضہ لیا گیا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھادیں۔ جب انھوں نے لکھنا سکھا دیا تو ان کو بھی آزاد کر دیا گیا۔ ایران تک سے سلوک برابر کا کیا گیا۔ قرابت داری یا سرداری کی وجہ سے کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا گیا۔ کوئی تخصیص نہیں برتی گئی۔ اُن قیدیوں میں آپ کے چچا حضرت عباس اور آپ کے داماد ابوالعاص بھی تھے تاوان ان سے بھی لیا گیا۔

مکہ کو جنگ بدر کا حشر معلوم ہوا تو گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ عمیر بن وہب تلوار زہر میں بجھا کر آنحضرت کو قتل کرنے کی غرض سے مدینہ آیا۔ مگر آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور مکہ واپس آکر تبلیغ اسلام کا کام کیا اسلام کی اس پہلی جنگ کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید (سورۃ آل عمران ۱۲۳) میں فرماتا ہے:-

"یقیناً بدر میں خدا نے تمہاری مدد کی۔ تم کمزور تھے تو خدا سے ڈرو تاکہ شکر گذار بن جاؤ"[1]

اسلام کی اس پہلی جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی، مجاہدوں کو پانی پلانے اور تیر اٹھا کر دینے کے لئے رضاکار عورتوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ اگر جنگ بدر جارحانہ ہوتی یا مسلمانوں کا مقصد ابوسفیان کو لوٹنا ہوتا تو مسلمان شام کی طرف یعنی شمال کی طرف جاتے مگر وہ مشرق کی طرف۔ اگر قافلہ پر حملہ ہی مقصد ہوتا تو ابوسفیان کے کل تھے ان کے مقابلہ کے لئے ۳۱۳ مسلمانوں کی ضرورت ہی کیا تھی بہت کم تعداد کفار کا مقابلہ کرسکتی تھی۔ علاوہ ازیں انصار سے یہ ہوا تھا کہ وہ اس وقت تک تلوار نہ اٹھائیں گے جب تک مدینہ پر ہوگا۔ مہاجرین کے مقابلہ میں انصار کی تعداد کا زیادہ ہونا ہی ثبوت اس حقیقت کا کہ قریش مکہ کے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کو علم ہو چکا تھا۔ جنگ بدر خالص مدافعانہ تھی جارحانہ جنگ نہ

غزوۂ سویق

م ابوجہل اور عتبہ کے بعد ابوسفیان قریش کا بڑا سردار تھا۔ وہ ذی الحجہ ۲ھ ہجری میں اونٹ سوار لے کر مدینہ کی طرف اس یقین کے ساتھ بڑھا کہ یہودی کے خلاف اس کا ساتھ دیں گے۔ یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار مشکم نے مسلمانوں کے حالات سے آسے آگاہ کیا اور مدینہ سے

[1] وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْ

فاصلہ پر عریض پر حملہ کر دیا۔ مگر ابوسفیان پسپا ہو کر بھاگ گیا سامانِ رسد
ن اس کے پاس ستو کی بوریاں تھیں۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔
س لئے یہ واقعہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا۔

رحم وکرم

غزوہ سویق کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ سے کچھ فاصلہ پر ایک ببول کے درخت کے نیچے
و رہے[1] تھے حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اپنی تلوار اس درخت
ں لٹکا دی تھی ایک وحشی بدو دعثور[2] نے آپ کو دیکھ لیا۔ وہ تلوار سوت کر
پ کے سینہ پر کھڑا ہو گیا تو آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے چلا کر کہا "محمد!
ب تمہیں کون میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا "خدائے واحد"
س جواب پر تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ سینۂ اقدس سے اُترا
و جھٹ آپ نے اُٹھ کر تلوار اُٹھالی اور فرمایا۔
"اب تم کہو تمہیں کون بچا سکتا ہے" اس نے کہا "آہ! کوئی نہیں"۔
آپ نے یہ کہہ کر "پھر مجھ سے رحم دل ہونا سیکھو" اس کی تلوار واپس کر دی۔
خدائے واحد پر اس قدر یقین اور دشمن پر اس قدر رحم وکرم عفو و
درگزر دیکھ کر بدو حیرت میں رہ گیا اور آپ پر ایمان لایا۔ "سپرٹ آف
اسلام" میں لکھا ہے کہ اس واقعہ کو واشنگٹن اردنگ نے بڑے دلاویز

---

[1] چونکہ اس وقت بارش ہو رہی تھی اور کپڑے بھیگ گئے تھے اس لئے آنحضرت صلعم سوکھنے کے لئے اپنے کپڑے پھیلا کر درخت کے سایہ میں سو گئے تھے۔
[2] بعض مورخین کے بیان کے مطابق ایک بنی قینقاع کا ایک یہودی تھا اس نے لقب دعثور اختیار کیا تھا۔

پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ ۵۔ذی الحج مطابق یکم اپریل ۶۲۴ء کا

رخصتی بی بی عائشہ ۲ سنہ ہجری

رسول اللہ سے حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ کا نکاح سنہ۱۰ نبوی میں بمقام مکہ ہوا مگر اُس وقت وہ کم عمر تھیں۔ اُن کی وداع مدینہ آکر ۲ سنہ ہجری میں ہوئی۔ عام خیال یہ ہے کہ نکاح کے وقت وہ ۶ یا ۷ سال اور رخصتی کے وقت ۹ یا ۱۰ سال کی تھیں مگر تاریخی تحقیق یہ ہے (جیسا کہ ان حالات میں بیان کیا جائے گا) کہ وداع کے وقت وہ ۱۴ سال کی تھیں۔ رسو کی بیویوں میں صرف یہ ہی کنواری تھیں اور سب بیوہ تھیں یا مطلقہ۔

جنگ اُحد ۱۱ شوال ۳ سنہ ہجری

عرب میں کوئی شخص مارا جاتا تو اس کا بدلہ لیا جاتا تھا چاہے اس کے قتل کو کتنی مدت نہ گذر جاتی۔ جنگ بدر میں قریش کے ستر مارے گئے جن میں بڑے بڑے سردار تھے۔ سارا مکہ انتقام کے جوش میں تھا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کی اس تجویز کو کہ گذشتہ سال شام کی تجارت میں کثیر منافع ہوا تھا۔ وہ مسلمانوں سے بدلہ لینے میں صرف کیا جائے منظور گیا کم وبیش ڈھائی لاکھ درہم لڑائی کی تیاری کے لئے اسی وقت جمع ہو دو شاعروں کو سب قبیلوں میں بھیجا گیا جنھوں نے اپنے اشعار سے مسلم کے خلاف جوش پھیلایا اور چودہ عورتوں کو جن کی اولاد جنگ بدر میں قتل تھی، اور جنھوں نے قاتلوں کا خون لینے کا عہد کیا تھا۔ جنگ میں جانے کے لئے تیار کیا۔ اُن عورتوں میں ہند زعتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی

م حکیم (عکرمہ بن ابو جہل کی بیوی) فاطمہ بنت ولید (خالد بن ولید کی بہن)
ناس (مصعب بن عمیر کی ماں) بھی تھیں۔ رسول اللہ کے چچا حضرت عباس
ہی میں تھے۔ انھوں نے آنحضرت کو قاصد کے ذریعہ حالات سے باخبر
دیا۔ رسول اللہ نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر ابو سفیان بن
ب بن امیہ کی سرکردگی میں مدینہ کے قریب آچکا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کو
ع کرکے مشورہ کیا۔ ایک رائے یہ ہوئی کہ عورتیں قلعہ میں رہیں اور مرد شہر میں
فعت کریں۔ عبداللہ بن ابی بن سلول جو مصلحت کی بنا پر بظاہر مسلمان
لیا تھا اور منافقین کا سردار تھا۔ اس کی بھی یہی رائے تھی۔ دوسرا مشورہ
دیا گیا کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر ۱۰ شوال ۳ھ ہجری
مطابق ۲۵ جنوری ۶۲۵ء کو رسول اللہ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ
ے باہر آئے مگر عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے تین سو آدمیوں کو یہ کہہ کر
لیس لے گیا کہ میری رائے پر عمل نہیں کیا گیا۔ اب آنحضرت کے ساتھ صرف
ات سو مسلمان تھے۔ یہ باقاعدہ سپاہی یا تنخواہ دار ملازم نہ تھے۔ ان میں صرف
لو زرہ پوش تھے۔ اُن کے مقابلہ میں قریش کا جو گنتی سے بھی زیادہ لشکر۔ جو
کم از کم تین ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اُحد کے مقام پر جو مدینہ سے شمال مشرق
کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ دو دن پہلے جمع ہو چکا تھا اُن میں دو ہزار
ونٹ سوار۔ دو سو گھوڑے سوار اور سات سو زرہ پوش تھے۔

دوسرے دن ہفتہ ۱۱ شوال کو مسلمان اُحد پہنچے۔ آنحضرت نے
صفیں آراستہ کیں تو فوج کی پشت پر پچاس تیر انداز اس ہدایت کے ساتھ مقرر

فرمائے کہ کسی حالت میں۔ یہاں تک کہ فتح کی صورت میں بھی اس جگہ سے نہ ہٹنا
آغاز جنگ یوں ہوا کہ کفار کی عورتیں ہند (امیر معاویہ کی ماں) کی
سرکردگی میں دف بجاتی اشعار گاتی مقتولین بدر کا دردناک مرثیہ پڑھتی آگے
بڑھیں۔ اُن کے رجزیہ تھے۔

"ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔
قالینوں پر چلنے والیاں۔
تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔
اور پیچھے قدم ہٹایا تو تم سے الگ ہو جائیں گے۔"

سب سے پہلے لشکر قریش کا علم بردار طلحہ نکلا اور حضرت علی کے ہاتھ
سے مارا گیا۔ پھر اس کا بھائی عثمان آیا اور حضرت حمزہ نے اُسے ٹھکانے لگایا
اب عام جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان اس قدر بے جگری اور جانبازی سے
لڑے کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دئے اور اس کے پاؤں اُکھڑنے لگے
مگر بعض مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اور جو وہ تیر انداز جو
کی پُشت پر مقرر کئے گئے تھے اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ میں حصہ لینے لگے اس کا
نتیجہ ہوا کہ قریش کے سردار خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے
تھے عقب سے حملہ کر دیا اور بدحواسی میں کئی مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں
مارے گئے۔ اسلامی فوج کے علمبردار مصعب بن عمیر بڑی حد تک آنحضرت
کے ہمشکل تھے۔ وہ شہید ہوئے تو یہ خبر اُڑ گئی کہ رسول اللہ شہید ہو گئے۔
یہ سُنتے ہی مسلمانوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ خواتین بھی جبر

پہنچی تو انصار میں سے ایک بی بی میدان جنگ میں آکر ایک ایک سے رسول اللہ کی خیریت پوچھتی پھریں۔ اُن کو اپنے شوہر پھر باپ پھر بھائی پھر بیٹے کی شہادت کی خبریں ملیں اور وہ یہی کہتی رہیں "اچھا یہ تو بتاؤ رسول اللہ کس طرح ہیں"۔ اور جب آنحضرت کے چہرہ پر اُن کی نظر پڑی تو خوشی سے اُچھل پڑیں اور کہا۔

"اے خدا کے سچے رسول، باپ بھائی شوہر بیٹا سب تجھ پر قربان ہیں"۔

حضرت اُم عمارہ جن کا اصل نام نسیبہ ہے اور جو انصاری تھیں جن کی عمر اُس وقت ۴۳ سال تھی اور جن کے شوہر اور دو بیٹے بھی شریک جنگ تھے پانی کا مشکیزہ پیٹھ پر رکھے زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں مشرکوں کی شورش دیکھ کر مشکیزہ پھینک ڈھال اور تلوار لئے رسول اکرم کے قریب پہنچ کر سینہ سپر ہو گئیں عبداللہ بن قمیہ قریش کا ایک بہادر صفیں چیرتا آنحضرت کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور زور سے آپ کے چہرے پر ایک تلوار ماری۔ جو اُچٹتی ہوئی لگی۔ اور آپ کی پیشانی میں زرہ کی دو کڑیاں گھس گئیں اور دائیں طرف کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ اس وقت اُم عمارہ[1] نے اُس کے تلوار ماری مگر وہ لوہے میں غرق تھا۔ وار کارگر نہ ہوا۔ جاں نثارانِ رسول عربی نے اپنے آقا کو اپنے گرد لے لیا تھا۔ چاروں طرف سے تیر آ رہے تھے۔ آپ پہاڑ کی چوٹی پر تیس فدائیوں کے ساتھ چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو لے کر چڑھنے کی کوشش کی مگر حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے اس قدر پتھر اور تیر پھینکے

---

[1] جنگ اُحد میں اُم عمارہ کے تیرہ زخم آئے تھے۔ ابن اسعد کا بیان ہے کہ اُم عمارہ نے اُحد کے علاوہ حدیبیہ۔ خیبر۔ حنین۔ یمامہ۔ عمرۃ القضا کی لڑائیوں میں بھی حصہ لیا تھا۔

کہ اُسے ناکام لوٹنا پڑا۔

مدینہ، رسول اللہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو بی بی فاطمہ اُحد کے پہاڑ پر آگئیں انھوں نے اپنے باپ کا زخم دھویا اور حضرت علی نے ڈھال میں بھر کر اُس پر پانی ڈالا۔ پھر بی بی فاطمہ نے چٹائی جلا کر زخم میں راکھ بھر دی تو خون تھم گیا۔

حضرت حمزہ نے اس جنگ میں شہادت پائی۔ کفار کی عورتوں نے جوش انتقام میں مسلمانوں کی لاشوں کے ناک کان کاٹے۔ ابوسفیان کی بیوی امیر معاویہ کی ماں ہندہ نے اُن کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا۔ اور حضرت حمزہ کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبایا مگر نگل نہ سکی اس لئے تھوک دیا پھر پہاڑ پر چڑھ کر اُس نے کہا آج بدر کا انتقام لے لیا گیا (ہندہ کا باپ عتبہ حضرت حمزہ کے ہاتھ سے جنگ بدر میں مارا گیا تھا) حضرت حمزہ کی بہن اور رسول کی پھوپی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے جو آنحضرت کی خالہ زاد بہن بھی تھیں اس جنگ میں انتہائی صبر و ضبط کا ثبوت دیا۔ رسول اللہ نے اُن کو دیکھ کر اُن کے بیٹے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا "تمہاری ماں حمزہ کی لاش نہ دیکھیں" انھیں معلوم ہوا تو کہا "میں سُن چکی ہوں، مگر اللہ کی راہ میں یہ قربانی کچھ نہیں"۔ بھائی کا جو مرثیہ انھوں نے کہا اس کے ایک شعر میں ان سے اس طرح خطاب کر رہی ہیں۔

"آپ پر آج وہ دن آیا ہے کہ سورج سیاہ ہو گیا۔ حالانکہ پہلے تو وہ روشن تھا"

بی بی عائشہ اور ام سلیم اس جنگ میں شریک تھیں مشکیں بھر بھر کر پانی
پیٹھ پر لاتیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتیں اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔

ایک صحابیہ تھیں ام عطیہ۔ وہ آنحضرت کے ساتھ غزوات میں شریک
ہو کر مجاہدین کے اسباب کی رکھوالی کرتی کھانا پکاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

مسلمان مدینہ واپس آ رہے تھے کہ حمنہ بنت جحش ملیں (حضرت زینب
کی بہن جنھوں نے واقعہ افک میں بہن کے خیال سے حضرت عائشہ کے خلاف
منافقین کی ہاں میں ہاں ملائی تھی)۔ انھیں پہلے اپنے ماموں حضرت حمزہ کی
شہادت کی خبر ملی پھر اپنے بھائی عبداللہ بن جحش کی۔ دونوں کے لئے انھوں
نے دعائے مغفرت کی مگر جب اپنے شوہر حضرت مصعب بن عمیر کی خبر شہادت سنی
تو رونے لگیں۔ رسول اکرم نے فرمایا "دیکھو حمنہ کے دل میں اپنے شوہر کی کس قدر محبت ہے"۔

جنگ احد میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے۔ جن کے کفن کے لئے مسلمانوں کے
پاس کافی کپڑا بھی نہ تھا۔ ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر اسی دن مکہ کی طرف لوٹ
گیا۔ اس میں نہ یہ ہمت تھی کہ مدینہ پر حملہ کرے نہ یہ جرأت کہ لڑائی فیصلہ
کن ہو۔ مغربی مورخین کہتے ہیں کہ جنگ احد میں قریش کی فتح ہوئی۔ اس میں
شک نہیں کہ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت اٹھانا پڑا مگر کیا اس جنگ کو
فتح کہا جائے گا۔ جس میں مال غنیمت کچھ بھی ہاتھ نہ آیا؟ کیا فاتح لشکر کی
شان یہ ہوتی ہے کہ جنگی قیدی ایک بھی اس کے ساتھ نہ ہو؟

چوتھا نکاح بی بی حفصہ سے ۳ ہجری

بی بی حفصہ حضرت عمر کی بیٹی تھیں۔ ان کی پہلی شادی
خنیس بن حذافہ سے ہوئی تھی۔ اور انھیں کے ساتھ

ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔ جنگ بدر میں وہ زخمی ہو کر چند ہفتے بعد گذر گئے
ان کی دوسری شادی حضرت عمر نے پہلے حضرت عثمان سے پھر اُن کے رضامند
نہ ہونے پر حضرت ابوبکر سے کرنی چاہی۔ وہ بھی خاموش ہو گئے۔ بی بی حفصہ
حقوق ہجرت اور حضرت عمر کی خدمات اسلام کے پیش نظر آپ نے بی بی حفصہ
سے نکاح کر لیا نومبر ۶۲۴ء میں۔

عبداللہ بن ابی بن سلول

مدینہ والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی شخصیت بہت ممتاز تھی
وہ قبیلۂ خزرج کا سب سے بڑا سردار تھا۔ سارا مدینہ اُسے اپنا بادشاہ تسلیم
کرنے کو رضامند تھا۔ جلوس کی تیاریاں ہو چکی تھیں۔ تاج شاہی بن
چکا تھا کہ رسول اکرم مدینہ تشریف لائے۔ اور عبداللہ کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا
مصلحتاً وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ مگر دل ہی دل میں انگاروں پر لوٹتا رہا منافق
یعنی وہ لوگ جو ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر تھے مسلمانوں کے دشمن
مار آستین، اُن کا سرغنہ یہی شخص تھا۔ مسلمانوں کے خلاف مختلف قبائل
کے بُت پرستوں اور مدینہ کے یہودیوں کو یہی اُکساتا تھا۔ ہجرت کے تیسرے
سال جب مکہ نے دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کی اور اُحد پر بُت پرستوں
مسلمانوں نے مقابلہ کیا تو اسی کے بہکانے سے تین سو مدینہ والوں نے مسلمانوں
کا ساتھ چھوڑا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگانے میں یہی
پیش پیش تھا۔ اس کی اسلام دشمنی کی وجہ سے ہی حضرت عمر نے اس پر تلوار
سونت لی تھی۔ مگر اللہ کے رسول کے عفو و درگذر نے اُن کا غصہ ٹھنڈا کیا تھا

حباب ابی بن عبداللہ کا بیٹا سچا مسلمان تھا۔ جب عبداللہ کی موت کا پیام آگیا تو اس نے اپنے بیٹے حباب کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کا کرتہ مل جائے تاکہ عذاب قبر سے محفوظ رہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے۔ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے یہ شان تو صرف انسان کامل ہی کی ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر کی مخالفت کے باوجود آپ نے کرتہ بھی عنایت فرمایا۔ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائی۔ شریک دفن بھی ہوئے اور اس کے حق میں دعا بھی فرمائی۔

یہودیوں سے لڑائیاں

مکہ کے بت پرست قریش کے مظالم سے تنگ آکر مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی تو مدینہ اور اس کے گردونواح میں یہودی ان کے سب سے بڑے دشمن تھے اور تمام عرب میں سب سے بڑی طاقت قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ ان کے تین قبیلے تھے۔ یہ لوگ تجارت پیشہ زمیندار، دولت مند اور سود خوار تھے اور انصار ان کے قرضدار رہتے تھے۔ ان میں تعلیم بھی تھی صنعت و حرفت بھی اور جنگ کے ماہر بھی تھے اور جنگ کا سامان بھی ان کے پاس بہت تھا مگر بہت لالچی اور بے حیا تھے، اسلام کی ترقی کو اپنے مفاد کے خلاف سمجھ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے۔ مشرکین سے کہتے کہ تم مسلمانوں سے اچھے ہو۔ وہ بظاہر مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو جاتے تاکہ اسلام کے متعلق مشرکوں کے خیالات اور خراب ہوں۔ مسلم خواتین کے متعلق فحش اشعار کہتے اور سڑکوں پر گاتے۔ ایک دن ایک مسلم خاتون یہودیوں کے محلہ میں کسی

کام سے گئیں تو یہودیوں نے انھیں چھیڑا ایک مسلمان نے آپؐ کی حمایت
میں اُس یہودی کو ملامت کی جو فقرے کس رہا تھا یہودی اور اکڑ گیا تو
غیرت مند مسلمان نے اُسے مارا یہودی مسلمان پر پل پڑے اور انھیں
قتل کر دیا۔ اس طرح یہودیوں کے قبیلۂ قینقاع نے مسلمانوں کے
خلاف اعلان جنگ کر کے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو سنہ ھ میں مسلمانوں
سے کیا تھا مسلمانوں نے اُن کے مضبوط قلعوں کا پندرہ دن تک محاصرہ
کیا۔ اور فیصلہ کے مطابق انھیں مدینہ چھوڑنا پڑا۔ یہ سات سو آدمی
جو شام میں جا کر آباد ہوئے۔
کعب بن اشرف یہودیوں کا بہت مشہور شاعر تھا۔ جنگ بدر میں
قریش کے جو سردار مارے گئے تھے۔ اُن کا اُس نے درد انگیز مرثیہ لکھا
جس میں قریش کو مشتعل کیا گیا کہ مسلمانوں سے انتقام لیں۔ مدینہ آیا
آنحضرت کے متعلق ناشائستہ اشعار کہے پھر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ
یہود کا دوسرا قبیلہ بنو نضیر مسلمانوں کے مدینہ آنے کے وقت
ہی قریش سے ساز باز کر رہا تھا۔ اور قریش نے اُن کو خط لکھا کہ
آنحضرت کو قتل کر دے یا مدینہ سے نکال دے۔ انھوں نے رسول
کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔ یہود کے ارادوں سے باخبر ہو
بعد جب اُن سے تجدید معاہدہ کو کہا گیا تو بنو قریظہ نے پھر معاہدہ کر
مگر اُس قبیلہ نے نہ کیا۔ عبداللہ بن ابی سلول نے یہ کہہ کر پیٹھ ٹھونکی
میں دو ہزار آدمیوں سے مدد کروں گا۔ تم صلح کی بات نہ کرنا۔ جنگ

کے موقعہ پر مدینہ سے باہر قریش مسلمانوں ختم کرنے کے لئے آئے تھے اور مدینہ کے اندر یہودی مسلمانوں کو مٹانے پر تُلے ہوئے تھے۔ سنہ ۴ ہجری میں اُن کے سنگین قلعوں کا محاصرہ کیا گیا اور اس شرط پر رضا مند ہو کر کہ اپنے اونٹوں پر جس قدر مال لے جا سکیں لے جائیں اُنھیں مدینہ سے نکلنا پڑا۔ جنگ خیبر اُنھیں کی وجہ سے ہوئی۔

بنو نضیر ہی کے اُکسانے سے بنو قریظہ نے جنگ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا تھا۔

پانچواں نکاح بی بی زینب ہلالیہ بنت خزیمہ سے سنہ ۳ ہجری

بی بی زینب ہلالیہ اُم المساکین بنت خزیمہ کے یکے بعد دیگرے دو شوہر مرنے کے بعد تیسرے شوہر عبداللہ بن جحش جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا تھا۔ ان کا چوتھا نکاح رسول اللہ سے سنہ ۳ ہجری مطابق جنوری سنہ ۶۲۶ء میں ہوا مگر تین ماہ بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

چھٹا نکاح بی بی اُم سلمہ سے سنہ ۴ ہجری

یہ ابو سلمہ کی بیوہ تھیں۔ جنھوں نے جنگ اُحد میں زخمی ہونے کے ۸ ماہ بعد وفات پائی۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ اُن کی کفالت اور ان کی حفاظت کے لئے سنہ ۴ ہجری مطابق فروری سنہ ۶۲۶ء میں آنحضرت نے اُن سے نکاح کیا۔ اسلام کی راہ میں انھوں نے بہت سختیاں اُٹھائی تھیں۔

قبائل کی لڑائیاں

بُت پرستی عرب کے ہر قبیلہ کا ایمان تھا اور اُسی کو مٹانے کے لئے رسول اللہ تشریف...

حج کے دنوں میں جب عرب کے تمام قبائل جن کا گزارہ ہی لوٹ مار پر تھا جس کی اسلام نے سختی سے ممانعت کی تھی مکہ آتے تو قریش اسلام کے خلاف انھیں اُبھارتے پھرتے۔ ادھر یہودی اُن قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے رہتے تھے بلکہ مدینہ کے اندر یا مدینہ کے باہر کہیں بھی وہ اطمینان سے رہ سکتے تھے۔ مسلمان سخت پریشان تھے اور آنحضرت انھیں تسلی تشفی دیتے رہتے تھے۔ مسلمانوں کو مشرکین ہی سے نہیں منافقین سے بھی خطرہ تھا۔

ایک دن قبیلہ کلاب کا سردار ابو براء آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ تحفے پیش کر کے کہا میرے قبیلہ کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے کچھ آدمیوں کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے تحفے واپس کر دیئے اور فرمایا کہ مجھے نجدیوں پر اعتبار نہیں۔ اُس کے یقین دلانے پر کہ مسلمانوں کو ہرگز کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ آپ نے ستر انصاری ساتھ کر دیئے جنھوں نے بیر معونہ میں قیام کیا مگر انھیں گھیر کر قتل کر دیا گیا۔ صرف ایک انصاری جو بچ کر نکل آئے اور آنحضرت کو اس سانحہ کی اطلاع دی۔ آنحضرت کو اتنا شدید صدمہ ہوا کہ تادم حیات ان بے گناہ مسلمانوں کی شہادت پر افسوس کرتے رہے۔

اُسی زمانہ میں عارہ اور رعضل دو قبیلوں کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں ہمیں دین کی باتیں سکھانے

کے لئے چند مسلمانوں کو بھیج دیجئے۔ آپ نے دس آدمی بھیج دیئے ان پر بھی دھوکے سے اسی طرح رجیع کے مقام پر حملہ ہوا۔ آٹھ شہید ہوئے اور دو گرفتار ان میں سے ایک زید تھے۔ ابو سفیان نے انھیں خرید لیا تھا اور پھر قتل کے وقت جب سینکڑوں تماشائی موجود تھے ان سے کہا۔

"تمھیں چھوڑا جا سکتا ہے بشرطیکہ تم محمد کو قتل کرو۔"

انھوں نے جواب دیا "لاحول ولا قوۃ میری جان حضور کے مقابلہ میں کیا چیز ہے۔ میں تو حضور کے پاؤں میں کانٹے کی خلش بھی نہیں دیکھ سکتا"۔

اِس جواب پر اُن کا سر اُڑا دیا گیا۔

ساتواں نکاح بی بی زینب بنت جحش سے ۵ھ مطابق جون ۶۲۶ء

بی بی زینب بنت جحش کی ماں امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی اور عبداللہ کی بہن تھیں گویا بی بی زینب رسول اللہ کی پھوپی کی بیٹی تھیں جب وہ مدینہ ہجرت کر کے آئیں تو تیس سال سے اوپر عمر ہو گئی تھی۔ تین سال بعد اُن کا نکاح رسول اللہ نے اپنے آزاد غلام زید بن حارث سے کر دیا تھا۔ یہ وہی زید تھے۔ جو زید بن محمد کہلانے لگے تھے جن سے رسول اللہ بیٹے کی طرح محبت کرتے تھے۔ زید کی پہلی شادی اُم ایمن سے ہوئی تھی مگر ان کے انتقال کے بعد زینب بنت جحش سے۔ وہ اس رشتہ کو پسند نہ کرتی تھیں کیونکہ وہ ایک باوقار معزز خاندان سے تھیں اور زید بہر حال غلام۔ مگر اسلام میں امیر غریب آزاد و غلام کا امتیاز نہیں اور آپ کو اس رواج کو مٹانا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے

کر دیا مگر چونکہ بی بی زینب اس نکاح سے خوش نہ تھیں انھوں نے زید سے
لے لی۔ اب ادھر تو بی بی زینب کے پہلے نکاح کی تمام ذمہ داری آپ کی ذا
پر تھی۔ دوسرے نے پالک کی مذموم رسم کو مٹانا تھا کہ کسی کو بیٹا بنا لینے
اس کا حق بیٹے کے برابر ہرگز نہیں ہو جاتا اس لئے آپ نے خود بی بی زینب
نکاح کیا۔ یہ واقعہ اس قدر اہم تھا کہ کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

جنگ بنی مصطلق ۵ سنہ ہجری

مدینہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں
مریسیع یہاں قبیلہ بنی مصطلق آباد تھا
کے اکسانے پر اس قبیلہ کے سردار حارث
ابی ضرار نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ حضور کو اس خبر کی تصدیق ہو
آپ نے صحابہ کو مقابلہ کے لئے تیار کیا اور ۲ شعبان ۵ سنہ ھ کو اسلامی
مدینہ سے روانہ ہوئی۔ حارث کو اس کا علم ہوا تو وہ تو بھاگ گیا مگر م
والے مسلمانوں پر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو انھوں نے ہتیار

آٹھواں نکاح بی بی جویریہ سے ۵ سنہ ہجری

جنگ مصطلق میں مسلمانوں کے ہاتھ چھ سو قیدی
دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں آئیں۔
قیدیوں میں حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں ان کا
شوہر مسافع بن صفوان جنگ مصطلق میں مارا
گیا تھا۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں
جس نے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ ایک معقول رقم معاوضہ ادا کی جائے۔
جویریہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا میں مسلمان

لی ہوں۔ اِس وقت میں قید ہوں مگر اپنے قبیلہ کے سب سے بڑے آدمی
بیٹی ہوں آپ میری مدد کیجئے"۔ رسول اللہ نے معاوضہ کی رقم ثابت کو ادا
کے انھیں آزاد کر دیا۔ بی بی جویریہ مسلمان تو ہو ہی چلی تھیں انھوں نے
ش کی کہ رسول اللہ اُن سے نکاح کر لیں۔ آپ نے اُن کی درخواست منظور
ی اور اس نکاح کے احترام میں بی بی جویریہ کے قبیلہ کے سب آدمی آزاد
ئے گئے۔ اور مالِ غنیمت اُن کے مالکوں کو واپس کر دیا گیا۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں" میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنے قبیلہ
لوگوں کے لئے اس قدر رحمت کا باعث ہوئی ہو جیسے بی بی جویریہ"۔

بی عائشہ پر بہتان

سنہ ھ میں مریسیع سے واپسی پر بی بی عائشہ قافلہ کے پیچھے رہ گئیں۔ ہوا یہ کہ اُن کی کنٹھی کہیں
پڑی تھی وہ اُس کی تلاش میں رہیں اور حالی ہودہ لئے اُن کا اونٹ روانہ
لیا۔ صفوان ابن معطل گری پڑی چیزوں کی دیکھ بھال کے لئے سب سے
یں تھے۔ اُنھوں نے بی بی عائشہ کو دیکھا تو اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور جا کر
ے سے مل گئے۔ دشمنانِ اسلام ہر وقت اسلام کو بدنام کرنے کی تاک میں
لگے رہتے تھے اس موقع پر انھوں نے بالخصوص منافقوں کے سردار عبداللہ
ن ابی نے حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھایا۔ رسول اللہ نے تحقیق کی۔ گواہیاں
بی عائشہ کی بیگناہی میں دی گئیں۔ یہاں تک کہ کلام اللہ کی آیتیں اُن کی
رات میں نازل ہوئیں۔ اُن سے پہلے ایک اور عصمت مآب خاتون بی بی مریم
کی عصمت کا کلام اللہ گواہ ہے۔

جنگ احزاب یا غزوہ خندق ۵ھ

یہودیوں کا قبیلہ بنو نضیر اپنی مسلسل شرارت اور غداری کی وجہ سے مدینہ سے نکالا گیا تو خیبر والوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ اُدھر مکہ جاکر قریش کو جو پہلے ہی سے مسلمانوں سے ذلت اٹھا رہے تھے اور اُن سے بدلہ لینے پر تلے بیٹھے تھے بھڑکایا۔ عرب مختلف قبائل بھی اس فکر میں تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کا پاپ کٹے۔ طاقتیں متحد ہوگئیں اور قریش نے تیسری مرتبہ قبائل اور یہود کی مدد کی طرف پیش قدمی کی۔ تینوں اتحادیوں کی مجموعی فوج کی تعداد دس ہزار بقول بعض چوبیس ہزار تھی۔ رسول اللہ کو معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سلمان فارسی کی اس رائے کو سب نے پسند کیا کہ کھلے میدان مقابلہ کرنے کی بجائے خندق کھودی جائے۔ مدینہ تین طرف سے ... اور مکانات سے محفوظ تھا اور چوتھی طرف یعنی شمالی جانب پانچ گز ... گز گہری خندق کھودی گئی۔ رسول اللہ نے دس دس گز زمین دس دس کی ٹکڑیوں میں تقسیم کردی اور خود بھی صحابہ کی طرح فاقہ کی حالت میں کھودی! بیس دن تک یہ خندق کھودی گئی۔

یہود۔ قریش اور قبائل کے دس ہزار اور بقول بعض ۲۴ ہزار ... پوری تیاری کے ساتھ اس زور سے حملہ کیا کہ زمین مدینہ دہل گئی ... ہیں اس موقعہ کے لئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ آیت ۱۰ تا ۱۱

اذ جب دشمن اوپر کی طرف اور نیچے کی طرف سے آپڑے اور جب ...

لے یہود کو نبی موعود کا انتظار تو تھا مگر ان کو یقین تھا کہ حضرت اسحاق کی نسل ہوگی جو ... [illegible]

(خوف کی وجہ سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے
اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔ اس
موقع پر مسلمانوں کا پورا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے۔[1]
اسلامی فوج میں منافقین بھی تھے جو مصلحتاً مسلمان ہو گئے تھے۔ رسد
... رات رات بھر جاگنے اور اپنے گھر محفوظ نہ ہونے کے بہانے تراش کر وہ
...نے کی فکر میں تھے۔ اس کے متعلق بھی سورۂ احزاب میں ہے۔ آیت ۱۳۔

"ان میں بعض لوگ نبی سے جانے کی اجازت مانگتے اور کہتے ہیں
کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔ یہ محض
بھاگنا چاہتے ہیں"[2]

اور مسلمانوں کے متعلق بھی اسی سورۃ کی آیت ۲۲ ہے کہ

"ایمان داروں نے جب اُن کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگے یہ
تو وہی ہے جس کی ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے خبر دی تھی۔
اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا۔ اور اس سے ان کے
ایمان اور طاقت میں اور ترقی ہو گئی"[3]

یہ جنگ بہت سخت تھی اور ایک ماہ تک رہی۔ مسلمانوں کو تین تین دن
...قے کرنے پڑے۔ صحابہ نے رسول اللہ کو پیٹ کھول کر دکھلائے کہ پتھر بندھے

---

[1] اِذْ جَاءُوكُمْ ... ... زِلْزَالًا شَدِيدًا۔
[2] وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ ... ... إِلَّا فِرَارًا۔
[3] وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ ... ... وَتَسْلِيمًا ۝

ہوئے تھے۔ آپ نے بھی اُن کو دکھایا کہ شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔
خندق پار نہ کر سکتے تھے۔ تیر اور پتھر برساتے تھے۔ مختلف اصحاب کے
مختلف حصے تھے۔ ایک حصہ کا اہتمام خود آپ کے ذمّہ تھا۔ ایک طرف
کی چوڑائی کم تھی۔ اسی طرف سے قریش خندق پار کر کے آئے۔ سب سے
بن عبدِ ودّ نے جس کی بہادری کا لوہا سارا عرب مانتا تھا سامنے آ
حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر کئی نامور سردار آئے اور مارے
مسلمان عورتیں جس قلعہ میں تھیں حضرت حسان بن ثابت
محافظ تھے۔ بنو قریظہ کے یہودیوں نے اُس قلعہ پر حملہ کر دیا۔ رسول اللہ
پھوپی حضرت صفیہ نے جو اُس وقت ۵۸ سال کی تھیں ایک یہودی
حضرت حسّان سے اُسے مارنے کو کہا۔ ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت
تو حضرت صفیہ نے خیمہ کی چوب اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی
پھاٹک تک پہنچ گیا تھا کھینچ کر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت
اُس کا سر کاٹ کر قلعہ پر لٹکا دیا۔ اور یہودی یہ سمجھ کر کہ قلعہ میں بھی فو
بھاگ گئے۔ رسد ختم ہوتے ہی اور جنگ طول کھینچ رہی تھی اور دشمن
گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کہ طوفان بھیجا۔ اُن کے خیمے اکھڑنے لگے
واقعہ کو کلام اللہ میں (سورۂ احزاب آیت ۹) اِس طرح بیان کیا گیا ہے

"اے ایمان والو۔ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا انعام یاد کرو جب
تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے۔ پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی
(جس نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے اور) فرشتوں کی ایسی فوجیں

بھیجیں جو تم کو دکھائی نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے (اس وقت کے)
اعمال کو (خندق کھودنے کے استقلال کو) دیکھتا تھا" لہ

ابوسفیان نے جو دشمن کے لشکر کا سب سے بڑا آدمی تھا کہا رسد ختم
ہو گئی۔ آندھی نے پریشان کر دیا۔ یہود بنو قریظہ بھاگ گئے۔ محاصرہ سے کچھ
حاصل نہ ہوگا۔

ابوسفیان کی تقریر سن کر لشکر کفار واپس ہو گیا اور رسول اللہ مسلمانوں
کو لے کر مدینہ واپس آئے۔ جنگ احزاب یا جنگ خندق میں دشمن کے
دس ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں اسلامی فوج صرف تین ہزار تھی (اور
بعض مورخین صرف ۱۶۰۰)۔

حضرت ربیع بنت مسعود جن سے ۲۱ حدیثیں مروی ہیں کہتی ہیں کہ
سب غزواۃ میں شریک ہو کر پانی پلاتے۔ اور مدینہ تک زخمیوں کو اور
مقتولوں کو اٹھا کر لاتے تھے۔ حضرت رفیدہ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ
لگا رکھا تھا جہاں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں جنگ خندق میں
حضرت سعد بن معاذ زخمی ہو کر اس خیمہ میں آئے تھے اور حضرت رفیدہ نے
ان کا علاج کیا تھا۔

جنگ خندق میں چونکہ مختلف جماعتوں کے آدمی شریک ہوئے
اس لئے جنگ احزاب بھی کہلاتی ہے (حزب کے معنی جماعت)۔

لہ یاایھا الذین .. .. .. وکان اللہ بما تعملون بصیرا۔

صلح حدیبیہ اور بیعت الرضوان
سنہ ۶ھ فروری سنہ ۶۲۸ء

سنہ ۶ھ میں رسول اللہ چودہ
مسلمانوں کے ساتھ حج کے
روانہ ہوئے اور قربانی کے اد
بھی ساتھ لئے تلوار کے علاوہ جو ہر عرب ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا
ہتھیار کسی کے پاس نہ تھا۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کی رسم ادا کی گئی۔ قریش
معلوم ہوا تو انھوں نے قبائل کو خبر کی اور ایک لشکر جرار لے کر مکہ
آئے۔ ادھر رسول اللہ اور مسلمان مکہ سے ایک میل ادھر حدیبیہ کے مقا
ابھی تک قبیلہ خزاعہ مسلمان نہیں ہوا تھا مگر اسے مسلمانو
ہمدردی تھی۔ بدیل بن ورق اس قبیلہ کے سردار کو آنحضرت کے آ
خبر ملی تو وہ حدیبیہ میں آیا اور اطلاع دی کہ قریش کا ایک بڑا لشکر
روانہ ہو چکا ہے۔ وہ آپ کو مکہ نہ جانے دے گا۔ آپ نے فرمایا ہم جنگ
نہیں آئے۔ عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ مناسب تو یہی ہے کہ قریش ہم سے
مقررہ مدت کے لئے صلح کر لیں۔ نہیں تو میں اس وقت تک لڑوں گا
میری گردن الگ نہیں ہو جاتی۔ بدیل نے یہی الفاظ قریش کے پاس
دہرا دیئے۔ عروہ بن مسعود ثقفی قریش کی طرف سے آئے اور اثنائے گفتگو
رسول اللہ سے کہا کہ آپ مسلمانوں پر زیادہ بھروسہ نہ کریں۔ آپ پر
آ پڑی تو یہ سب بھاگ جائیں گے۔ مگر اس نے قریش سے جا کر کہا
قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں مگر جو عقیدت و محبت
کی محمد کے ساتھ دیکھی وہ کہیں نظر نہ آئی۔ قریش کے دوران

سمجھدار آدمیوں کی رائے تھی کہ معاہدہ کر لینا چاہیئے۔ تین دفعہ ہم مدینہ
پر دھاوا بول چکے ہیں۔ مگر اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ معاہدہ ہو جائے گا
شام کی تجارت کھل جائے گی۔ کیونکہ کوئی فیصلہ کن گفتگو اب تک نہ
ہوئی تھی اس لئے رسول اللہ نے حضرت عثمان بن عفان کو قریش کے
پاس بھیجا۔ قریش نے انھیں روک لیا اور یہ خبر اُڑ گئی کہ اُنھیں قتل
کر دیا گیا۔ رسول اللہ کو معلوم ہوا تو آپ نے ببول کے درخت[1] کے نیچے
مسلمانوں سے عہد لیا کہ اسلام پر وہ اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔
اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں
کی تعداد کچھ بھی نہ تھی۔ سامان جنگ بھی ان کے پاس نہ تھا۔ مگر وہ اپنے
آقا اور مولا کو اللہ کا سچا رسول یقین کرتے اور اسلام پر اپنے جسم کا آخری
قطرہ تک بہا دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو رسول اللہ کے پاس آیا اور اس سے
گفتگو ہونے کے بعد حضرت علی نے معاہدہ قلم بند کیا۔ صلح کی شرطیں یہ تھیں۔
(۱) مسلمان بغیر حج کئے اس سال تو واپس چلے جائیں مگر (۲) آیندہ
سال حج کو آسکتے ہیں لیکن تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں گے (۳)
جو مسلمان مکہ میں ہیں انھیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے لیکن اگر ان میں سے
کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اُسے نہ روکیں گے (۴) مکہ سے جو مدینہ جائے وہ

---

[1] برکت کا نشان سمجھ کر بہت سے مسلمان اس درخت کو دیکھنے آنے لگے تھے۔ اس خیال سے
کہ کہیں مستقبل میں مسلمان اس کو "نشان تعظیم" نہ بنالیں حضرت عمر فاروق نے اسے کٹوا دیا تھا۔

واپس کیا جائے مگر کوئی مسلمان جو مکہ آئے تو واپس نہ کیا جائے۔ (۵) جا
کو اختیار ہوگا کہ قریش اور مسلمانوں میں سے جس کے ساتھ چا
معاہدہ کریں۔

بظاہر مسلمانوں نے دب کر یہ شرطیں قبول کیں۔ مگر اس معاہدہ میں
کی بڑی فتح تھی۔ تین دن حدیبیہ میں قیام کر کے مسلمان واپس ہو
جیساکہ حضرت جبریل نے پہلی وحی کے نزول کے وقت کہا تھا کہ "اے
قرآن تم پر وقتاً فوقتاً نازل ہوگا"، انیس سال سے وقتاً فوقتاً کلام
نازل ہو رہا تھا۔ ———— حدیبیہ سے روانہ ہونے کے بعد را
ہی میں سورۂ فتح (پارہ ۲۶) کا نزول ہوا "ہم نے تم کو کھلی ہوئی
عنایت کی"۔[۱]

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی یہ فتح تھی کہ وہ اور کفار اب بے کھٹکے
جلنے لگے۔ شام کی طرف وہ تجارت کو جاتے اور اُن کے خاندان کے بہت
افراد بھی مدینے میں تھے۔ اس لئے وہ اکثر مدینہ آتے اور گہری نظر سے مسلما
کی زندگی کا مطالعہ کرتے اور مکہ جا کر اس کا ذکر کرتے۔ اسلام کی تعلیم و
آنکھوں سے دیکھتے تو متاثر ہوتے اور یتیم عبداللہ کی رسالت کا یقین کر
توحید پڑھتے۔ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک قریش اس کثرت سے مسلمان ہو
کہ اب تک نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن
اسی زمانہ میں ایمان لائے اور اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں

[۱] اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ...

واں نکاح بی بی ام حبیبہ سے ۶ سنہ ہجری

بی بی ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی اور عبیداللہ بن جحش کی بیوی تھیں مسلمانوں کو ہجرت حبش کی اجازت ہوئی تو ۵ سنہ نبوت میں یہ بھی اپنے میاں کے ساتھ حبش چلی گئی تھیں۔ وہاں جاکر عبداللہ بن ش عیسائی ہوگیا تو انھوں نے اسلام کی محبت میں اُس سے علیحدگی کرلی اور وہیں مرگیا۔ رسول اللہ کو جب معلوم ہوا کہ اسلام کی خاطر اس قدر تکلیفیں جھیلنے کے بعد اُن کی محبت اسلام کا یہ حال ہے اور اب ان کا کوئی مددگار نہیں تو رو بن امیہ ضمیری کے ہاتھ حبش کے بادشاہ کے نام خط لکھ کر بھیجا کہ اپنی وکالت سے میرا نکاح ام حبیبہ کے ساتھ کر دو۔ اور مہر بھی ادا کر دو۔ یہ نکاح ابوسفیان کی دشمنی میں کمی کا باعث ہوا۔ سنہ ہجری میں بی بی ام حبیبہ حبش سے مدینہ آگئیں۔

دعوتِ اسلام سلاطین کو ۷ سنہ ہجری

رسول اللہ صرف عرب کے لئے نہیں تمام دنیا کے لئے اور صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں، رہتی دنیا تک کے لئے بندگان خدا کو راہ راست دکھانے اور خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اس لئے آپ نے سنہ ہجری کے اوائل مطابق سنہ ۶۲ء میں اڑوس پڑوس کے فرماں رواؤں کو اسلام قبول کرنے کے لئے خطوط روانہ کئے اُس زمانہ میں عرب کے اطراف میں چار زبردست سلطنتیں تھیں۔ ایک تو آتش پرستوں کی فارس میں۔ جس کا شہنشاہ خسرو پرویز تھا۔ اور تین عیسائیوں کی۔ روم میں

جس کا حاکم ہرقل مصر میں جس کا حکمراں مقوقش اور حبش میں جس کا بادشاہ نجاشی تھا۔

فتح خیبر
۷ھ مطابق مارچ ۶۲۸ء

خیبر مدینہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ... سے جلاوطنی کے بعد یہودی قبیلہ بنو نضیر ... آدمی زیادہ تر یہیں آباد ہوئے۔ اس لئے جگہ یہودیوں کا مرکزی مقام بن گیا۔ یہاں انھوں نے مضبوط قلعے ... جنگ احزاب کے لئے انھوں ہی نے اسلام کے خلاف قریش اور ... قبائل کو اکسایا تھا۔ منافقین کے سب سے بڑے سردار عبداللہ بن ابی ... انھوں نے ساز باز کی اور اس نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ صلح حدیبیہ ... یہودی یہ سمجھے کہ مسلمانوں نے جو دب کر معاہدہ کیا ہے تو واقعی وہ کمزور ... انھوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قبیلہ غطفان کو یہ لالچ دیا کہ فتح ... پر مدینہ کے نخلستان کا نصف حصہ تم کو دے دیا جائے گا۔ رسول ا... جب ان لوگوں کے ارادہ کا علم ہوا تو یہود اور قبیلہ غطفان کے حملہ سے ... کو بچانے کے لئے سباع بن عرفطہ غفاری کو حاکم مدینہ مقرر کر ۱۶۰۰ آدمی... کی جمعیت لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے جب آپ سفر پر جاتے اور ازواج ... میں سے کسی کو لے جانے کی ضرورت ہوتی تو قرعہ ڈال لیتے۔ جس بیوی ... نام نکلتا انھیں ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت ام ... ساتھ تھیں۔ خیبر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہودی اپنی عورتوں کو محفوظ مقام پر ... پہنچا کر اور غلہ وغیرہ کافی مہیا کر کے جنگ کے لئے بالکل تیار ہیں۔ ...

ن فوج بیس ہزار تھی۔ اور بہترین قسم کے سامان جنگ سے آراستہ۔ اُن کے
ھ نہایت مضبوط قلعے تھے۔ جن میں سے پانچ تو آسانی سے سر کر لیئے گئے
گر چھٹا قلعہ القموص کا بیس دن تک مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ آخر رسول اللہ
نے حضرت علی کو علم دیا۔ حضرت علی نے کئی یہودیوں کا سر قلم کر دیا تو یہودی
ن پر ٹوٹ پڑے حضرت علی کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو انھوں نے قلعہ کا
واڑ جو بہت مضبوط اور بہت بھاری تھا۔ پوری قوت سے اُکھاڑ ڈالا اور
س سے ڈھال کا کام لیا۔ یہ قلعہ بھی سر ہو گیا۔ اور یہودیوں نے ہتیار
ال دیئے۔ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور پندرہ مسلمان شہید
وئے۔ یہودیوں کی یہ درخواست منظور کر لی گئی کہ زمین اُنھیں کے قبضہ
یں رہے اور پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیا جائے۔

خیبر کے پاس یہودیوں کی اور ایک بستی تھی فدک۔ وہاں بھی پیداوار
میں مسلمانوں کا حصہ ہو گیا اور بغیر لڑے یہودی مرعوب ہو گئے۔

لیکن یہودی اپنی شرارتوں سے باز آنے والے نہ تھے۔ انھوں نے
رسول اللہ کی دعوت کی اور آپ دشمنوں کی دعوت میں بخوشی تشریف لے گئے
لیکن اس شریر قوم کی ایک عورت زینب بنت حارث کے ذریعہ جو سلام
بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بھتیجی تھی آنحضرت کو کھانے میں زہر دیا۔ آپ
نے پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ خدا کی مدد سے آپ کو معلوم ہو گیا۔ مگر ایک
صحابی بشر ابن بارہ جنھوں نے کئی لقمے کھا لئے تھے اُن پر زہر نے اثر کیا۔
ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت نے اس عورت کو بلوایا اُس نے اقبال جرم کیا

اور آنحضرت نے اُسے معاف فرما دیا۔

دسواں نکاح بی بی صفیہ سے ۷ھ مطابق ۶۲۸ء

بی بی صفیہ کو اُن کے پہلے شوہر سلام بن مشکم نے طلاق دے دی تھی۔ دوسرا شوہر کنانہ قبیلہ بنو نضیر کے مشہور سردار ابی الحقیق کا پوتا تھا ان کا باپ حیی بن اخطب جو ہارون پیغمبر کی نسل میں تھا جنگ خیبر میں مارا گیا تھا۔ فتح خیبر کے بعد یہ جنگی قیدی تھیں اور اگرچہ وحیہ بن کلبی کو انھیں دے دیا گیا تھا مگر صحابہ نے اُن کے خاندانی اعزاز کے خیال سے تجویز کی کہ رسول اللہ آن سے نکاح کر لیں تو یہود کی دشمنی میں کمی آجائے گی۔ اِس تجویز کے مطابق آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا۔ یورپ کے متعصب مورخین نے جو یہ لکھا کہ فتح خیبر سے مسلمانوں کو بے اندازہ دولت ملی یہ من گھڑت کہانی اور بالکل جھوٹا قصہ ہے بی بی صفیہ کے نکاح کے بعد جب رسول اللہ نے دعوت ولیمہ کیا تو مسلمان اپنا اپنا کھانا لے کر آئے۔ اس نکاح کے بعد یہودی پھر کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف شریک نہیں ہوئے۔

ادائے عمرہ ۷ھ ہجری

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ دو ہزار جان نثاروں کے ساتھ ادائے عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ معاہدہ حدیبیہ کی رو سے مسلمان اپنے ساتھ مکہ میں ہتھیار نہ لا سکتے تھے اس لئے انھوں نے بطن یاجج کے مقام پر جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ہتیار چھوڑ دیئے۔ آپ کے ساتھ انصار اور مہاجرین کے علاوہ وہ مسلمان بھی تھے جو حبش ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور

ں مدینہ آگئے تھے۔ ادائے عمرہ کے بعد معاہدہ کی رو سے تین دن گذرنے
مسلمان مدینہ کے لئے واپس ہو گئے۔

گیارہواں نکاح بی بی میمونہ سے ۷ ہجری

قبیلہ نبو ہلال کے ایک معزز سردار حارث بن حزن کی بیٹی تھیں۔ اُن کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا اُس نے طلاق دے دی تو دوسرا نکاح عبدالعزیٰ سے ہوا۔
ں کے انتقال کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ سے درخواست کی
قرابت کے حقوق کا تقاضا ہے کہ میری سالی سے جو بیوہ ہے۔ آپ نکاح
یں۔ رسول اللہ نے یہ بات منظور کرلی۔ مگر نکاح اس وقت ملتوی
دیا گیا کیونکہ جنگ خیبر کی تیاری ہو رہی تھی۔ جب آپ عمرہ کے لئے ۷ھ
ں مکہ پہنچے تو حضرت عباس کی وکالت سے نکاح ہوا۔ اور مہر کے پانچ سو
ہم ادا کر دیئے گئے اور بی بی میمونہ کو رسول اللہ اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔
بی بی میمونہ آنحضرت کی آخری بیوی تھیں۔

جنگ موتہ ۸ھ مطابق ۶۲۹ء

قیصر روم کو خط لکھ کر رسول اللہ نے حارث بن عمیر کو بھیجا تھا۔ قیصر کے ایک رئیس شرجیل نے اُنھیں قتل کر دیا تھا۔ اُن کے قصاص کے
ئے جمادی الاول ۸ھ مطابق جولائی ۶۲۹ء میں تین ہزار مسلمانوں کا ایک
شکر رومیوں کے مقابلہ کے لئے زید بن حارث کی سرکردگی میں روانہ کیا
یصر روم کے جرنیل شرجیل کو جاسوسوں کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی تو وہ

ایک لاکھ فوج سے آگے بڑھا۔ موتہ کے مقام پر ملک شام میں جنگ
ہوئی۔ حضرت زید بن حارث برچھیاں کھا کھا کر، حضرت جعفر ۹۰ زخموں
چُور ہو کر، حضرت عبداللہ بن رواحہ تلوار پر تلوار کے وار سے گھائل ہو کر شہید
ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید بے جگری سے لڑے۔ کہا جاتا ہے ان
ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے بعد فوج کی
اُن کے ہاتھ میں تھی وہ ڈیڑھ دن کی جنگ کے بعد اپنی فوج کو ہوشیاری
نکال کر واپس آ گئے۔ اس جنگ کے بعد انھیں "سیف اللہ" کا خطاب

فتح مکہ
۲۰ رمضان ۸ھ

قبیلہ خزاعہ اور بنو بکر کی دشمنی نسلاً بعد نسلٍ چلی
آ رہی تھی۔ ایک رات بنو بکر نے قبیلہ خزاعہ
حملہ کر دیا اور قریش نے بنو بکر کی مدد کی۔ خزاعہ
نے حرم میں پناہ لی۔ وہاں عربوں کے رواج کے مطابق کسی کا خون نہ
بہایا جا سکتا تھا۔ قریش نے بجائے روکنے اور منع کرنے کے بنو بکر
حوصلہ افزائی کی اور خزاعہ کے کئی آدمی خانۂ کعبہ میں مارے گئے
صلح حدیبیہ کی رو سے قبیلۂ خزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔ اس
نمایندے رسول اللہ کی خدمت میں فریاد لے کر آئے۔ آپ نے قریش
کو پیغام بھیجا کہ ان تین باتوں میں سے ایک بات منظور کی جائے
(۱) مقتولین کا خوں بہا دیا جائے۔ (۲) یا بنو بکر سے تعلقات
منقطع کئے جائیں۔ (۳) ورنہ پھر معاہدہ حدیبیہ ختم سمجھا جائے۔
جب قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑنا منظور کیا تو رسول اللہ دس ہزار

مسلح مسلمانوں کو لے کر مدینہ سے ۱۰ رمضان ۸ھ ہجری کو نکلے اور اس طرح
دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے جو الفاظ کہلوائے تھے۔

"وہ دس ہزار پاک انسانوں کو لے کر آیا"

وہ پورے ہوئے۔ مرالظہران پر جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے
ان پاک نفوس نے قیام کیا۔ اور رسول اللہ کی ہدایت کے مطابق
ہر خیمہ میں آگ روشن کی گئی تاکہ قریش مسلمانوں کی تعداد سے بھی مرعوب
ہوں اور بندگانِ خدا کا خون نہ بہے۔ اور ایسا ہی ہوا بغیر مقابلہ کئے اہل
مکہ سر ہو گئے اور سب سے پہلے جو قریش رسول اللہ کے سامنے لایا گیا وہ
ان کا سب سے بڑا سردار اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان تھے۔
ابوجہل کے بعد یہی قریش کے سرغنہ تھے۔ جنگ بدر کے بعد مدینہ پر دو
دفعہ چڑھائی انہیں کی سرکردگی میں ہوئی تھی۔ عرب کے تمام قبائل کو اسلام
کے خلاف انھوں ہی نے اکسایا تھا اور رسول اللہ کو قتل کرنے کی تدابیر بھی
انھوں ہی نے کی تھیں۔ رسول اللہ کا خلق دوست دشمن سب کے لئے
یکساں تھا۔ حضرت عمر نے ابوسفیان کو دیکھا تو آگ بگولا ہو گئے اور اپنے آقا
سے کہا "اجازت ہو تو ابھی گردن اڑا دوں"، مگر آپ نے منع فرمایا۔ بیس سال سے
تنی ہی گردن اور اکڑا ہوا سر خلق محمدی کے آگے جھک گیا اور اسلام قبول کیا۔

اللہ اور اس کے رسول کی فوج جب مکہ میں داخل ہوئی تو تکبیر کے
نعروں سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ انصار کے علمبردار حضرت سعد
بن عبادہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا۔

"آج کعبہ کو حلال کیا جائے گا"
مگر جب اللہ کے رسول کی سواری گذری اور یہ الفاظ آپ تک پہنچے تو
"نہیں۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے"!
مکہ میں پہنچ کر ابو سفیان نے اپنی قوم سے کہا کہ "مقابلہ میں سراسر
ہی نقصان ہے"۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ کی طرف سے یہ اعلا
کہ "جو لوگ میرے گھر میں پناہ لیں گے یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر
یا کعبہ میں آئیں گے۔ اُن سب کو پناہ دی جائے گی"۔ اس اعلان کے
باوجود جب حضرت خالد بن ولید فوج کو لے کر مکہ میں داخل ہونے
تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے اس پر تیر برسائے۔ رسول اللہ کی ہدایت
تھی کہ کسی قیمت پر بھی کسی کا خون نہ گرایا جائے مگر اپنی مدافعت میں حضرت
خالد کو مقابلہ کرنا پڑا۔ اور عکرمہ اپنے آدمیوں کے ساتھ یمن کی طرف
اب رسول اللہ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے جہاں تین سو ساٹھ
بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے
ایک ایک بت کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر گرایا۔
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
(حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی)
حضرت عمر نے بتوں کو کعبہ سے باہر نکلوایا۔ اور اب رسول اللہ نے
کعبہ کی دیواروں پر جو تصویریں تھیں انھیں مٹایا۔ حضرت ابراہیم اور
حضرت اسمٰعیل کے بت نکلوائے۔ تاہم کا ایک سب سے بڑا بت ہُبل تھا

بلندی پر تھا اُسے گرانے کے لئے آنحضرت حضرت علی کے کندھوں پر چڑھے لیکن حضرت علی سے جسم اطہر کا بوجھ نہ سنبھل سکا تو رسول اکرم نے حضرت علی کو شانۂ اقدس پر چڑھایا اور اُنھوں نے بُت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔
پھر حضرت عثمان بن طلحہ سے جو کعبہ کے کلید بردار تھے کُنجی منگا کر دروازہ کھلوایا اور نماز ادا کی۔ پھر کُنجی حضرت عثمان بن طلحہ کو ان الفاظ کے ساتھ واپس کی کہ اُن کی اولاد کے پاس ہی رہے گی۔ اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مسلم بھائی چارہ پر خطبہ ارشاد فرمایا۔
اور پھر اہل قریش سے خطاب کیا۔
اور یہ قریش کون تھے اور اُن میں کون کون لوگ شامل تھے؟ ——
وہ جنھوں نے اس سرزمین مکہ پر آپ کو بھرے بازاروں میں گالیاں اور کوسنے دیئے تھے۔ وہ بے رحم جنھوں نے مٹی کے ڈھیلے۔ اینٹیں اور پتھر متعدد بار مارے تھے اور اتنی کثرت سے اور ایسے زور زور سے کہ آپ خون میں نہا نہا جاتے تھے۔ پیشانی اور سر سے خون کا فوارہ چھوٹ جاتا اور رانوں اور پنڈلیوں سے خون کی ندی بہہ بہہ جاتی تھی! وہ ظالم جنھوں نے آپ پر تلوار چلائیں اور تیر برسائے اور جسم پر رسی ڈال کر گھسیٹا تھا۔ وہ بیدرد جنھوں نے آپ کے راستے میں بارہا کانٹے بچھائے جن سے پاؤں لہولہان ہو جاتے اور اُن گڑھوں میں جنھیں گھاس سے ڈھک دیا جاتا تھا۔ آپ کے گرنے پر قہقہے لگائے جاتے تھے! وہ سنگدل جنھوں نے اس حالت میں کہ آپ سربسجود ہوتے اونٹ کا پیٹھا اور انتڑیاں جن کے تعفن سے دماغ پھٹ،

جاتا پیٹھ پر رکھ اور گلے میں ڈالی تھیں۔ اس مجمع میں وہ پتھر دل بھی تھے جنہو
مسلمانوں کو جلتی جھلستی ریت پر لٹا کر گرم گرم سلاخوں سے داغا تھا! اور
قریش تھے جنھوں نے اسلام کو ختم کرنے کے لئے بار بار مدینہ پر حملے کئے
ان کٹر دشمنوں کے ساتھ جو آپ کے خون کے پیاسے تھے بد سے بدتر جو
سلوک کیا جاتا روا تھا۔ جائز تھا۔ صحیح تھا۔ ناقابل اعتراض تھا۔
آپ نے سب کو معاف کر دیا!!

آپ نے دریافت کیا "تم جانتے ہو تم سے میں کیا معاملہ کرنے والا
انھوں نے کہا "آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کی اولاد"
آپ نے فرمایا "آج تم پر کچھ الزام نہیں تم سب آزاد ہو"
پھر مہاجرین سے فرمایا کہ اپنی مملوکہ زمین اور جائداد سے دست بر
ہو جائیں!!

رحم و کرم عفو و درگذر کی ایسی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں ہے
اب نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ حضرت بلال حبشی نے کعبہ کی چھت پر اذان
نماز سے فارغ ہو کر آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور ایک بلند جگ
گئے تو اہل مکہ نے آنا شروع کیا۔ ایک ایک آتا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت
عورتوں سے بیعت اس طرح لی گئی کہ پانی کے ایک پیالہ میں آپ ہاتھ ڈا
نکال لیتے پھر عورتیں ہاتھ ڈال کر خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار
اہل مکہ میں چند آدمی ایسے بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول نہیں
مگر ان سے کچھ کہا سنا نہیں گیا۔

اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ پندرہ روز مکہ میں قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ واپس آئے اور حضرت معاذ بن جبل کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ مکہ کے نومسلموں کو اسلامی احکام بتائیں۔

جنگ حُنین
شوال ۸ھ
مطابق جنوری ۶۳۰ء

طائف کا قبیلہ ثقیف رسول اللہ کا سخت مخالف تھا۔ طائف اور مکہ کے درمیان ایک اور قبیلہ رہتا تھا ہوازن جو تیر اندازی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ یہ بھی اسلام دشمنی میں ثقیف سے کم نہ تھا۔ دونوں جنگجو اور طاقتور اور بہت بڑے قبیلے تھے۔ جب مکہ رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا اور مسلمان ہو رہا تھا یہ دونوں قبائل جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قبائل نصر اور جُشم بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جب رسول اللہ مکہ سے مدینہ لوٹنے لگے تو اس سے پہلے ہی اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر ہوازن اور ثقیف کے قبائل اور ان کے ساتھی مالک بن عوف کی سرداری میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے اور وادی حنین میں جو طائف سے شمال مشرق میں جبل اوطاس میں واقع ہے فوجیں اُتار دیں رسول اللہ کو جوں ہی حالات کا علم ہوا آپ دس ہزار مسلمانوں کے علاوہ جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے، دو ہزار مکہ والوں کے ساتھ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور جن میں مشرک بھی تھے آپ حنین کی طرف شوال کے مہینہ میں بڑھے۔ رسد او رسامان جنگ کافی نہ تھا۔ اس لئے ابو جہل کے بھائی عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار درہم قرض لئے گئے اور مکہ کے رئیس صفوان

بن امیہ سے بھی سامان جنگ مستعار لیا۔ اتنی مقدار میں اسلامی فوج
کبھی نہ تھی مسلمانوں نے جوش میں آکر کہا۔

"تھوڑی مقدار میں ہم دشمنوں پر فتح پاتے رہے آج ہم پر کون غالب
آسکتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کو اُن کا یہ غرور پسند نہ آیا۔ اور فتح کی بجائے شکست ہونے
دشمن کی فوج پہاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ جسے مسلمان پوری طرح نہ دیکھ
مگر وہ اسلامی فوج کو اچھی طرح دیکھ سکتی تھی۔ مسلمانوں پر تیروں کی بارش
تو وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ آپ نے انصار کو آواز دی اور مہاجرین کو پکارا
گھوڑے پر سے اُتر کر فرمایا:-

"میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

پھر آپ کے فرمانے پر حضرت عباس نے مہاجرین اور انصار کو آواز
اور اب جو مسلمان پلٹے تو انھوں نے جوش ایمانی میں اس شدت کا حملہ کیا کہ
کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ کفار کی فوج بھاگ رہی تھی۔ جس نے طائف ا
اوطاس میں جاکر دم لیا۔ جو حنین میں رہ گئے وہ اسیرانِ جنگ تھے جن
تعداد چھ ہزار تھی۔ مسلم خواتین نے اسی جنگ میں مردوں کے دوش بدوش

لہ قرآن مجید میں ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ .. .. وَذَالِكَ جَزَاءُ الْكٰفِرِيْنَ (باب ۹ سورہ
آیت ۲۵ و ۲۶) اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی قوت پر نازاں تھے لیکن وہ کام نہ آ
زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی۔ پھر تم پیٹھ پھیرنے کے بھاگنے لگے پھر اللہ نے اپنے رسو
اور مسلمانوں پر تسلی نازل کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں
عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

ادری اور جانبازی کا ثبوت دیا۔

مال غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس میں ۲۸ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار
بکریں۔ چار ہزار چاندی کے سکے تھے۔ حنین سے چل کر فتحمند اسلامی فوج نے
طاس کے مقام پر ہوازن کی بھاگی ہوئی فوج سے سخت مقابلہ کیا۔ کفار
یاں بھی مسلمانوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور طائف کی طرف بھاگے۔
ں جنگ میں حضرت شیما آنحضرت کی دودھ شریک بہن گرفتار ہوکر آئیں تو
سول اکرم نے اُن کے بیٹھنے کے لئے چادر بچھائی اور ان کی خواہش کے مطابق
کچھ اونٹ اور بکریاں دے کر حفاظت کے ساتھ اُن کے گھر بھیج دیا۔ طائف
محفوظ مقام تھا۔ جہاں ایک مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کے قبیلہ ثقیف کی
بہادری کا عرب بھر میں جواب نہ تھا۔ یہاں دشمنان اسلام نے سال بھر
ک مقابلہ کرنے کا انتظام کیا رسول اللہ نے مال غنیمت اور جنگ قیدی
جعرانہ میں رکھے اور طائف کی طرف پیش قدمی کی۔ بیس دن تک طائف
کا محاصرہ رہا۔ چونکہ کبھی بھی رسول اللہ کا مقصد جنگ نہ تھا۔ اور آپ نے
تلوار محض مجبوریوں میں مدافعت کے لئے اُٹھائی تھی اس لئے طائف سے
محاصرہ اُٹھالیا گیا۔ جعرانہ آکر مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ اور اُن چھ ہزار
اسیرانِ جنگ کو پہننے کے لئے کپڑے دے کر رہا کر دیا گیا۔

غزوۂ تبوک

رجب تا رمضان ۹ھ
اکتوبر تا دسمبر ۶۳۰ء

عیسائیوں کی سلطنت روم جس کا شہنشاہ
ہرقل تھا اپنے عروج پر تھی۔ شام پر غسانی
خاندان کی حکومت تھی۔ ہرقل کا مذہب

بھی عیسائی تھا۔ اسلام انتہائی سرعت کے ساتھ عرب میں پھیل رہا تھا
قبیلہ پر قبیلہ اسلام قبول کر رہا تھا۔ سلطنت روم کے لئے اسلام کی ترقی نا
برداشت بلکہ اس کے وجود کے لئے خطرناک تھی اور موتہ میں ایک مع
ہو چکا تھا۔ انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ شام کے قبطی سود
سے روغن زیتون فروخت کرنے کی غرض سے مدینہ آیا کرتے تھے مسلمانو
کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا ایک عظیم لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے شام
تیار ہوا ہے۔ رسول اللہ کے کانوں تک یہ بھی خبر پہنچی کہ شہنشاہ ہرقل
چالیس ہزار فوج بھیج دی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عرب کے تمام عیسائی
رومیوں کے ساتھ ہیں۔ بہترین صورت یہ تھی کہ ملک کی سرحد پر مدافعت
کی جائے۔ رسول اللہ نے تمام قبائل سے مدد مانگی مگر موسم سخت اور گرم
اور فصلیں کٹنے کے لئے تیار تھیں۔ مسافت طویل تھی اور اتنی دور پیدل
چلنا بے حد مشکل۔ بہت سے مجاہد ایسے تھے جن کے پاس کوئی گھوڑا یا
اونٹ نہ تھا اور رسول اللہ سب کے لئے سواری کا انتظام نہ کر سکتے۔
اس موقعہ پر حضرت عثمان نے ایک ہزار اونٹوں اور دس ہزار دینار کی پیش
کش کی۔ رسول اللہ حضرت علی کو حاکم مدینہ مقرر کر کے تیس ہزار مسلح فوج
لے کر مدینہ سے نکلے۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان چودہ منزل پر ایک مقام
ہے تبوک۔ یہاں اسلامی فوجیں اتار کر دشمن کی خبروں کا انتظار کیا۔
موتہ کے مقام پر ایک لاکھ کے مقابلہ میں تین ہزار سرفروشان اسلام کی
جاں بازی اور دلیری کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے ہرقل نے فوج کشی کا ارادہ

ل کر دیا۔ اور رسول اللہ کو جو معلوم ہوا تھا کہ مدینہ پر حملہ ہونے والا ہے۔
ہ خبر غلط تھی۔ مسلمانوں کو تو خدا کا یہ حکم تھا کہ "اللہ کے لئے اُن لوگوں سے
لڑو جو تم سے لڑنا چاہتے ہیں"۔ مسلمانوں کو ہر لڑائی میں مدافعت کے لئے
نگ کرنی پڑی۔ جارحانہ قدم کسی موقعہ پر انھوں نے نہیں اُٹھایا۔ تیس
ہزار مسلح فوج کے ساتھ وہ چاہتے تو کتنے ہی عیسائی قبیلوں کو اسلام قبول
کرنے پر مجبور کر سکتے تھے مگر ایک شخص پر بھی انھوں نے جبر نہیں کیا۔
کسی کا خون بہایا۔ کثیر اخراجات اور طویل مسافت کے بعد جب رسول اللہ
نے دیکھا کہ جنگ کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ دشمن لڑنا نہیں چاہتا تو
بیس دن تبوک میں قیام کر کے اسلامی فوج واپس ہوئی۔ راستہ میں چھوٹی
چھوٹی عیسائی ریاستوں سے عہد نامے ہوئے اور سرحدوں پر امن وامان ہو گیا۔

غزواتِ نبوی

رسول اللہ کی زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں
جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ دین پھیلانے کی
غرض سے تلوار اُٹھائی گئی ہو۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کو جنگ اُس وقت
اور صرف اُس وقت کرنی پڑی جب وہ جنگ کے لئے مجبور کئے گئے۔ جب
اُن پر حملے کئے گئے۔ جب حملے کے خطرات پیدا کئے گئے اور اُن کو اپنی
مدافعت کے لئے مدینہ سے نکلنا پڑا۔ اگر یہ غزوات جارحانہ ہوتیں تو ان
مہینوں میں نہ ہوتیں جن میں جنگ کرنے کو حرام قرار دیا گیا۔ ان مہینوں
میں مدافعت کے لئے مسلمان مجبور تھے۔ قریش تین مرتبہ مکے سے جنگ کی
تیاریاں کر کے روانہ ہوئے کہ مسلمانوں کو ختم کر دیں تو مجبور ہو کر مسلمان

بھی مقابلہ کے لئے مدینہ سے نکلے۔ دوسرے قبائل اور یہودیوں اور عیسا
سے جو لڑائیاں ہوئیں وہ بھی اسی قسم کی تھیں۔ قرآن کا ارشاد ہے لا اکراہ
فی الدین ۱۵ (مذہب میں زبردستی نہیں ہے) پھر رسول اللہ بُت پرستو
اور نصاریٰ کو مسلمان بنانے کی غرض سے تلوار کس طرح اُٹھا سکتے تھے
مسلمانوں کو تو اللہ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ ۵۲ "لڑائی کی اجازت ان
دی گئی جن کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا۔ اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا
مسلمانوں پر کعبہ میں کچھ کم مظالم کئے گئے! گھر میں اُن کا رہنا
ہوگیا تو اُنھوں نے ہجرت حبش کی۔ اِس پر بھی کفار کی زیادتیوں میں
نہ آئی بلکہ وہ اور شیر ہوئے اور گھر سے نکلنا مسلمانوں کے لئے خطرہ کا باعث
بن گیا تو رسول اللہ نے اُنھیں مدینہ بھیج دیا اور خود بھی ہجرت کی۔ یہاں
بھی قریش نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور ایک نہیں تین بار اُنھیں نیست
ونابود کرنے کے لئے بڑی بڑی جنگی تیاریاں کرکے روانہ ہوئے۔ کھلم کھلا
اعلانِ جنگ کیا اور بدر۔ اُحد۔ احزاب میں مسلمانوں کو اپنی مدافعت کے
لڑنے پر مجبور کر دیا اور مظلوم دن رات کا مشاہدہ ہے کہ تنگ آکر مجبور ہو
ہے مقابلہ پر۔ اور انسانوں میں نہیں جانوروں تک میں۔ شیخ سعدی کہتے

نہ دانی کہ گربہ چوں عاجز شود — برآرد بہ چنگال چشم پلنگ

قریش ظالم تھے اور مسلمان مظلوم۔ قرآن مجید میں ارشاد
اُور خدا کی راہ میں لڑو اُن لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور مت زیادتی

---

۱۵ سورۂ بقر آیت ۲۵۶ - ۵۲ سورۂ حج رکوع ۶

یق اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“ ۱۵
اور پھر مسلمانوں کی جنگ کی شان کیا تھی؟ وہ عورتوں بوڑھوں
ں نوکروں کو قتل نہ کرتے۔ دشمن بھاگ جائے تو اسلام میں اس کا تعاقب
یا بھی بُرا ہے۔ مسلمان جو عہد کرتے اس کی پابندی اُن کے لئے لازمی
ں۔ قاصدوں پہ ہاتھ نہ اُٹھاتے۔ سر سبز اور شاداب کھیتوں اور ہرے
ے درختوں کو پامال نہ کرتے۔ اور اُس زمانہ کے عام دستور کے خلاف
یرانِ جنگ کو آرام سے رکھتے۔ اسلام اُن پر ٹھونسا نہ جاتا بلکہ فدیہ
کر آزاد کر دیا جاتا تھا۔ جو امان مانگتے ان کو امان بخشی جاتی۔ کوئی ظلم نہ کیا جاتا۔
کس قدر حیرت کی بات ہے کہ دس سال کی ان تمام لڑائیوں میں
ہدا اور مقتولین کی تعداد اٹھارہ سو سے زیادہ نہیں! اور ۲ھ سے
ھ تک کی غزوات میں کل دو سو انسٹھ ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے ۱۶

شاعتِ اسلام اور وفودِ عرب

ارشادِ باری ہے لا اکراہ فی الدین چنانچہ رسول اللہ نے مذہب کے بارے میں ایک متنفس پر بھی زبردستی نہیں کی سوائے منافقین
کے جو مصلحتاً یعنی اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی نیت سے بظاہر مسلمان
و گئے تھے جس شخص نے اور جس قبیلہ نے اسلام قبول کیا ہنسی خوشی سے ایمان
لایا ہم ۲ سال میں تقریباً سارا عرب ہی مسلمان ہو گیا تھا بغیر جانی یا مالی

---

۱۵ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۰

نقصان کے خوف کے بغیر کسی زیادتی یا سختی کے۔ مکہ شہروں کی ماں تھا۔ اطراف و جوانب ہی سے نہیں کل ملک سے قبائل حج کے لئے آتے رہتے تھے جن سے قریش کے سردار کہتے تھے کہ ہمارے شہر میں بدعقیدہ شخص پیدا ہوا ہے جو ہمارے خداؤں کو بُرا کہتا ہے یہ کاہن جادوگر ہے۔ پاگل ہے۔ سر پھرا ہے۔ اس کی باتوں پر کان نہ دھرنا بہکائے میں نہ آنا۔ اس طرح رسول اللہ کا نام سارے قبائل عرب کان تک پہنچ چکا تھا۔ اور مکہ آنے والے خود بھی دیکھتے تھے کہ جس شخص قریش بچپن سے امین و صادق کہتے تھے اب اسے جھوٹا ساحری اور جا بتاتے ہیں۔ وہ حیران بھی ہوتے کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے کہ اس پر مار پڑتی ہے مٹی اور پتھر تان تان کر پھینکے جاتے اور اس کے راستے میں کا بچھائے جاتے ہیں۔ اس پر غلاظت رکھی جاتی ہے۔ اور اس کو رسیّ میں باندھ کے گھسیٹا جاتا ہے۔ مگر یہ شخص ہے کہ اس قدر شدید جسمانی تک کی پرواہ نہیں کرتا! لہولہان ہو جاتا اور خون میں نہا جاتا ہے مگر ایک

"خدائے واحد"!

فتح مکہ کے بعد اب جو انھیں معلوم ہوا کہ عرب کے سب سے شہر کے بسنے والے جو اس شخص پر ہر وقت دانت پیسا کرتے اور مار ڈا فکر میں لگے رہتے تھے جو اس کے خون کے پیاسے تھے بالآخر اس پر ا لے آئے اور مسلم برادری میں شریک ہو گئے تو وہ بے حد متاثر ہو گئے اور اسلام میں اُن کو کشش معلوم ہوئی اور سنہ ۹ ھ اور سنہ ۱۰ھ میں

ارا عرب مسلمان ہو گیا۔
قبیلۂ غفار کے ابوذر غفاری۔ قبیلۂ ازو کے ضماد بن ثعلبہ قبیلۂ اوس
مشہور شاعر طفیل بن عمرا وسی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
خیالات لے کر گئے تھے اپنے اپنے قبیلوں پر ظاہر کئے تو سب نے اسلام
قبول کر لیا۔ مدینہ کے انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج سے جو
لوگ سلسلہ نبوی میں مکہ گئے تھے وہ مسلمان ہو چکے تھے وہ اپنے ساتھ حضرت
مصعب بن عمیر کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے مدینہ لائے تو
ان دونوں قبائل کے باقی آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ نے یہ
پیشینگوئی کی تھی کہ سلطنت روم کو ملک فارس پر فتح ہوگی۔ سات سال گذرنے
پر جنگ بدر کے بعد یہ پیشینگوئی پوری ہوئی تو سینکڑوں کو آپ کی رسالت کا
یقین ہو گیا اور اسلام قبول کیا۔ مختلف قبیلوں نے اپنے وفود رسول اللہ کی
خدمت میں بھیجے اور ایمان لائے۔ بنو اسد۔ اشعر یمین یمن کا قبیلہ قبیلہ ثقیف
بنو فزارہ۔ صدا۔ سلاماں۔ قبیلہ بنو اسد۔ عرب کے بڑے بڑے قبیلے تھے۔
ان کے وفود پر رسول اللہ کے خلق و کرم اور اسلامی تعلیمات کا ایسا اثر ہوا
کہ مسلمان ہو گئے اور اپنے اپنے قبیلوں میں جا کر جب اسلام کی خوبیاں انھوں نے
بیان کیں تو سب نے دین برحق قبول کیا۔ قبیلہ بنو تمیم جس نے جنگ حنین
میں رسول اللہ کی مدد کی تھی۔ اس کا وفد آیا تو اس میں بڑے بڑے شاعر اور
خطیب بھی تھے۔ ان کی اور مسلمانوں کی خطابت اور شاعری کا مقابلہ کیا گیا۔
حضرت ثابت بن قیس کی تقریر اور حسان بن ثابت کے برجستہ قصیدہ کا ان کو

ماننا پڑا۔ اور اسلام لے آئے۔ اسی زمانہ میں مشہور شاعر کعب ابن زہیر
ی زمانہ میں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ مسلمان ہوئے اور رسول اللہ کی
ن میں قصیدہ بردہ کہا جو آج تک مشہور ہے۔

اُسی زمانہ میں یمن کے عیسائی قبیلہ طے کی شرارتیں دبانے کے لئے حضرت علی
مسلم سپاہیوں کو لے کر گئے تھے۔ اسیرانِ جنگ میں حاتم کی بیٹی صفانہ بھی
۔ رسول اللہ کو معلوم ہوا تو آپ نے عزت و احترام کے ساتھ اُسے آزاد
کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ مگر وہ ایک معزز نامور باپ کی بیٹی تھی اس نے کہا۔
جب تک میرے ساتھ کی عورتیں آزاد نہ ہوں گی، مجھے قید منظور ہے۔" رسول اللہ
جب یہ سنا تو سب کو آزاد کر دیا۔ صفانہ کا بھائی عدی بھاگ کر شام چلا گیا
تھا۔ وہ اُس کی تلاش میں گئی اور جب وہ مل گیا اور اُسے واقعہ سنایا تو وہ
رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا اور اپنے قبیلہ کا سردار
مقرر کیا گیا۔ غرض حضر موت۔ بحرین۔ یمن۔ عمان۔ شام۔ سرحد فارس
وغیرہ سے مختلف قبائل کے وفود رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
اسلام قبول کرنے کے بعد جب واپس گئے تو اُن کے تاثرات سے اسلامی
تعلیمات اور خُلق محمدی کے تذکروں سے اُن کے قبائل مسلمان ہو گئے!

اور جس ملک میں ہر وقت قتل و غارت گری اور لوٹ مار رہتی تھی وہاں
حالت جنوب اور مشرق سے مغرب تک بالکل امن و امان قائم ہو گیا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ " عربوں کو قریش کے اسلام قبول کرنے کا
انتظار تھا اور وہ کہتے تھے کہ اگر یہ شخص (محمدؐ) اپنے آدمیوں (قریش) کو

مسلمان کرے تو بے شک یہ سچا پیغمبر ہے" اور جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام قبائل نے سرعت سے اسلام قبول کیا۔

ہجرت مدینہ کے وقت سب مل ملا کر کوئی چار سو کے قریب مسلمان کسی بُت پرست۔ کسی یہودی یا کسی عیسائی پر دین کے بارے میں زبردستی بغیر۔ کسی کے خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر دس سال میں اسلام کہاں سے پہنچا اور کس تیز رفتاری سے بڑھا عقل دنگ ہے!

۲ھ جنگ بدر۔

قریش کی ایک ہزار فوج کے مقابلہ میں صرف ۳۱۳ مسلمان تھے

۳ھ جنگ اُحد۔

قریش کی ۳۰۰۰ " " " ۷۰۰ " "

۵ھ جنگ احزاب۔ (خندق)

یہود قریش اور قبائل ۲۴۰۰۰ اتحادی صرف تین ہزار "

۸ھ فتح مکہ کے لئے جب رسول اللہ روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار "

۸ھ جنگ حنین کے موقعہ پر " بارہ ہزار "

۹ھ تبوک میں۔

سخت گرم موسم اور قحط کے زمانہ میں رومیوں کے مقابلہ کے لئے بیس ہزار "

۱۰ھ حجۃ الوداع کے وقت ایک لاکھ "

حجۃ الوداع ۱۰ھ جنوری فروری ۶۳۲ء	رسول اللہ نے عمرہ (چھوٹا حج) دو دفعہ ادا کیا تھا مگر اصل حج یا بڑا حج کرنے کی

تک نہ آئی تھی۔ آپ جو کچھ زبان سے کہتے اِس پر عمل بھی ضرور کرتے تھے۔
لوا بھی مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ حج کس طرح کرنا چاہئے۔ آپ نے عرب بھر
یہ پیغام بھیجا کہ جو مسلمان آسکتے ہوں آپ کے ساتھ بڑا حج کریں ۔
ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ مطابق ۲۶ فروری سنہ ۶۳۲ء کو ظہر کی نماز کے بعد آپ
نہ منورہ سے نکلے ۔

آپ کے متعدد نکاحوں کی ایک بڑی غرض یہ بھی تھی کہ عورتوں کو احکام
م سے ازواج محترمات کے ذریعہ آگاہ کیا جائے۔ مردوں میں مذہب کے
ل سمجھانے کے لئے بہت سے صحابہ تھے مگر عورتوں کو اسلامی تعلیم سے
ن آگاہ کرتا؟ چونکہ عورتوں کو بھی حج کے تمام طریقے بتانے تھے اس لئے تمام
اج مطہرات کو ساتھ لیا۔ اور ۹ روز بعد ۴ ذی الحج کو مکہ میں داخل ہوئے۔

کیا خدا کی شان ہے کہ ۱۰ سال قبل سرزمین مکہ کا بچہ بچہ آپ کی جان
شمن تھا! یا پھر وہ وقت آیا کہ اسی سرزمین پر ایک لاکھ اور بقول بعض
ک لاکھ چودہ ہزار جاں نثاروں نے آپ کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا۔
ذی الحج کو آپ مکہ سے منا گئے اور ۹ تاریخ کو جبل العرفات سے اپنی
نی قواہ پر بیٹھکر آپ نے مسلمانوں سے خطاب کیا۔ ایک لاکھ کا مجمع آپ کے
گرد تھا اور اس لئے کہ دُور دُور کے مسلمان سُن سکیں آپ کے الفاظ ربیعہ
امیہ بن خلف دُہراتے جاتے تھے۔

آپ نے فرمایا۔

٭ ہسٹری آف دی سراسنز۔

مسلمانوں غور سے سنو کیونکہ نہ معلوم اس کے بعد تم سے
ملنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔

جانتے ہو آج یوم النحر (قربانی کا مقدس دن) اور مبارک
مہینہ ہے اور جگہ محترم شہر ہے۔

پس تمہارا خون۔ تمہاری آبرو تمہاری ملکیت ایک دوسرے
کو ہمیشہ اتنی ہی محترم ہونی چاہئے جیسے یہ دن یہ مہینہ یہ شہر محترم ہے

جو مسلمان یہاں موجود ہیں وہ اُن مسلمانوں کو جو یہاں نہ
آسکے یہ پیغام پہنچا دیں۔

لوگو خبردار۔ تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کبھی کسی کو اُس کے
ساتھ شریک نہ کرنا۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں۔ جو تم خود کھاؤ وہی
اُنھیں کھلاؤ۔ جو تم خود پہنو وہی انھیں پہناؤ۔

جہالت کے سب خون معاف ہوئے سب سے پہلے میں
اپنے خاندان کا خون معاف کرتا ہوں۔

مسلمانوں! عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
عورتوں کا تم پر وہی حق ہے۔ جو تمہارا حق عورتوں پر ہے۔ ان کے
ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آؤ اور ان سے اچھا سلوک کرو۔
میں اپنے بعد اللہ کی کتاب (قرآن) چھوڑتا ہوں اس کو

مضبوط پکڑے رہے اس پر عمل کیا تو گمراہ نہ ہوگے"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"ایک دن اللہ تعالیٰ تم سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا اُس وقت تم کیا جواب دوگے" اس کے جواب میں مجمع سے پرجوش صدائیں بلند ہوئیں "اے اللہ کے رسول آپ نے تمام احکام پہنچادئے۔ اے اللہ کے رسول آپ نے فرض رسالت ادا کردیا" یہ سُن کر آپ نے فرمایا "اے اللہ خلق خدا کی گواہی سُن لے۔ اے اللہ مخلوق خدا کا اعتراف سُن لے"

خطبہ ختم کرکے آپ اونٹنی پر سے اُترے۔ عصر کی نماز کے بعد وحی نازل ہوئی۔

"اور آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو منتخب کیا"

یہ حج حجۃ الوداع کہلاتا ہے کیونکہ رسول اللہ کا یہ آخری حج تھا۔

رحلت

عرب کا بڑا حصہ اسلام قبول کرچکا تھا۔ دین کی تکمیل ہوچکی تھی اللہ کو اپنے آخری نبی سے جو کام لینا تھا وہ لیا جاچکا تھا۔ مدینہ واپس ہوئے دو ماہ ہی گذرے تھے کہ رسول اللہ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ ۲۸ صفر بدھ کی رات آپ قبرستان سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا۔ پھر بخار ہوگیا اور متواتر تیرہ دن رہا۔ مگر جب تک جسم میں طاقت رہی نماز پڑھاتے مسجد نبوی میں آتے رہے۔ آخری نماز آپ نے مغرب کی پڑھائی، اور جب دردِ سر اور بخار کی شدت سے اُٹھنے کی قوت نہ رہی تو ارشاد ہوا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔

وفات سے ۵ روز پہلے آنحضرت مسجد میں تشریف لائے تو مسلمانوں سے
خطاب فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا
میرے بعد میری قبر کو پرستش گاہ نہ بنانا دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا ہو
"وہ قوم اللہ کے غضب میں آجاتی ہے جو انبیا کی قبروں کو مساجد بنا دے
دیکھو تم ہرگز ایسا نہ کرنا" اور اسی دن اہلبیت سے مخاطب ہوتے "اے فاط
رسول کی بیٹی اور اے صفیہ رسول کی پھوپھی! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر
میں تمھیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا"

وفات سے ایک دن پہلے خیال آیا کہ بی بی عائشہ کے پاس سات دینا
رکھوائے تھے۔ فرمایا "انھیں ابھی خیرات کردو۔ یہ مناسب نہیں کہ محمد اپنے خد
کی بارگاہ میں جائے تو اس کے گھر میں دینار ہوں" اور اس رات کو گھر میں
جلانے کو تیل تک میسر نہ تھا! اور بی بی عائشہ ایک پڑوسن سے تیل مانگ
تھیں۔ اور جو کپڑے اس وقت جسم مبارک پر تھے اُن پر اوپر تلے کئی کئی پیو
لگے ہوئے تھے! ایک دن ایک صحابی کو ایک تہ بند اور کمبل دکھا کر بی بی عا
نے کہا تھا خدا کی قسم اللہ کے رسول نے انھیں کپڑوں میں انتقال فرمایا۔

پیر کا دن۔ ہجرت کا گیارھواں سال۔ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا کہ آن
رحلت فرمائی تاریخ رحلت ابن سعد ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ۱۲
ابن عقبہ ابو نعیم مولانا شبلی نعمانی اور ڈاکٹر محمد شہید اللہ پروفیسر راج ش
یونیورسٹی کی تحقیق کی رُو سے یکم تھی۔ عیسوی حساب سے ۶۳۲ء کی ۸ جون
بعض کہتے ہیں ۲۸ اگست لیکن یکم ربیع الاول اگر صحیح تاریخ ہے تو عیسوی حسا

ل ۶۰م تاریخ تھی۔

ن رسالت | حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا بیان ہے:"آپ غریبوں کی مدد کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے۔ صلہ رحم فرماتے مصیبت ماروں کے کام کرتے تھے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ سے کسی نے پوچھا "آپ گھر میں کیا کرتے تھے" ؟ انہوں نے کہا۔

"گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ جوتا پھٹ جاتا تو اسے خود گانٹھتے۔ ڈول پھٹ جاتا تو اس میں ٹانکے لگالیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ کر اُسے چارہ دیتے تھے۔ بازار سے سودا خرید کر لاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے تھے۔ غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے تھے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:۔

"آپ کسی کو بُرا نہ کہتے تھے۔ برائی کے بدلے کسی کے ساتھ کبھی برائی نہیں کی۔ کسی ذاتی معاملہ میں کسی سے کبھی بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ معاف کر دیا۔ کنیز خادم جانور کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا کسی کے سامنے پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح کرتے تھے کہ ہر شخص سمجھ لے سلام میں پہل کرتے۔ مصافحہ کے لئے خود ہاتھ بڑھاتے۔ اور مہمانوں کی خود خدمت کرتے

بی بی اُم سلمہ فرماتی ہیں:۔
"ایک دفعہ آپ گھر تشریف لائے تو چہرہ فکرمند تھا۔
فرمایا "کل جو سات دینار آئے تھے۔ شام ہوگئی اور بستر پر پڑے
رہ گئے ابھی تک خرچ نہیں ہوئے"۔
کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو بی بی عائشہ کے ہاں گئے
کہ گھر میں کپڑے کی چھت ہے۔ آپ نے اُسی وقت پھاڑ ڈالی اور فرمایا
نے اس لئے پیسہ نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائے جائیں"۔
ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا
"بیٹی کیا تم یہ پسند کروگی کہ لوگ یہ کہیں کہ پیغمبر کی بیٹی کے گلے میں
کا ہار ہے"۔
ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن
فرمایا" اُس کو اُتار دو تو بہتر ہے"۔
خاتون جنت بی بی فاطمہ کے ہاں ایک دن تشریف لے گئے
دیواروں پر پردے دیکھ کر لوٹ گئے۔
ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور کہا "میں سخت
آپ نے ازواج مطہرات کے ہاں کھانے کے لئے بھیج دیا۔ سوائے
کسی کے ہاں کچھ نہ تھا۔ ۹ھ ہجری میں بھی جب شام سے یمن تک
کی حکومت تھی اللہ کے رسول کے گھر میں ایک کھرّی چارپائی تھی!
صحابہ نے ایک موقعہ پر سخت بھوک کی شکایت کی اور

ناتھ کھایا کہ پتھر بندھے تھے۔ آپ نے بھی پیٹ کھول کر دکھایا تو
ٹ کے دو پتھر بندھے تھے! حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک
یمار حاضر ہوا تو بھوک کی وجہ سے آپ نے کپڑے سے کس کر پیٹ
ہ رکھا تھا۔

ایک دن آپ جا رہے تھے کہ ایک شخص دیکھ کر اس قدر مرعوب ہوا
پنے لگا۔ آپ نے جو یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا "ڈرو نہیں۔ میں ایک
نی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت خشک کر کے کھایا کرتی تھی"۔

بخاری و مسلم میں حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اکرم
فرمایا "دیکھو مجھے حد سے نہ بڑھانا۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو
حد سے بڑھا دیا۔ میں صرف اللہ کا بندہ ہوں لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور
س کا رسول کہو"۔

مشکوٰۃ میں بخاری سے نقل ہے رسول اکرم نے فرمایا "قسم ہے اللہ کی۔
للہ کا رسول ہونے کے باوجود میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ
وگا اور تمہارے ساتھ کیا"۔

کسی شخص سے آپ نے کچھ کھجوریں قرض لی تھیں۔ وہ تقاضہ کو آیا
تو آپ نے ایک انصار سے ادائیگی کے لئے فرمایا۔ انھوں نے کھجوریں تو
ے دیں۔ مگر اتنی اچھی نہ تھیں۔ اس لئے ۔ لینے سے انکار کیا۔ ان انصار کو
ناگوار گذرا۔ حیرت سے کہا "تم پیغمبر خدا کی دی ہوئی کھجوریں لینے سے انکار
کرتے ہو"۔ اُس نے کہا "رسول اللہ ہی سے انصاف کی امید نہ رکھوں تو

پھر کس سے رکھوں" یہ سُن کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا "ہاں لینا
ایک دفعہ کسی سے اونٹ قرض لیا۔ اور جب واپس کیا تو اس
بہتر۔ کسی نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا "سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو
معاملگی کے ساتھ قرض ادا کرتے ہیں"

مالِ غنیمت ایک بار تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص مُنہ کے
آپ پر گر پڑا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ اُس سے اُسے ہٹایا
لکڑی کا سرا اُس کے مُنہ پر لگ گیا۔ فرمایا "مجھ سے بدلہ لے لو"

رحلت سے چند دن قبل مسجدِ نبوی میں آکر مسلمانوں سے کہا "میرے
ذمہ کسی کا قرض ہو یا میں نے کسی کی جان مال آبرو کو نقصان پہنچایا ہو تو
اِس وقت مجھ سے اُس کا بدلہ لے لے۔ ایک شخص نے کہا "میرے
درم نکلتے ہیں"۔ اسی وقت اُسے ادا کر دیئے گئے۔

غریب سے غریب مسلمان بھی بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف
لے جاتے صحابہ کے ساتھ اس طرح بیٹھتے تھے کہ اجنبی پہچان نہ سکتا
تھا۔ جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ کوئی تعظیم کو اُٹھتا تو منع فرماتے
ایک بار اِن الفاظ میں منع کیا "میری تعظیم کو نہ اُٹھو۔ یہ اہلِ عجم کا
طریقہ ہے"۔

ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا تو منع کر دیا
"بیرونِ عرب اِس طرح بادشاہوں کی تعظیم کی جاتی ہے"۔ جب آپ چلتے
تو صحابہ آگے بھی چلتے پیچھے بھی۔ غلاموں تک کے پاس بیٹھتے یا اُن کے

تھ کھانا کھانے میں آپ کو عار نہ تھا۔

نماز فجر کے بعد آپ مسجد نبوی ہی میں ٹھہر جاتے اور مختلف باتیں
علم کرتے۔ عورتیں مجلس نبوی سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکتی تھیں تو
ن کی درخواست پر ایک خاص دن مقرر کر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میرے ورثا
میرے بعد) روپیہ پیسہ میں حصہ نہ لیں (بلکہ) جو کچھ میں اپنی بیویوں کے اخراجات
ے فاضل چھوڑ جاؤں وہ صدقہ ہے۔ (۴۴۲۔ جلد دوم بخاری)

عالم نزع میں خیال آیا کہ کچھ اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہ
سے فرمایا "جاؤ خیرات کر دو"

وقتِ رحلت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ایک من غلہ کے
عوض رہن تھی۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے اپنی وفات کے بعد کوئی دینار
چھوڑا نہ درہم۔ بکری چھوڑی نہ کوئی اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔

رسول اکرم کی رحلت پر بی بی عائشہ نے فرمایا۔

"حیف وہ نبی جس نے امیری پر فقیری کو چن لیا۔
جس نے دولت کو ٹھکرا کر مسکینی قبول کی۔

آہ وہ دین پرور رسول جو امت کے غم میں پوری ایک رات بھی آرام
سے نہ سویا۔

آہ وہ صاحب خلق عظیم جو ہمیشہ نفس سے جنگ کرتا رہا۔

آہ اللہ کا وہ رسول جس نے آنکھ اُٹھا کر بھولے سے بھی ممنوعات کی طرف نہ دیکھا۔

آہ وہ دو عالم کی رحمت جس کا دروازہ فقیروں محتاجوں کے لئے ہر وقت کھلا رہا۔

آہ جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے اور اس نے صبر کیا۔ جس کی پیشانی کو زخمی کیا گیا اور اُس نے دامن عفو ہاتھ سے نہ دیا۔ آہ صد حیف اُس کے وجود بھر دی سے یہ دنیا خالی ہو گئی !!

باب تیسرا

مسلمانوں کی مائیں

رسول اللہ کی ازواج مطہ

حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ

عدی — عامر

نقطہ — قرط

- نقطہ
- مخزوم
- عمرو
- عبداللہ
- مغیرہ
- ابی امیہ
- (۶) بی بی ام سلمہ
- بیوہ
- سنہ ۴ ھ

- عدی
- رواح
- قرط
- رباح
- عبدالعزیٰ
- نفیل
- الخطاب
- عمر
- (۴) بی بی حفصہ
- بیوہ
- سنہ ۳ ھ

- عامر
- حل
- مالک
- نصر
- عبدود
- عبدالشمس
- قیس
- زمعہ
- (۲) بی بی سودہ
- بیوہ
- سنہ ۱۰ نبوی

- تیم
- سعد
- کعب
- عامر
- ابوقحا
- ابوبکر
- (۳) بی بی

ل قریش کی

علیل اللہ کی انچاسویں[49] پشت ہیں عدنان دوم (صفحہ ۳۲)

مدرکہ بن الیاس بن مضر بن معد ثانی بن عدنان دوم

خزیمہ — کنانہ — نضر — مالک — فہر — غالب — لوئی — کعب — مرہ — کلاب — قصی — عبد مناف — ہاشم — عبد المطلب — عبداللہ — محمد رسول اللہ

اسد — دودان — غنم — کثیر — مرہ — صبرہ — یعمر — رباب — جحش — (۷) بی بی زینب

عبد شمس — امیہ — حرب — ابوسفیان — (۹) بی بی ام حبیبہ

عبد العزیٰ — اسد — خویلد — ل بی بی خدیجہ

بیوہ

وت سے ۱۵ سال قبل

از زید کی مطلقہ

۵ھ

بیوہ

۶ھ

(۱)
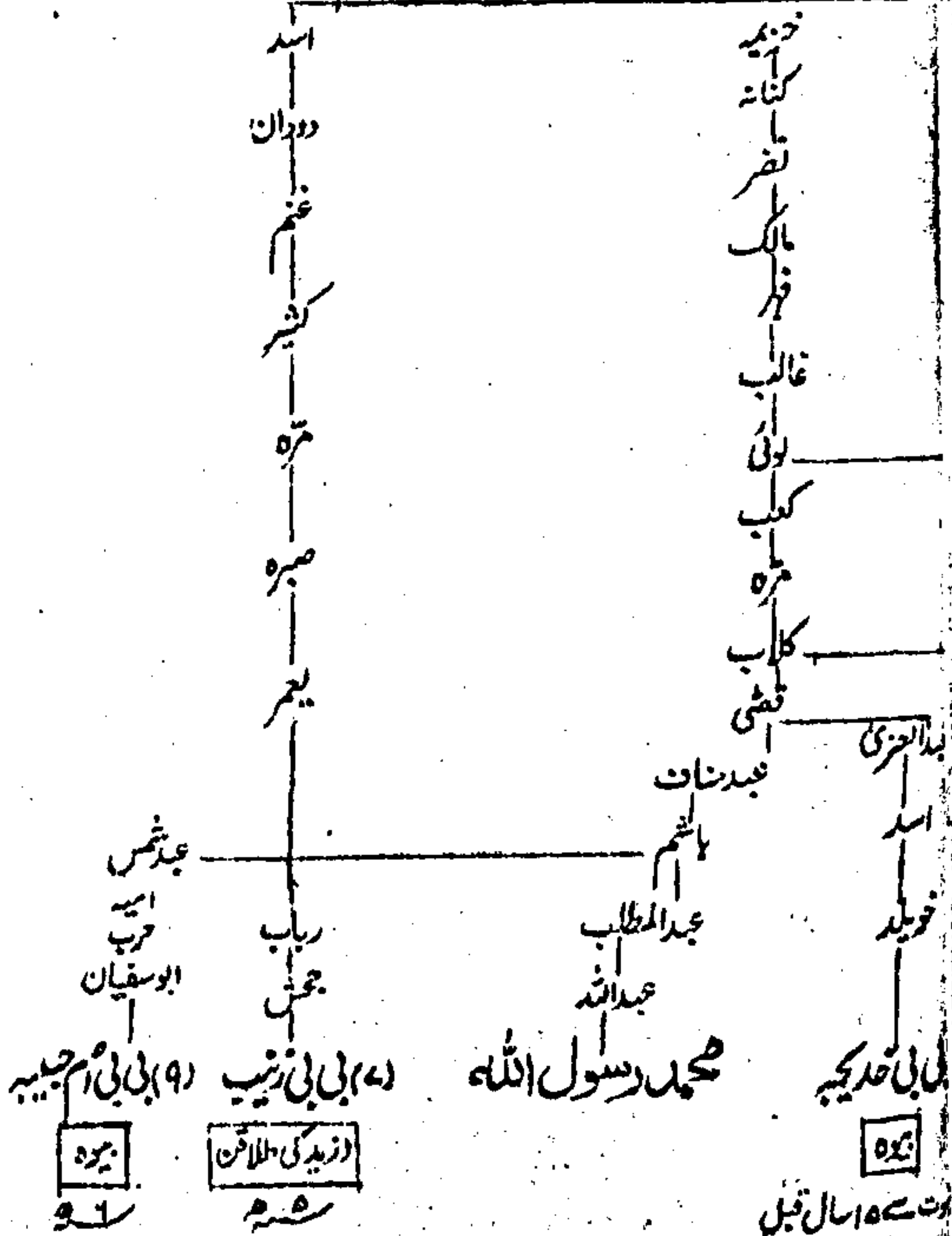
اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ

خاندان | بی بی خدیجہ قبیلۂ قریش کے ایک نامور سوداگر خویلد کی بیٹی تھیں
شجرہ نسب باپ کی طرف سے اس طرح ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد
بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ اور قصیٰ رسول اللہ کے پردادا ہاشم کے بھی دادا تھے گویا
خدیجہ اور رسول اللہ دونوں کا شجرۂ نسب قصیٰ سے جا کر ملتا ہے۔

ماں کی طرف سے سلسلۂ نسب یوں ہے:۔ خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ
بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی۔ گویا رسول اللہ
کی دسویں پشت پر ان کا سلسلۂ نسب جا کر مل جاتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت بی بی خدیجہ نجیب الطرفین تھیں۔

ماں کے اجداد

عامر ——— لوئی
معیص — کعب
عبد — مرہ
حجر — قصیٰ
رواحہ — عبدمناف
ہرم — ہاشم
اصم — عبدالمطلب
زائدہ — عبداللہ
فاطمہ
بی بی خدیجہ — محمد رسول اللہ

باپ کے اجداد

عبدالعزیٰ
اسد
خویلد
بی بی خدیجہ

باپ | بی بی خدیجہ کے باپ خویلد ابن اسد قریش کے متمول سوداگروں میں سے تھے۔ تجارت میں خدا نے انھیں برکت دی کہ مالی اعتبار سے قریش کے دوسرے مقتدر قبائل بنی تیم اور بنی کعب میں بھی ان کی ٹکر کے بہت رئیس تھے۔ شام اور یمن تک اُن کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ خاندانی اعزاز کے علاوہ قریش یوں بھی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اُن کا تموّل ان کی شہرت کا باعث ہوا لیکن جن باتوں کی وجہ سے ان کا نام نزدیک و دور چمکا وہ اُن کی ہمدردی اور ایثار و کرم تھا۔

پیدائش و ابتدائی حالات

بی بی خدیجہ کی پیدائش ۵۵۵ء عیسوی اور ۵۷ کسروی ہے۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب بعض قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے مگر خویلد بن اسد نے ان کی پرورش اور تربیت پر خاص توجہ کی۔ طبیعت میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ متانت شروع ہی سے تھی۔ اور نیک اِس درجہ تھیں کہ عزیز اقارب اور کنبہ خاندان والے ہی نہیں غیر بھی انھیں "طاہرہ" کہتے تھے اور محض اس لقب ہی سے نہیں پکاری جاتی تھیں بلکہ شرافت طبعی اور نیک نہادی کی وجہ سے اُن کو "سیدۃ النساء" بھی کہا جاتا تھا۔

پہلے تین شوہر اور اُن کے بعد

ورقہ بن نوفل سے منسوب تھیں لیکن نکاح کی نوبت نہ آئی۔ پندرہ سال کی عمر میں ان کا پہلا نکاح نداہ تمیمی کے بیٹے نباش سے ہوا جس کا نام بعض مورخین نے معاش لکھا ہے مگر جو ابو ہالہ کے نام سے

مشہور ہوا۔ اُس سے بی بی خدیجہ کے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ ایک ہالہ جو کم عمری میں مرگیا دوسرے ہند جو رسول اللہ پر ایمان لائے۔ اور جنگ جمل میں حضرت علی کی طرف سے لڑکر مارے گئے۔ حضرت امام حسن کوئی حدیث روایت کرتے وقت جب یہ فرماتے کہ میرے ماموں ہند نے بیان کی ہے تو اُن کا مطلب اُنھیں سے ہوتا تھا۔ ہند ابھی کم عمر بچہ اور بی بی خدیجہ اکیس۲۱ بائیس۲۲ سال کی تھیں کہ ابو ہالہ کا انتقال ہوگیا۔

باوجودیکہ قریش کا تمدن انتہا درجہ کا بگڑ چکا تھا لیکن بیوہ کا نکاح اُن میں عیب نہ تھا۔ مرد کو یہ حق تھا کہ چاہے جتنی بیویاں رکھے اور عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی کا حق رکھتی تھی۔ چنانچہ بی بی خدیجہ کی دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی جس کا نام بعض مورخین نے عتیق بن حارث لکھا ہے ان سے بی بی خدیجہ کے ہاں صرف ایک لڑکی ہوئی اُس کا نام ہند تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوئیں اور صحابیات میں ان کا شمار ہے۔ عتیق کی حالت ابو ہالہ سے بہتر تھی مگر اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور اپنے بعد اچھا اثاثہ اور اپنی یادگار ہند ایک بچی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا۔

اس کے بعد اُن کا نکاح صیفی بن اُمیہ سے ہوا جو ان کے چچا کا بیٹا تھا لیکن وہ حرب الفجار میں مارا گیا۔ اُس وقت بی بی خدیجہ تیئس۲۳ اکتیس سال کی تھیں صیفی سے بی بی خدیجہ کا ایک لڑکا ہوا جس کا نام محمد تھا۔

خاندانی اعزاز کے علاوہ وہ دولت مند بھی تھیں اور حسن صورت کے اعتبار سے بھی خواتین قریش میں اُن کو امتیازی درجہ حاصل تھا۔ پھر وہ سگھڑ اور سمجھدار

ظلم بھی تھیں۔ ان میں اتنی خوبیاں جمع تھیں کہ قریش کے کئی سرداروں
نکاح کا پیام بھجوایا۔ ایک سردار نے تو پیام نکاح کے ساتھ یہاں تک
ادیا کہ مہر ایک ہزار اونٹ ادا کروں گا مگر بی بی خدیجہ نے نکاح سے انکار
یا۔ انھیں دنیا سے کچھ بیزاری سی ہو گئی تھی۔ انھوں نے ارادہ کر لیا کہ
زندگی رنڈاپے ہی میں گذار دوں گی۔ چنانچہ ان کا اکثر وقت خانۂ کعبہ میں
تا تھا۔ کاہنہ عورتوں کا ان کے ہاں آنا جانا تھا اور دلچسپی بلکہ عقیدت
ساتھ ان کی باتیں سنتی تھیں۔ کاہنہ عورتوں نے ہی ان سے کہا تھا کہ
یرِ آخرالزماں جلد آنے والا ہے اور قوم قریش ہی میں سے ہوگا۔

تجارت قانون قدرت کے بموجب جب خویلد کے قویٰ کمزور پڑ گئے اور
بڑھاپے اور ضعیفی نے انھیں زیادہ محنت کے قابل نہ رکھا اور
تجارت کے بکھیڑوں سے کچھ گھبرانے لگے تو انھوں نے کاروبار بی بی خدیجہ
سپرد کیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ بی بی خدیجہ مکہ ہی نہیں سارے
ازکی سب سے زیادہ متمول آدمی تھیں ان کی تجارت شمال میں شام اور
وب میں یمن کی طرف تھی اور سال میں دو دفعہ ایک بار جنوب اور ایک بار
مال کی طرف تجارتی مال لے کر قافلے جایا کرتے تھے۔ گو حبش بصرہ اور بابل
بھی تجارت کی منڈیاں تھیں۔ مگر مرکز ملک شام تھا۔ طبقات ابن اسعد میں
ہے مکہ سے تجارتی قافلے روانہ ہوتے تو تمام قریش کا سامان ملا کر بی بی خدیجہ
کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ بی بی خدیجہ کے مال سے لدے ہوئے اونٹ
سال میں ایک دو پھیرے شام کے کر لیا کرتے تھے جن سے ان کو ہر سال

معقول منافع ہوتا تھا۔ اُن کا مال اُن کے غلام اور ملازم لے جایا کرتے
لیکن وہ اِس فکر میں تھیں کہ کوئی آدمی معتمد مل جائے جو دیانت داری سے
اُن کے کاروبار کو توسیع و ترقی دے سکے۔

یتیم عبداللہ کارندے کی حیثیت سے

یتیم عبداللہ کی دیانت و امانت اور صدا
شہرہ اُن کے کان میں پڑ چکا تھا۔ چنانچہ
اُنھوں نے بُلا بھیجا بعض مورخین لکھ
ہیں کہ پہلے ابوطالب کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بھتیجے کو بی بی خدیجہ
ملازم کرا دیں اور یہ خیال یوں پیدا ہوا کہ ابوطالب کی مالی حالت کمزو
تھی۔ کاروبار برائے نام رہ گیا تھا اور قرضہ میں ہر سال اضافہ ہو
جا رہا تھا۔ اوّل تو اہل و عیال کی کثرت پھر بڑا قحط اور گرانی ہوئی غرض
آمدنی کم اور خرچ بہت زیادہ۔ قرض بھی آخر کہاں تک لیتے کب تک
اور کس برتے پر لیتے۔ آپ کی کفالت اب تک ابوطالب ہی کر رہے تھے
حالات سے انتہائی پریشان ہو کر آخر ایک دن آپ سے کہا "بیٹے تمہیں
ہے۔ چند سال سے میں سخت مالی پریشانیوں میں گرفتار ہوں۔ قحط نے
بڑے امیروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ جن کے ہاں دولت کے ڈھیر تھے
قرضہ کے پھیر میں ہیں۔ جمع پونجی جو کچھ میرے پاس تھی سب ختم ہو گئی۔
تو پاس ہے نہیں، کاروبار میں لگاؤں کہاں سے، اور بچوں کا پیٹ پال
طرح سوچتے سوچتے اب میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔ تم کام سے
جاؤ گے اور آمدنی بھی کچھ ہو جائے گی۔ خدیجہ کے اونٹ تجارت کا

ن دن میں شام جانے والے ہیں۔ تمھاری راست بازی اور دیانتداری کا
علم ہے اور اُسے ایک معتبر کارندے کی ضرورت ہے۔ تم اُس سے ملازمت
رخواست کرو۔ تو مجھے امید ہے وہ ضرور منظور کرے گی۔ آبا کی رحلت کے
سے میں نے تم کو آج تک کہ پندرہ سال ہو گئے۔ اپنے سے جدا نہیں کیا
ن کیا کیا جائے حالات نے مجبور کر دیا ہے۔"

آپ نے چچا کی گفتگو خاموشی کے ساتھ سنی اور وہاں سے اُٹھ کر
ن خدیجہ کے ہاں آئے اور ملازمت کی خواہش ظاہر کی۔ مورخین کا بیان
صحیح ہو یا دوسرا یعنی بی بی خدیجہ نے خود آپ کو بلایا یا ابو طالب کے کہنے
اپ گئے۔ بہر حال بی بی خدیجہ کو تو ایک قابل بھروسہ اور ایماندار نائب
ضرورت تھی۔ چنانچہ اُنھوں نے اظہار مسرت کے بعد ملازم رکھ لیا۔

سفر شام

چند روز بعد آنحضرت کو تجارت کا مال واسباب دے کر
غلاموں اور نوکروں کے ہمراہ بی بی خدیجہ نے سفر شام
روانہ کر دیا اور اپنے پُرانے غلام میسرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ محمدؐ کے کسی
معاملے میں دخل نہ دے۔ کسی بات کی مخالفت یا نکتہ چینی بالکل نہ کرے
جو جو واقعات راستہ میں گذریں وہ سب ذہن میں رکھے اور واپسی پر بغیر
کمی بیشی کے حرف بحرف بیان کرے۔ یہ ہدایت اس وجہ سے میسرہ کو
ی گئی تھی کہ کاہنہ عورتوں کی باتوں سے وہ بہت متاثر تھیں۔ عرب
کے انتہا درجہ کے بگڑے ہوئے تمدن اور عبد المطلب کے پوتے اور عبداللہ
کے بیٹے کی صداقت و دیانت کچھ عجیب سی بات تھی۔ اِس لئے اُنھیں شک

ہوا کہ جو پیغمبر آخر الزماں آنے والا ہے وہ کہیں یہی نہ ہوں۔
مکہ سے تجارتی قافلہ شام کے لئے روانہ ہونے لگا تو ابو طالب
اہل قافلہ سے کہا کہ ذرا میرے بھتیجے کا خیال رکھنا۔ پہلے کبھی اس نے
نہیں کیا۔ تجارت کے معاملات کا تجربہ نہیں۔ کوئی اونچ نیچ ہو تو خیال ر
قریش کا یہ تجارتی قافلہ ٹھیرتا ٹھیراتا جب ملک شام کے قریب
آنحضرتؐ اونٹ سے اتر کر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ قریب
ایک راہب نسطورا کی جھونپڑی تھی۔ اُس نے آپ کو تعجب سے دیکھا
میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ میسرہ نے بتایا کہ عبد المطلب
کا پوتا اور عبد اللہ کا بیٹا ہے تو راہب نے کہا یہ شخص نبی ہونے والا ہے
ہماری پاک کتاب کہہ رہی ہے کہ سوائے نبی کے کوئی شخص اس درخت
نیچے نہ بیٹھے گا۔ میسرہ کے لئے راہب کی گفتگو حیرت انگیز تھی۔ وہ خاموش
ہو گیا۔ قافلہ کچھ دیر بعد شہر میں پہنچا۔ لین دین خرید و فروخت شروع
بی بی خدیجہ کا مال بہت اچھے داموں نکلا اور جو نقد رقم وصول ہوئی
شام کی مشہور چیزیں خرید کر اونٹوں پر لادی گئیں اور قافلہ مکہ واپس
تو اس کے استقبال کے لئے اہل مکہ جوق در جوق جمع ہوئے کیونکہ اس
حضرت ابو بکر صدیق بھی تھے اور ابو جہل بھی۔ اہل قافلہ کے ساتھ آپ کا
برتاؤ انتہائی شریفانہ تھا اور وہ آپ کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے
مکہ پہنچ کر آپ نے جو چیزیں خریدی تھیں وہ اور جو رقم موجود تھی وہ کوڑی
کوڑی کا حساب دینے کے بعد بی بی خدیجہ کے آگے رکھ دی۔ اتنا نفع

دیجہ کو پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ نہ اتنی عمدہ چیزیں اُن کے کارندے پہلے کبھی
سے لائے تھے۔ اِدھر تو آپ کی کارگزاری غیر معمولی فائدہ کی صورت
اہر ہوئی۔ اِدھر میسرہ نے تمام واقعات جو راستے میں گزرے تھے وہ
ایک کرکے بیان کئے جس سے بی بی خدیجہ بہت خوش ہوئیں اور آپ
معاوضہ ٹھیرا تھا اس سے دوگنا دیا۔ بعض مورخین کی تحقیق ہے کہ اصل
دو اونٹنیوں کا تھا۔

بی خدیجہ کا حضرت سے نکاح

جس خوش اسلوبی کے ساتھ نائب یا ایک کارندے کی حیثیت سے آپ نے تجارتی مال کی خرید و فروخت کرکے اپنے فرائض انجام دیئے انھیں
اور جس خوش اخلاقی کے ساتھ آپ اہل قافلہ کے ساتھ پیش آئے
کیفیت میسرہ سے سُن کر بی بی خدیجہ خوش ہی نہیں ہوئیں اُن کی عقیدت
ترقی کی۔ کاہن عورتوں کی باتیں اُن کے ذہن میں تھیں اور وہ سمجھ چکی
کہ یہ معمولی آدمی نہیں ہے۔ نسطورا راہب کی گفتگو میسرہ نے دُہرائی تو
اِس خیال نے تقویت پکڑی کہ جس آنے والے نبی کی بشارت دی گئی
غالباً وہ یہی ہیں۔ اِس خیال کے ساتھ اُنھوں نے یہ سوچا کہ اِس سے
بہتری اور کیا خوش بختی ہو سکتی ہے کہ اِن سے میں نکاح کر لوں۔ چنانچہ
سے آپ کو واپس آئے تین ماہ گزرے تھے کہ ایک دن اُنھوں نے خود
یہ خیال اِس طرح ظاہر کیا کہ "میں اور آپ دونوں ایک ہی کنبہ کے ہیں
قصی کے پوتوں کی اولاد ہیں۔ آپ کی نیک کرداری سے میں بہت متاثر

ہوئی ہوں اور میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی کہ آپ کی نکاح میں آجاؤ
آپ نے کہا" میں اپنے چچا ابوطالب سے پوچھ کر جواب دوں گا" چنانچہ
ابوطالب پر بی بی خدیجہ کا خیال ظاہر فرمایا۔ بی بی خدیجہ معمولی عورت
طاہرہ اور سیدۃ النسا۔ دولت ثروت کے لحاظ سے چوٹی کے رؤسا میں
صورت شکل میں مشہور۔ خانہ داری اور سلیقہ مندی کا گھر گھر چرچا۔ فراس
متانت میں دُور دُور شہرہ۔ قریش کے بڑے بڑے رؤسا نے بڑے
مہر پر پیام نکاح دیا اور کورا جواب مل گیا۔ ابوطالب نے سُنا تو بہت
ہوئے اور کہا" بڑی اچھی نسبت ہے۔ خدیجہ قریشی خواتین کا مول
اس سے شادی کر لو" چنانچہ آپ اپنے دو چچا ابوطالب اور حمزہ اور بعض
سرداروں کے ہمراہ بی بی خدیجہ کے ہاں گئے اور ان کے چچا عمرو بن اس
وکالت سے نکاح ہوگیا۔

بعض مورخین یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ نکاح کی تحریک بی بی خدیجہ کی طرف
سے ہوئی مگر یہ نہیں لکھ رہے کہ بی بی خدیجہ نے براہ راست آپ پر اپنا خیال
ظاہر کیا۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ بی بی خدیجہ نے نفیسہ بنت
کو آپ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ آپ کو ان سے نکاح کرنے پر مائل
کرے۔ نفیسہ نے آپ سے پوچھا" آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں؟" آپ نے جواب
دیا" میں غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نکاح کروں تو کیسے"
نفیسہ نے کہا" روپیہ پیسہ کا تو آپ خیال نہ کریں۔ آپ ہی کے کنبہ کی بیوہ
والی اور خوبرو عورت سے جو طبعی شریف اور بہت نیک ہے۔ آپ نکاح

اؤں تو آپ کو عذر تو نہ ہوگا؟" آپ نے بھی سوالیہ جواب دیا "مگر وہ کون
؟" نفیسہ نے بتایا "خویلد کی بیٹی خدیجہ"۔ آپ نے اظہار تعجب کیا اور کہا۔
ھے تو امید نہیں کہ وہ مجھ جیسے غریب کے ساتھ نکاح پر رضامند ہو جبکہ بڑے
ے امیروں کے پیام وہ رد کر چکی ہے"۔ نفیسہ نے کہا "یہ مجھ پر چھوڑ دیجئے اور
اس کا فکر نہ کیجیے"۔ آپ نے فرمایا "اچھا میں اپنے چچا سے پوچھ لوں"۔ اور
ابوطالب نے رشتہ کی پسندیدگی کا اظہار کر دیا تو آپ نے نکاح پر آمادگی
ہر کی۔ نفیسہ خوشی خوشی بی بی خدیجہ کے پاس گئی اور ساری گفتگو دہرائی۔
بی خدیجہ نے نفیسہ کو بھیج کر آپ کو بلایا اور کہا "جس چیز نے مجھے آمادہ
ح کیا ہے وہ آپ کا پاکیزہ اخلاق اور صداقت اور دیانت ہے"۔ آپ
ں سے اٹھ کر ابوطالب کے پاس آئے اور بی بی خدیجہ کی تحریک نکاح کا
ر کیا۔ اس سلسلہ میں بعض مورخین یہ لکھ رہے ہیں کہ بی بی خدیجہ نے
نے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے ہاتھ ابوطالب کے پاس پیغام بھیجا اور
یغام کے ساتھ تحائف بھی بھیجے۔ مورخین کا دوسرا بیان یہ ہے کہ چونکہ خویلد کا
نتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے بی بی خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا بھیجا۔
وطالب نے عمرو بن اسد کو اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ کا پیام نکاح بی بی
خدیجہ کے لئے دیا جسے عمرو نے فوراً منظور کر لیا۔ ابوطالب نے رؤسا قریش
کی موجودگی میں خطبۂ نکاح پڑھایا اور بھتیجے کے مہر کے بیس اور بقول بعض
بیس اونٹ حمزہ نے اپنے پاس سے ادا کئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ساڑھے
بارہ اوقیہ سونا پیش کیا گیا۔

بعض متعصب مغربی مورخین ولیم میور وغیرہ لکھ رہے ہیں کہ "خدیجہ کو اندیشہ تھا کہ اُن کے باپ خویلد محمد جیسے مفلس آدمی سے اُن کے نکاح پر ہرگز رضامند نہ ہوں گے۔ اس لئے اُنھوں نے ایک دعوت کی اور گانے بجانے کا انتظام کیا
کی اور اپنے باپ کو خوب شراب پلائی اور عنبر اور زعفران خوب چھڑکا۔ خویلد نے نشہ کی حالت میں حمزہ کی موجودگی میں اپنی بیٹی کی شادی محمد سے کر دی۔
مگر جب نشہ اُتر گیا اور خویلد ہوش میں آئے اور انھیں واقعات معلوم ہوئے
تو اُنھوں نے کہا میں ایک مفلس آدمی کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی پر
رضامند نہیں ہو سکتا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ اطراف کے سرداروں نے
تلواریں نکال لیں مگر سمجھا بجھا کر خویلد کا غصہ ٹھنڈا کیا اور وہ خاموش ہو گئے۔"
مگر یہ بیان تاریخی نہیں من گھڑت افسانہ ہے مستند مورخین نے اس واقعہ
کو بیان نہیں کیا۔ خویلد کا انتقال ہو چکا تھا وہ حرب الفجار میں مارے گئے
تھے اور ان کے بھائی عمرو بن اسد کی ولایت سے حضرت خدیجہ کا نکاح ہوا تھا۔
بی بی خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل جو توریت اور انجیل کے عالم
تھے مجلس نکاح میں موجود تھے۔ ابوطالب کے خطبۂ نکاح کے بعد انھوں نے
کھڑے ہو کر نکاح کی گواہی دی۔ اُن کے ہمراہ عمرو بن اسد کھڑے ہوئے اور
انھوں نے کہا۔ میں نے خویلد کی بیٹی خدیجہ کو عبداللہ کے بیٹے محمد کے نکاح
میں دیا۔ ایجاب و قبول کے بعد بی بی خدیجہ نے آپ کو زنانخانہ میں بلایا
اور کہا اونٹ ذبح کر کے کھانا پکوائیے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن
دعوت ولیمہ ہوئی جس میں دو بکرے ذبح کئے گئے۔

بی بی خدیجہ کی عمر

نکاح کے وقت رسول اکرم کی عمر ۲۵ سال تھی۔ اور بی بی خدیجہ ۴۰ برس کی تھیں۔ گویا وہ آپ سے عمر میں ۱۵ سال بڑی تھیں۔ ایچ جی ویلز وغیرہ بعض مغربی مورخین کو اس میں شبہ ہے کہ بی بی خدیجہ اور آپ کی عمر میں اِس قدر فرق تھا۔ مگر تمام مستند مورخین کے بیانات سامنے رکھ کر اس نکاح کے وقت بی بی خدیجہ ۴۰ سال کی تھیں۔ اور آنحضرت ۲۵ برس کے۔ ۱۹۴۲ء میں امریکہ سے جو رسوائے عالم کتاب شائع ہوئی تھی "مذہبی رہنما" اُس کے مصنفین ہنری تھامس اور ڈین لی تھامس نے رسول اکرم کے حالات میں آپ کی ذات پر رکیک حملے کئے ہیں۔ انتہائی تعصب کے باوجود وہ لکھتے ہیں کہ نکاح کے وقت بی بی خدیجہ (۵۵ کی بھی نہیں بلکہ) ۴۳ سال کی تھیں۔"

چوتھے نکاح کے بعد پہلے ۱۵ سال

بی بی خدیجہ کے اس نکاح کے بعد پہلے ۱۵ سال کے واقعات پر تاریخ کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتی۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ اور بی بی خدیجہ کی ازدواجی زندگی انتہائی کامیاب تھی اور کبھی کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ آپ کنوارے تھے اور جوان۔ بی بی خدیجہ یکے بعد دیگرے تین شوہروں کی بیوہ اور ادھیڑ تھیں۔ اُن کے لئے۔ جو دھڑا دھڑ سرداران قریش کے پیام چلے آرہے تھے تو صرف ان کے تموّل اور خوب صورتی اور وقار خاندان ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ خانہ داری کی مہارت اور سلیقہ مندی کے سبب سے بھی۔ رسول اللہ سے بی بی خدیجہ کی اولاد آپ کو نبوت

عطا ہونے سے قبل ہی کے دور میں ہوئی اور بی بی خدیجہ کا یہ زمانہ
کی پرورش نگہداشت اور تربیت میں گذرا۔ اُن کے وقت کا زیادہ
بچوں پر صرف ہوتا تھا۔ اور آپ اُن کی تجارت کا کام کلج دیکھتے بھا
بی بی خدیجہ کو آپ سے عقیدت تو پہلے ہی تھی۔ اور یہ عقیدت ہی سبب
نکاح ہوئی۔ نکاح کے بعد اُن کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا
خدمت اور خوشنودی۔ اور خدمت و خوشنودی کا جذبہ اتنا زبردست
اس کا عملی پہلو اتنا نمایاں تھا کہ تن من دھن سب ہی کچھ آپ پر
کردیا۔ آپ کو نبوت ابھی عطا نہ ہوئی تھی کہ ارہاصات یعنی پیغمبری
آثار شروع ہو گئے۔ آپ چلے جارہے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا کہ درخت
پتھر سلام کر رہے ہیں۔ آپ ڈر جاتے۔ گھر آکر بی بی خدیجہ کو یہ واقعہ
سُناتے تو وہ تسلی تشفی کی باتیں کرتیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کان الفا
مگر کہنے والا نظر نہ آتا۔ کبھی آپ سوچتے کہ میرا وہم ہے کبھی خیال
لگتے کہ میرے دماغ میں خلل ہوگیا ہے۔ بی بی خدیجہ اپنے شوہر کے
پریشانی کو اپنی دلسوزی اور ہمدردی کی محبت بھری باتوں سے د
انھیں کی تسلی آمیز باتوں سے آپ کی ڈھارس بندھتی۔ انھیں کی
آپ کے منتشر خیالات کو سکون بخشتی۔

نبیؐ کی بیوی بی بی خدیجہ کے چوتھے نکاح کو ۱۵ سال گذر
اُس وقت اُن کی عمر ۵۵ سال تھی اور رسول
۴۰ برس کے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ شرک اور

آپ کو بچپن ہی سے نفرت تھی۔ پیغمبری ملنے سے پانچ سال پہلے سے آپ تنہا مکہ کی پہاڑیوں کی طرف جا نکلتے اور اکثر غار حرا میں جو مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ کئی کئی دن عبادت میں گذار دیتے۔ عیسوی سال ۶۱۰ جولائی[1] مہینہ تھا اور پیر کا دن ہجرت سے ۱۳ سال قبل رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ رات کا وقت۔ آپ مصروف عبادت تھے کہ حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کپڑے پر لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کر کے کہا "پڑھو" آپ نے ڈر اور خوف کی حالت میں جواب دیا "میں امّی ہوں" یعنی پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ حضرت جبرئیل نے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور "اِقْرَاْ[2]" پڑھا کر چلے گئے۔ آپ پر خوف اور ڈر کی کیفیت دیر تک طاری رہی۔ کانپتے تھرتھراتے گھر واپس آئے اور بی بی خدیجہؓ سے کہا "مجھے کپڑا اڑھا دو"۔ جب کپکپی ذرا کم ہوئی تو اپنی رفیقۂ حیات کو جو سب سے بڑی محرم راز تھیں واقعہ سنایا اور کہا "یہ بات میں منہ سے نکالتا ہوں تو لوگ یقین نہ کریں گے اور مجھے جانیں کیا سمجھیں"۔

بی بی خدیجہ نے اس موقع پر انتہائی دلجوئی کی گفتگو کی اور کہا:۔

"اے عبداللہ کے بیٹے! آپ خوف نہ کھائیں۔ آپ نے کبھی کوئی بات غلط زبان سے نہیں نکالی۔ کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا۔ آپ یتیموں کے دست گیر اور رانڈوں کے مددگار ہیں، محتاجوں، مسکینوں کی خدمت کرتے

---

[1] بعض روایات کی رو سے فروری کی ۲۲ تاریخ اور قمری مہینہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔

[2] قرآن مجید باب ۹۶ سورۂ علق آیت ۱ تا ۵۔

ہیں۔ خدا سے ڈرتے اور اُن کے بندوں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ کنبہ وا
کے ساتھ آپ کا سلوک ہمیشہ مہربانی اور نرمی کا ہوتا ہے۔ اہل قریش آپ
صداقت اور امانت کے معترف ہیں۔ آپ کسی قسم کا خوف نہ کریں۔ خد
ضائع نہ کرے گا۔"

اس گفتگو کے بعد بی بی خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن
کے پاس لے گئیں۔ جو نصرانی ہو گئے تھے۔ اور انجیل مقدس کا ترجمہ
زبان میں کیا کرتے تھے۔ توریت اور انجیل کے مطالعہ میں اُن کے وقت
حصہ گزرتا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے پورا واقعہ سننے کے بعد کہا "محمد کے
جو شخص آیا وہ آدمی نہیں ناموس خدا کا امین فرشتہ جبرئیلؑ ہے۔ جو موس
نازل ہوا۔ اے عبداللہ کے بیٹے! جس پیغمبر کی خدا نے بشارت دی
وہ تم ہی ہو۔ مگر تمھاری قوم تم کو وطن سے نکالے گی اور تمھیں سخت تکلی
پہنچائے گی۔ کاش میں اس وقت زندہ رہتا تو تمھاری حمایت اور مد
ورقہ کی اِس گفتگو سے آپ کا فکر و تردد مسرت سے بدل گیا۔
اپنی قوم کے بارے میں فرمایا "میں نے تو اپنی قوم کے ساتھ کبھی کو
نہیں کی۔ میری قوم میرے ساتھ برا سلوک نہ کرے گی۔"

اِس کے بعد بی بی خدیجہ آپ کو گھر لے آئیں۔

مورخین کا ایک گروہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ رسول ا
غار حرا کا واقعہ گھر آکر بی بی خدیجہ کو سُنایا تو انھوں نے دلجوئی اور تس
بعد آپ کو لٹا کر چادر اُڑھادی اور جب آپ کی آنکھ لگ گئی تو ورق

پاس گئیں اور آپ نے جو کچھ بتایا تھا حرف بحرف ورقہ کے سامنے بیان
۔ پوری کیفیت سننے کے بعد قدوس قدوس قدوس تین دفعہ یہ لفظ بے
ختہ اس کی زبان سے نکلا۔ اور اس نے کہا "قسم خدا کی محمد کے پاس
خدا کا امین فرشتہ جبرئیل آیا ہے جو موسیٰ کے پاس آیا تھا۔ مبارک ہو
ے خدیجہ! تمہارا شوہر نبی ہے۔ تم محمد سے کہو گھبرائیں نہیں"۔ سا
گھر آکر بی بی خدیجہ نے آپ کے سامنے ورقہ کے الفاظ دہرائے اور
بھی تشفی آمیز باتیں کیں۔ دو یا تین روز کے بعد آپ خود خانہ کعبہ میں جاکر
سے ملے۔ اس نے کہا کہ تم خود مجھے پورے واقعات سناؤ۔ آپ نے سر
شت بیان کی جسے سن کر ورقہ نے کہا "خدا کی قسم محمد! تم اپنی امت کے
ہو اور غار میں خدا کا فرشتہ جبرئیل تمہارے پاس آیا تھا"۔

پہلی روایت کے مطابق بی بی خدیجہؓ آپ کو نینوا کے رہنے والے
طویل العمر نصرانی راہب عداس کے پاس بھی لے گئی تھیں۔ بی بی خدیجہ
ے اس بزرگ سے دریافت کیا کہ آسمانی کتابوں میں کچھ جبرئیل کا بھی ذکر
ہے؟ جب اس نے بتایا کہ جبرئیل خدا کا فرشتہ ہے جو موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس
یا کرتا تھا۔ تو انھوں نے رسول اللہ کے غار حرا کے واقعہ کو تفصیل سے
یان کیا۔ عداس نے واقعہ سن کر قدوس قدوس کہا اور آپ کی پشت سے
یض اٹھا کر مہر نبوتؐ[1] کو دیکھ کر بوسہ دیا اور یہ کہہ کر سجدہ میں گر پڑا "اے قدیجہ!

---

[1] مہر نبوت کے متعلق خطبات احمدیہ میں سر سید احمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "تمام مستند
حدیثیں بالاتفاق بیان کرتی ہیں کہ وہ پشت پر ایک سیاہ غدود سا تھا اور اس پر بال
(باقی صفحہ ۱۷۲ نیچے)

تیرا شوہر نبی برحق ہے جس کی بشارت موسیٰ اور عیسیٰ دے گئے ہیں۔"

سب سے پہلی مسلمان

نسطورا، ورقہ، عداس، تینوں جید تھے۔ ایک سے ایک بڑھکر۔ توراۃ انجیل میں ایک پیغمبر بھیجنے کا خدائی وعدہ تھا اور ان تینوں کو آسمانی کتابوں پر پورا عبور تھا۔ نسطورا نے غلام میسرہ کے سامنے آپ کی پیغمبری کی پیشین گوئی کی تھی۔ ورقہ نے واقعات سن کر اور عداس نے مہر نبوت دیکھ کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ بی بی خدیجہ کا شک یقین کے قریب تو پہلے ہی پہنچ چکا تھا اب حق الیقین عین الیقین اور کامل الیقین میں کسر ہی کیا رہ گئی تھی۔ کسی شخص کو اس کے گھر والوں بالخصوص اس کی بیوی سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ بی بی خدیجہؓ سے زیادہ آپ کے اطوار و عادات۔ مزاج و خیالات سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ اِدھر آپ نے غار حرا کا واقعہ سنایا اُدھر انھیں یقین کامل ہو گیا کہ واقعہ کا ہر ہر لفظ حقیقت و صداقت پر مبنی ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۱) تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ رسالت کی مہر ہے۔ اور نہ کبھی اس کو اپنی رسالت کے برحق ہونے کے ثبوت میں پیش کیا۔ آپ کی ہر چیز کی حرمت اور تعظیم کی جاتی تھی اور اس خیال سے آنحضرت کی پشت کے غدود کو عام نام سے بولنا ایک بے ادبی اور گستاخی خیال کر کے استعارۃً اس کو مہر نبوت کے اور گرامی نام سے موسوم کیا ہوگا۔ جس شخص نے یہ بیان کیا کہ مہر نبوت پر یعنی اس شے آنحضرت کی پشت پر تھی۔ الفاظ محمد رسول اللہ لکھے تھے۔ اس کو دھوکا ہو گیا ہے۔ ... مہر میں اور اس پشت کے غدود میں جس کو خاتم نبوت کہتے تھے کیونکہ وہ عبارت کی مہر میں کندہ تھی نہ پشت کی چیز پر۔"
خاتم نبوت کے ایک معنی ہوئے نبوت کی انگوٹھی جس پر مہر کندہ تھی دوسرے معنی ہوئے ...

ہ سال کے عرصہ میں آپ نے بھولے سے یا مذاق میں بھی کوئی بات غلط
بالغہ سے کہی ہوتی تو سوچنے کی گنجائش بھی نکل سکتی تھی۔ اِدھر آپ نے
ت عطا ہونے کا واقعہ سنایا اور اُدھر اعتماد۔ عقیدت اور خلوص کے ساتھ
ہوں نے ایک ایک لفظ کا یقین کر لیا۔

سا۔ بی بی خدیجہ سب سے پہلی مسلمان تھیں اور یہی نہیں کہ سب سے پہلے
ان ہی لائیں۔ بلکہ انھوں نے خواتین میں دینِ حق پھیلانے کی سعی کی۔ اور
یں کی کوشش سے قریش کی کئی مقتدر خواتین نے اسلام قبول کیا مثلاً
الفضل (آپ کے چچا عباس کی بیوی) اسماء (حضرت ابوبکر کی بیٹی)۔ اُم جمیل
طمہ بنت خطاب (حضرت عمر کی بہن) اسماء بنت عمیس۔ (جعفر طیار کی بیوی)

بہترین بیوی

بیوی کو رفیقۂ حیات کہتے اور ٹھیک کہتے ہیں کہ سفر زندگی میں علیحدہ علیحدہ سمت سے ایک منزل پر
پہنچنے کے بعد دونوں ایک ساتھ مستقبل کی راہیں طے کرتے اور ایک ساتھ
دم اُٹھاتے ہیں۔ ایک کا دُکھ دوسرے کا درد۔ ایک کا فکر۔ دوسرے کا
رد۔ ایک کی راحت و آسائش دوسرے کا آرام و سکون۔ خوشی و غم میں
ونوں شریک۔ بہتری و بدتری سے دونوں وابستہ۔ عمر بھر کا ساتھ اور ہمیشہ
کی رفاقت۔ شریف میاں اور شریف بیوی سے بڑھ کر ایک دوسرے کا
دوست اور خیر خواہ۔ ایک دوسرے کا غمگسار اور مددگار اور کون ہو سکتا ہے؟
مگر بی بی خدیجہ وہ عاشق زار بیوی تھیں کہ اُنھوں نے آپ کی خاطر اپنی
جان کو جان سمجھا نہ اپنے مال کو مال۔ ہاتھ پاؤں سے، روپے پیسے سے ہر لمحہ

خدمت واطاعت کو مستعد۔ ہر گھڑی فکر وغم دُور کرنے کو آمادہ۔ ہر وقت سہولت و آسائش بہم پہنچانے کو تیار۔ آپ غاروں میں چھپ چھپ کر یادِ الٰہی میں کئی کئی دن مصروف رہتے اور وہ ڈھنڈوا ڈھنڈوا کر کھانا بھیجتیں۔ شعب ابوطالب میں تین سال کے قریب وہ آپ کے ساتھ محصور رہیں۔ وہ دولت مند اور متمول تھیں اور بہتر سے بہتر کھانا کھا سکتی تھیں مگر شوہر کے دُکھ درد میں برابر کی شریک رہیں۔ اور آپ کے ساتھ کئی کئی فاقے کئے اور درختوں کے پتے کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ معصوم بے گناہ بچوں کو بھوک سے تڑپتے اور پیاس سے بلکتے کئی کئی بار اس تین سال کے عرصہ میں دیکھا۔ مگر حرفِ شکایت کبھی اور کسی موقع پر زبان پر آیا ہی نہیں۔ شکایت وہ کرتیں بھی تو کس سے اور کس بات پر۔ شوہر کی خوشنودی اور رضامندی کے سوا اُن کے سامنے کچھ تھا ہی نہیں وہ آپ کے سامنے اپنے کو بھول چکی تھیں۔ وہ کس قدر کامیاب گھروالی تھیں اِس کا اندازہ اُن کے متعلق آپ کے اِن الفاظ سے ہوتا ہے:۔

"بچّوں کی ماں اور گھر کی منتظم"

نبوّت عطا ہونے اور پہلی وحی کے نزول کے بعد غارِ حرا سے واپس آنے پر آپ کو جو ڈر اور خوف تھا اُس سے وہ کس قدر متاثر ہوئیں۔ اُن کا دل اپنے شوہر کی محبت سے کس قدر لبریز تھا۔ اور اُن کی قلبی کیفیت کیا تھی۔ وہ باسانی سمجھ میں آسکتی ہے اُن کی اُس گفتگو سے، جس کے ایک ایک لفظ میں شوہر کی عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اور اُس دوڑ دھوپ سے جو اُنھوں نے ورقہ اور عداس کے ہاں کی۔ رسول اللہ کو اُن پر کس قدر اعتماد تھا

ں سے ظاہر ہے کہ آپ ہر معاملہ میں اُن سے مشورہ لیتے اور اُن کے مشورہ
ابق کام کرتے تھے۔
ان کی رحلت کے کئی سال بعد کا ایک واقعہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ کتنی
یوی تھیں۔ اور رسول اللہ کو اُن سے کس قدر محبت تھی۔ یہ حدیث مسلمانوں
ں حضرت عائشہ صدیقہ کی ہے۔ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ اکثر بی بی
کو یاد کرتے اور اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے کہہ دیا کہ
ں کیا؟ ایک بڑھیا اور بیوہ تھیں۔ خدا نے اُن کے بدلے اُن سے بہتر
آپ کو دی" آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا۔
"خدا کی قسم خدیجہ سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی۔
وہ ایمان لائیں اُس وقت جب سب کافر تھے۔
اُنھوں نے میری تصدیق کی اُس وقت جب سب مجھے جھٹلا رہے
اُنھوں نے اپنی ساری دولت مجھ پر قربان کر دی۔" بعد
دشت
بی بی عائشہ کا بیان ہے "اُس دن کے بعد سے میں نے ... پر کتنا
ر لیا کہ آئندہ رسول اللہ کے سامنے ایسی بات نہ کہوں گی۔ مت و وقعت
حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور کے یہاں کوئی ... سے تحفہ آتا ہے
پ فرماتے کہ اسے لے جا کر فلاں عورت کو دے آؤ ... مل کر آئے ہیں۔
ر کھتی تھیں۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جو عظمت رسول اللہ کے
بکری ذبح کرتے تو اُس کے گوشت یا ٹکڑے ... اس کی وجہ اُن کے احسانات
بت تھے۔ ... اس لئے آپ اُن سے بے حد

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں (الاستیعاب جلد ۲) ایک بار حسانہ
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ بہت مہربانی سے اُس کا حال پوچھ
رہے۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے دریافت کیا "یہ بڑھیا کون تھی" فرمایا
کی سہیلی۔ اِسے خدیجہ سے بہت محبت تھی"۔

اسلام کی سب سے بڑی محسن

اِس میں شک نہیں کہ حضر
ابوبکر صدیق کے احسانات
اسلام کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تقویت اسلام
ذات سے پہنچی وہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ یہی نہیں کہ وہ پیغمبر اسلا
اور کہ سب سے پہلے ایمان لائیں اور قریش کی کئی معزز خواتین نے انھیں کی
کس بات پہ اسلام قبول کیا۔ بلکہ اُن کے زبردست استقلال، اُن کی غیر متزل
تھا ہی نہیں امت، اُن کے خلوص و عقیدت سے لبریز رفاقت اور اُن کی پُرا
تھیں اِس کا اند نے اسلام پھیلانے میں قدم قدم پر آپ کی ڈھارس باندھی
بڑ ہائی۔ قوم کو راہ راست پر بلانے میں آپ کے جہاں جہ
نبوت عطا ہوئے نے وہاں آنکھیں بچھائیں اور اپنی ساری دولت اس
پر آپ کو جو ڈر اور خوف تھا شمہ نبوی میں جب مسلمان ہجرت کر کے حبش جانے
شوہر کی محبت سے کس قدر لبریز کی بیٹی حضرت رقیہ بھی اپنے شوہر حضرت عثمان
باسانی سمجھ میں آسکتی ہے اُن کو عشق اسلام کے سامنے بیٹی کی جدائی کوئی
میں شوہر کی عظمت کوٹ کوٹ کر بھری اسلام کی خاطر باوجود متمول ہونے کے
اُنھوں نے ورقہ اور عداس کے ہاں کی بنا فے کئے معززین قریش میں بی بی خدیجہ

[در]جہ بہت بلند تھا۔ اور اُن ہی کی شخصیت کا لحاظ تھا کہ اُن کی زندگی میں [آپ] کو نسبتاً کم اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مگر جب وہ دُنیا سے اُٹھ گئیں تو اہل مکہ [نے آ]پ پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ وہ وہ ستم ڈھائے اور وہ وہ جسمانی [تکالیف] پہنچائیں کہ اُن کے خیال ہی سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ یورپ کے متعصب [مورخ]ین جنھوں نے نکاحوں کے سلسلے میں رسول اللہ پر سخت اعتراضات [کئے] ہیں وہ بھی بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی اسلامی خدمات کا اعتراف کر رہے [ہیں] اور جرمن مورخ اسپرنگر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "اگر خدیجہ نہ ہوتیں [تو آ]نحضرت پیغمبر ہی نہ ہوتے۔" اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ [نے پ]یغمبری کے جو فرائض انجام دیئے اُن میں بی بی خدیجہ کی صائب رائے [او]ر بیش بہا مشورے اُن کی دلسوزی، ہمدردی اُن کی دولت و ثروت سے [بہت]ی مدد ملی۔ اور اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ اُن کے انتقال کے بعد [جب] موقع ملتا۔ آپ اُن کی یاد میں بھیڑ ذبح کر کے غریبوں میں گوشت [تقس]یم فرماتے تھے۔ اُن کے احسانات اسلام کا آپ کے قلب پر کتنا [گہر]ا اثر تھا اور اُن کی خدمات اسلام کی وجہ سے اُن کی عظمت و وقعت [کس قد]ر درجہ آپ کی نظر میں تھی۔ اس کا اندازہ اُن الفاظ سے بخوبی ہوتا ہے [جن] کی روایت بی بی عائشہ سے ہے۔ اور جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔

[رس]ول اللہ کی محبت

بی بی خدیجہ کی جو عظمت رسول اللہ کے دل میں تھی۔ اُس کی وجہ اُن کے احسانات [اس]لام تھے مگر وہ چونکہ بہترین بیوی تھیں اس لئے آپ اُن سے بے حد

محبت فرماتے تھے۔ عمر میں وہ آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ جب آپ جوان تھے وہ ادھیڑ۔ جب آپ ادھیڑ ہوئے تو وہ بڑھیا۔ اُن کی عمر کے آخری سترہ سال وہ تھے جب اُن کے ہاں اور اولاد پیدا نہ ہوسکتی تھی۔ عرب میں متعدد بیویوں کا عام رواج تھا۔ اور ملک کا کوئی قانون یا سوسائٹی کا کوئی آپ کو دوسرے نکاح سے نہ روک سکتا تھا۔ مگر آپ نے جوانی کا سارا لمحہ بھی عقدِ ثانی کا خیال کئے بغیر گذار دیا۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہے کہ آپ کو بی بی خدیجہ سے محبت انتہا درجہ کی تھی وہاں یہ حقیقت بھی ہورہی ہے کہ خواہشوں کو کچل کر نفس پر غالب آنا عام آدمی کا کام نہیں۔

رحلت

بی بی خدیجہ اور رسول اللہ کا ۲۵ برس ساتھ رہا۔ ۶۵ برس میں جب آپ ۵۰ برس کے تھے ہجرت سے تین سال قبل نبوت کا دسواں سال تھا رمضان کے مہینہ میں (مطابق دسمبر ۶۱۹ء) انتقال ہوا اور مکہ کے مشہور قبرستان حجون میں مدفون ہوئیں۔ خود آنحضرت نے قبر میں اُتارا۔

اولاد

اُمہات المومنین میں حضرت خدیجہ کو یہ فضیلت بھی ہے کہ صرف رسول اللہ کے چھ بچے ہوئے۔ دو لڑکے اور چار لڑکیاں۔ قاسم اور عبداللہ تھے۔ قاسم بڑے تھے اور انھیں کی وجہ سے آپ ابو القاسم بھی کہلاتے تھے۔ عبداللہ کا لقب طاہر اور طیب بھی ہے دونوں کا کمسنی میں نبوت سے پہلے ہی انتقال ہوا۔ "دی آوٹ لائن آف ہسٹری" میں ایچ جی ویلز کا یہ بیان غلط ہے کہ آنحضرت اور بی بی خدیجہ کا ایک بچہ عبد مناف یا

تھا۔ اس نام کا رسول اکرم کا کوئی لڑکا نہ تھا ہاں بعض مورخین کے ان کے مطابق بی بی خدیجہ کا دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبداللہ یا عبد مناف تھا۔

لڑکیوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حضرت زینب سب سے بڑی صاحبزادی نکاح کے پانچ سال بعد بی بی خدیجہ ۴۵ اور رسول اللہ ۳۰ سال کے تھے پیدا ہوئی تھیں ان کا نکاح بی بی خدیجہ کی بہن ہالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ قریشی کے ساتھ ہوا۔ بھانجے سے بی بی خدیجہ کو بہت محبت تھی انھیں کی تحریک پر رسول اللہ نے رشتہ پسند کیا۔ بی بی زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا مگر ابوالعاص سنہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ وہ نوجوان اور کامیاب تاجر تھے اور دونوں میاں بیوی کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ کفار مکہ نے اُن کو بہت بہکایا کہ بی بی زینب کو طلاق دے دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا قریش کی کوئی عورت ان کا بدل نہیں ہو سکتی۔ انھیں حضرت زینب سے جو محبت تھی اُس کا اندازہ ان کے اشعار سے ہوتا ہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

جب مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا حرم کا ایک باشندہ سرسبز و شاداب ہے زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے۔ اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف کرے گا۔

اُن کے ہاں دو بچے پیدا ہوئے۔ علی اور امامہ۔ علی کے بارے میں زیادہ روایتیں

ہیں ایک یہ کہ لڑکپن ہی میں فوت ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ جوان ہو کر یر
معرکہ میں شہید ہوئے۔ امامہ سے فاطمۃ الزہرا کی رحلت کے بعد حضرت
نے نکاح کیا۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد امامہ کا دوسرا نکاح مغیرہ
بن حارث سے ہوا۔ اور ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔

جنگ بدر کے قیدیوں میں آنحضرت کے بڑے داماد ابوالعاص
تھے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے اور جنھیں عبداللہ بن جبیر
نے گرفتار کرایا۔ مغربی مورخین کا یہ بیان کہ ابوالعاص کو اس شرط پر رسو
نے آزاد کر دیا تھا کہ آپ کی بیٹی زینب کو مدینہ بھیج دیا جائے اور ان
فدیہ نہیں لیا گیا۔ غلط ہے۔ صحیح صرف یہ بات ہے کہ ان سے یہ وعدہ لیا
کہ مکہ واپس جا کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ دامادی کی وجہ سے
اور دوسرے اسیران جنگ میں رسول اللہ نے کوئی امتیاز نہیں برتا
فدیہ میں جو حضرت زینب نے اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ بھیجا تھا
خدیجہ کا وہ عقیق یمنی کا ہار بھی تھا جو حضرت زینب کو جہیز میں دیا گیا
اس ہار کو دیکھ کر آپ کو بی بی خدیجہ یاد آ گئیں۔ اور آپ کی آنکھوں
آنسو نکل پڑے۔ مکہ جا کر ابوالعاص نے اپنے دوسرے بھائی کنانہ
بی بی زینب کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تو قریش میں سے ایک شخص نے
حضرت زینب کو زمین پر گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ اس صدمہ سے
ساقط ہو گیا۔ چند روز بعد جب زید بن حارث مکہ آئے تو ان کے
حضرت زینب مدینہ آ گئیں۔ ۶ھ میں ابوالعاص بھی مسلمان ہو

ھ میں بی بی زینب کا انتقال ہوا بی بی سودہ اور بی بی اُم سلمہ نے غسل دیا اور رسول اکرم نے نماز جنازہ پڑھائی۔
بی بی زینب کے انتقال پر آنحضرت نے فرمایا "زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی"۔
(۲) بی بی رقیہ۔ منجھلی بیٹی تھیں اور بی بی زینب سے تین سال چھوٹی تھیں۔ چھوٹی بیٹی تھیں بی بی اُم کلثوم۔ ان دونوں کے صرف نکاح رسول اللہ کے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے علی الترتیب ہوئے تھے۔ کوہ صفا پر جب آنحضرت نے قریش سے خطاب کر کے انھیں دعوت اسلام دی تھی تو ابولہب اور اُس کی بیوی اُم جمیل کو بہت غصہ آیا تھا اور دونوں نے اپنے لڑکوں سے کہہ کر رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کو طلاق دلوا دی تھی۔ دونوں کے صرف نکاح ہوئے تھے۔ وداع نہیں ہوئی تھی۔ طلاق کے بعد بی بی رقیہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہوا۔ سنہ ۵ سالِ نبوت میں جب حضرت عثمان نے حبش ہجرت کی تو بی بی رقیہ اُن کے ساتھ تھیں۔ مکہ میں حالات بہتر ہو جانے کی غلط خبر سن کر حضرت عثمان بی بی رقیہ کے ساتھ واپس آ گئے تھے مگر حالات پہلے سے بھی خراب دیکھ کر جب دوبارہ ہجرت کی اس وقت بھی بی بی رقیہ کو ساتھ لے کر گئے۔ آنحضرت حضرت ابو بکر کے ساتھ غار ثور میں قیام فرما تھے۔ حضرت اسما بنت ابو بکر کہتی ہیں کہ رات کو جب میں اپنے والد کے اور آنحضرت کے لئے کھانا لے کر گئی تو آنحضرت نے مجھ سے دریافت کیا "کیا رقیہ اور عثمان گئے" اور میں نے عرض کیا "جی ہاں"

فرمایا۔ لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے کفار کی سختی اور ایذارسانی سے تنگ آکر اپنی بیوی سمیت وطن سے ہجرت کی۔"

حضرت عثمان اور بی بی رقیہ میں بہت محبت تھی۔

حضرت عثمان جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ حضرت ر بیمار تھیں۔ ۲ھ میں جنگ کے خاتمہ پر چیچک میں مبتلا ہوکر ۱۲ سال عمر میں بی بی رقیہ نے وفات پائی رسول اکرم ان کی نماز جنازہ میں شر نہ ہوسکے کیونکہ آپ اُس وقت بدر میں تھے۔

بی بی رقیہ سے حضرت عثمان کے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا مگر چھ برس کے ہوکر وفات پائی۔

(۳) بی بی اُم کلثوم۔ بی بی رقیہ کے بعد منجھلی بیٹی بی بی اُم ک کا رسول اللہ نے حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ بی بی کلثوم کے ہاں کوئی پیدا نہیں ہوا اُن کا اور حضرت عثمان کا چھ سال ساتھ رہا اور شعبان ۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ رسول اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی قبر میں اُتارنے میں حضرت علی بھی تھے۔ آنحضرت قبر پر بیٹھے آنسوؤں سے روتے رہے حضرت عثمان کو بے حد غمگین دیکھ کر آپ نے فرمایا تھا کہ میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اس کو بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔

چونکہ رسول اکرم کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں حضرت عثمان عفان سے بیاہی گئی تھیں اس لئے وہ "ذوالنورین" کہلاتے ہیں مسلمانوں کا ایک فریق رقیہؓ اور اُم کلثومؓ کو رسول اکرم کی اولاد نہیں مانتا کیونکہ

دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے ہوا تھا لیکن یہ
قرآنی کے صریحاً خلاف ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ
لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو نہج البلاغت
ہے کہ حضرت عثمان سے اُن کی خلافت کے آخری دور میں حضرت علی
یا تھا کہ دامادی کے باعث آپ اس مرتبہ پر پہنچے۔ اور شیخ الطائفہ۔
طوسی تہذیب میں امام جعفر صادق سے یوں روایت کرتا ہے کہ وہ اپنی
یں فرمایا کرتے تھے "اے اللہ درود بھیج رقیہ پر جو تیرے نبی کی
زادی تھیں اور اُم کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی تھیں"
(۴) حضرت فاطمۃ الزہرا سب سے چھوٹی بیٹی تھیں مگر علم و فضل میں
ب بہنوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ پیدا ہوئی تھیں ۶۰۶ء میں۔ اُن کا نکاح
رت علی مرتضیٰ بن ابی طالب سے جنگ بدر کے بعد اور جنگ اُحد سے پہلے
ـھ میں ہوا۔ اُن کے جہیز میں ایک مشک اور ایک چکی بھی تھی اور یہ
نوں چیزیں آخر وقت تک اُن کے پاس رہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی نے اُن پر
سختی کی۔ وہ شکایت کے لیے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔
پیچھے پیچھے حضرت علی بھی گئے۔ شکایت سُن کر رسول اللہ نے کہا "بیٹی تم اتنا تو
سمجھتیں کہ مردوں کی یہ عادت ہی ہوتی ہے"۔ حضرت علی اس واقعہ سے
س قدر متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے حضرت فاطمہ سے کہا "میں اب تمھارے
مزاج کے خلاف کوئی بات نہ کہوں گا"
حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ "فاطمہ گفتگو بالکل اپنے باپ کی طرح

کرتی تھیں"۔

وہ جب رسول اللہ کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اُن کی پیشانی چومتے اور مرحبا فرمایا کرتے تھے۔ بی بی عائشہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ "میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولتے نہیں دیکھا"۔ بی بی فاطمہ سے رسول اکرم کو اس قدر محبت تھی کہ جنگ یا سفر پر روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں اور جب واپس آتے تو سب سے پہلے بی بی فاطمہ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔

بی بی فاطمہ کی وفات رسول اکرم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ھ کو ہوئی۔ ان کے پانچ بچے تھے۔ تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔ سب سے بڑے حضرت حسن تھے جو علی مرتضیٰ کی شہادت کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور جنھوں نے اپنی بیوی جعدہ کے ہاتھوں زہر پیا اور ۴۹ھ میں رحلت کی۔ ان سے چھوٹے امام حسین تھے۔ جنھوں نے ۶۱ھ میں معرکۂ کربلا میں شہادت پائی۔ رسول اللہ ان بچوں سے بہت محبت کرتے اور اپنا بیٹا فرمایا کرتے تھے۔ محسن بی بی فاطمہ کے تیسرے بیٹے تھے جنھوں نے بچپن میں وفات پائی۔

دونوں صاحبزادیوں میں حضرت زینب کبریٰ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا۔ اُنھوں نے واقعۂ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کوفہ و دمشق کی سختیاں اٹھائی تھیں۔ اُم کلثوم دوسری بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عمر بن الخطاب سے ہوا اور دو بچے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت عمر کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح عون بن جعفر سے ہوا۔ اور اُن کی رحلت کے بعد تیسرا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا۔

(۳)

اُم المومنین حضرت سودہؓ

خاندان | سودہ بنت زمعہ بن قیس۔ یہ بھی قریش ہیں اور ان کا سلسلۂ نسب عامر بن لوئی تک پہنچتا ہے۔ اس مناسبت سے سودہ عامریہ کے نام سے بھی مشہور ہوئیں۔ صفحہ ۱۴۵ پر جو شجرہ دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے۔ ان کے جدِ اعلیٰ عامر کے باپ لوئی کی رسول اللہ نویں پشت میں تھے گویا خاندان ایک ہی ہے۔ بی بی سودہ عامریہ بنت زمعہ کی ماں شموس اور نانا قیس تھا جو عدی بن النجار کے قبیلہ سے تھا۔ عرب میں یہ قبیلہ دنیا و دولت و وجاہت کے لحاظ سے قریش کے بعد دوسرے نمبر پر تھا۔ اور دونوں قبیلوں میں شادی بیاہ ہوتے تھے۔

پہلا نکاح | بی بی سودہ کب پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح کس عمر میں ہوا۔ کچھ معلوم نہ ہوسکا نہ ابتدائی حالات۔ پہلا نکاح ان کے چچا کے لڑکے سکران بن عمر سے ہوا تھا۔ سکران کے متعلق بھی تاریخ صرف یہ بتاتی ہے کہ وہ قریش مکہ کے اُن افراد میں تھا جنھوں نے قرآن مجید اور رسول اللہ کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کی تھی۔

قبولِ اسلام | رسول اللہ کو جب نبوت عطا ہوئی تو آپ نے اپنی

قوم کو ہدایت کی کہ بُت پرستی ترک کر کے خدائے واحد کی پرستش کریں۔
قریش میں بہت بڑی اکثریت اُن لوگوں کی تھی۔ جنھوں نے آپ کا مذاق
اُڑایا۔ آپ کو جھٹلایا۔ آپ کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی، بے حرمتی سے
پیش آئے اور آپ کی راہ میں روڑے اٹکائے۔ اور جب بی بی خدیجہ اور
ابوطالب دونوں کی وفات ہوگئی تو کھُلّم کھلا سخت سے سخت جسمانی اذیتیں
پہنچانے میں بھی کسر نہ رکھی۔ مگر بہت بڑی تعداد جہاں ایسے کٹر اور ظالم
آدمیوں کی تھی وہاں کچھ ایسے بھی لوگ تھے جو کہتے تھے کہ آخر سنیں تو سہی
یہ شخص کہتا کیا ہے۔ اِدھر تو رسول اللہ کی باتیں اُنھیں مفید معلوم ہوتیں
اُدھر وہ یہ سوچتے کہ قوم کے اس قدر بُرے سلوک کے باوجود جو یہ شخص خدائے
واحد کی پرستش کی تلقین مستقل مزاجی سے کئے جا رہا ہے اور بجائے
غصہ اور خفگی کے اِس کے ضبط و تحمل میں رتّی بھر فرق نہیں آرہا تو ضرور
خدا کی طرف سے پیغام بر ہے۔ پھر قرآن مجید کی آیتیں سُن کر بھی اُن کے
دل پر اثر ہوتا۔ اور وہ آپ پر ایمان لے آتے۔

بی بی سودہ شروع ہی سے سمجھدار اور بہت نیک خاتون تھیں
رسول اللہ کے متعلق یہ تو وہ بہت پہلے سے جانتی تھیں کہ سارا قریش انھیں
صادق اور امین کہتا ہے۔ انھیں ایک بار ذرا تفصیل سے رسول اللہ
کی باتیں اور قرآن مجید کی آیتیں سُننے کا موقع ملا اور اُنھیں یقین ہو گیا
کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ چنانچہ آپ پر ایمان لے آئیں مگر ان کے
شوہر بُت پرست تھے اور اُن لوگوں میں سے تھے جو رسولِ خدا کے دشمن

اس لئے انھوں نے دُوراندیشی سے کام لیا اور اپنے شوہر پر یہ ظاہر نہ
نے دیا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں مگر جب موقع ملتا وہ سکران کو اسلام کی
یاں بتاتیں۔ شروع شروع میں تو اس نے بی بی سودہ کی باتوں کو کوئی
ت نہ دی مگر آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونا شروع ہوا لیکن
ے خوف یہ تھا کہ اگر میں مسلمان ہوگیا تو قریش میری پھبتیاں اڑائیں گے
قرے کسیں گے۔ بی بی سودہ سکران کے مسلمان نہ ہونے سے بہت
یدہ رہنے لگیں۔ وہ ایک اچھی گھروالی تھیں۔ اُن کے اور سکران کے تعلقات
ت اچھے تھے۔ دونوں میاں بیوی میں محبت تھی۔ بالآخر بی بی سودہ کی
شش بارآور ہوئی اور سکران بھی مسلمان ہوگیا۔

ریش کے مظالم ہجرتِ حبش ۵ھ

قریش کو جب معلوم ہوا کہ سکران بن عمرو اور
اس کی بیوی سودہ بنت زمعہ دونوں مسلمان
ہوگئے تو لگے طرح طرح سے ستانے۔ سکران گھر
سے نکلتا تو اُسے بُرا بھلا کہتے۔ آوازے کستے۔ اس پر
نا پھینکتے۔ کبھی کبھی اُس کے گھر پر پتھر بھی پھینکے۔ ایک بار دونوں اپنے
ر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ کسی نے تیر کھینچ کر مارا جو سکران کے لگا۔
ا اور بی بی سودہ فریاد لے کر رسول کی خدمت میں آئے۔ جو لوگ اُس وقت
شرف باسلام ہوئے تھے۔ اُن سب پر قریش سختیاں کر رہے تھے۔ خونریزی
ن کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اِن کے لئے زبان سے بُرے بُرے کلمات نکالنے
عمولی بات تھی۔ موقع ملتا تو زدوکوب سے بھی نہ چوکتے۔ قریش کے مظالم جب

درہم برہم ہوگیا تھا اور دو بچیاں محتاج پرداخت تھیں اور اُن کی نگرانی کے لئے گھر میں کوئی بڑی بوڑھی نہ تھی۔ ولیم میور لکھتا ہے کہ "خدیجہ کے بعد آنحضرت کے خاندان کو مادری نگرانی کی ضرورت نہ تھی"۔ منجھلی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح کم عمری میں ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا گیا تھا۔ مگر اس لئے کہ آپ نے قوم کو توحید کی طرف بلایا بے قصور بچی کو طلاق دیدی گئی تھی۔ وہ خانہ داری کا سارا بوجھ اُٹھانے اور اپنی چھوٹی بہن فاطمۃ الزہرا کی اچھی طرح دیکھ بھال نہ کر سکتی تھیں بلکہ خود اُن کے لئے بھی ایک بڑی بوڑھی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک دن حکیم بن الاوقص کی بیٹی، عثمان بن قطعون کی بیوی خولہ نے رسول اکرم کی طائف سے واپسی کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے"؟ آپ نے فرمایا۔ "کس سے کروں"؟ خولہ نے کہا "چاہے کنواری سے کیجئے چاہے بیوہ سے"۔ آپ نے پوچھا "وہ کون ہیں"، تو خولہ نے بتایا کہ "کنواری تو حضرت ابوبکر کی بیٹی عائشہ اور بیوہ زمعہ کی بیٹی سودہ"۔ بی بی عائشہ کے نکاح کا بیان اُن کے حالات میں آئے گا۔ بی بی سودہ کے پاس پیام نکاح دے کر خولہ کو رسول اللہ نے بھیجا۔ اور انھوں نے آکر بی بی سودہ سے کہا "مبارک ہو اللہ کے سچے رسول نے اپنا پیام نکاح تمھارے لئے میری معرفت بھیجا ہے۔ خدا نے تمھاری فلاح و بہتری کے یہ اسباب پیدا کر دئے ہیں"۔ بی بی سودہ نے خولہ سے کہا "مجھے یہ منظور ہے مگر میرے والد سے اس کا ذکر کر دو"۔ خولہ زمعہ کے پاس آئیں۔ اور بی بی سودہ کے ساتھ رسول اکرم کے نکاح کی درخواست زمعہ سے کی۔ انھوں نے

جواب دیا کہ "مجھے سودہ کے لئے یہ پیام منظور ہے تم سودہ کی رائے معلوم کر
خولہ نے کہا "میں معلوم کر چکی ہوں وہ رضامند ہے" زمعہ بولے "اچھا تو
تم سودہ کو میرے پاس لے آؤ" چنانچہ خولہ بی بی سودہ کو لے آئیں تو باپ
بیٹی سے کہا "سودہ خولہ تمہارے نکاح کا پیام محمد بن عبداللہ کی طرف
لائی ہیں۔ تم رضامند ہو" بی بی سودہ نے کہا "جی ہاں" بیٹی کی رضامند
معلوم ہونے پر زمعہ نے خولہ سے کہا تم "محمد بن عبداللہ کو میرے پاس لے
چنانچہ وہ لے آئیں اور بی بی سودہ کا دوسرا نکاح ان کے والد نے چار سو
پر سرورِ عالم کے ساتھ رمضان سنہ نبوی میں پڑھا دیا۔

زرقانی اور طبقات ابن سعد میں بعض روایات ہیں کہ بی بی سودہ
ایک خواب دیکھا تھا کہ رسول اکرم تشریف لائے اور اپنے پاؤں سودہ کی گر
میں ڈال دئے پھر ایک دفعہ یہ خواب دیکھا کہ وہ تکیہ کے سہارے بیٹھی
کہ آسمان سے چاند پھٹ کر ان پر گر پڑا۔ دونوں خواب انھوں نے اپنے
شوہر سکران بن عمر سے جب بیان کئے تو انھوں نے کہا "شاید میرا آخر وقت
آپہنچا عجب نہیں کہ تمہارا نکاح رسول اللہ سے ہو"۔

عبداللہ بن زمعہ بی بی سودہ کا حقیقی بھائی اس وقت مکہ میں مو
تھا۔ اسے جب بہن کے نکاح ثانی کی خبر ملی تو بہت ناگوار ہوا۔ مگر جب
دن آیا کہ وہ بھی مسلمان ہو گیا تو اس نے بہت دیر تک تاسف کیا اس
واقعہ کو یاد کر کے کہ بی بی سودہ کے نکاح کی خبر پر غم و غصہ میں اس
زبان سے نامناسب الفاظ نکلے تھے۔

اس نکاح کے وقت بی بی سودہ کے باپ زمعہ موجود تو تھے مگر بہت ضعیف تھے۔ اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ عبداللہ ان کا بھائی بھی تھا مگر اُس سے اُن کو کوئی مالی مدد نہ ملتی تھی۔ سکران سے اُن کا ایک بچہ عبدالرحمٰن بھی تھا مگر کم عمر۔ بیوگی کا زمانہ وہ بغیر کسی معقول سہارے کے گذار رہی تھیں۔

بعض مورخین لکھ رہے ہیں کہ نکاح کی تحریک رسول اللہ کی طرف سے نہیں بی بی سودہ کی طرف سے کی گئی۔ اور رسول اللہ نے اس تجویز کو قبول فرمالیا۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اگر رسول اللہ ان سے نکاح نہ کرتے تو اُن کی پناہ کی کوئی جگہ نہ تھی۔ کفالت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ باپ بہت ضعیف۔ بھائی بے پروا۔ بچہ ناسمجھ۔ اسلام کی خاطر اُنھوں نے سخت تکلیفیں اُٹھائیں۔ اُن کے پہلے شوہر کا تارک الوطنی کی حالت میں انتقال ہوا۔ اُن کی خدمات اسلام کا اس سے بڑھ کر اور کیا معاوضہ اور اُن کی مدد کا اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو سکتا تھا کہ وہ رسول اللہ کے نکاح میں آگئیں۔ وہ کسی لحاظ سے بھی بی بی خدیجہ کی ٹکر کی نہ تھیں۔ ان کی کم سے کم عمر ۵۰ سال سے تو کوئی مورخ انکار کر ہی نہیں رہا۔ جرمن مورخ ڈاکٹر اسپرنگر کا یہ بیان[1] بے بنیاد گمراہ کن ہے کہ سودہ کے پاس خزانہ تھا انگریز مورخ منٹگمری واٹ لکھتا ہے[2] اس نکاح کی مصلحت تھی سودہ کے بھائی کو اسلام دشمنی سے دُور رکھنا" اس نکاح کی غرض و غایت خانہ داری کا انتظام اور بچیوں کی دیکھ بھال تھی چنانچہ صاحب مدارج النبوۃ لکھتا ہے کہ اس عقد سے پیغمبر علیہ السلام کو فاطمہ کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا اس ضرورت کے علاوہ یہ نکاح کیا گیا تھا ان کی خدمات اسلام کے معاوضہ میں اُن کو

---

[1] سوانح و تعلیم محمد جلد سوم صفحہ ۱۰۔ [2] محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۸۷۔

بے سہارا دیکھ کر انھیں پناہ دینے کے لئے۔

بڑھاپے کا احساس

رسول اکرم صلعم کے ساتھ بی بی سودہ تین برس مکّہ میں رہیں۔ پھر بی بی اُم کلثوم اور بی بی فاطمہ ہجرت کر کے مدینہ آئیں اُنھیں لانے کے لئے آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مکّہ بھیجا تھا مدینہ آکر ابو ایوب انصاری کے گھر پر اُتریں۔ کیونکہ رسول اللہ نے مدینہ آکر شروع میں یہیں قیام فرمایا تھا۔ سات ماہ بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو اس سے ملحق حجرہ میں بی بی سودہ رہنے لگیں۔ جب اور تین چار ازواج آپ کے نکاح میں آئیں تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ زیادہ بڑھیا ہونے کی وجہ سے کہیں آپ ان کو علٰحدہ نہ کر دیں۔ چنانچہ ایک دن آپ سے عرض کیا "میں ضعیف ہو گئی ہوں۔ جسم میں سکت بالکل نہیں رہی۔ دنیا دی کوئی خواہش اب مجھ میں باقی نہیں۔ میرے لئے یہ ہی فخر سب سے بڑی دولت ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے رسول کی بیوی پکاری جاؤں۔ میں اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے اپنی باری عائشہ کو دیتی ہوں"

عادات وخصائل

دولت۔ حُسن۔ جوانی یعنی وہ ظاہری صفات جو پیام نکاح کی ترغیب کا سبب کہلائی جاتی ہیں بی بی سودہ میں اِن میں سے ایک بھی نہ تھی۔ ہاں اسلام کی خاطر اُنھوں نے جو سختیاں جھیلیں تھیں۔ رسول اللہ کے پیش نظر تھیں۔ جو دنیاوی اعتبار سے آپ کو ضرورت تھی ایک ایسی ہمدرد و نیک سیرت عورت کی جو بچیوں کی دیکھ بھال اور گھر کا انتظام خوش اسلوبی سے کر سکے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان

اِن صفات کے علاوہ بی بی سودہ کی طبعی شرافت۔ خوش اخلاقی۔ بذلہ سنجی۔ رحمدلی۔ وسیع القلبی اور سیر چشمی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے اُنھیں قریشی کی خواتین میں امتیاز حاصل تھا۔ ان سب باتوں پر غور فرما کر آپ نے اپنی عمر سے زیادہ عمر کی بیوہ سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔

جنگ بدر جب ختم ہو گئی اور مسلمان مدینہ واپس آگئے اور دوسرے دن اسیرانِ جنگ مدینہ لائے گئے تو حضرت بی بی سودہ نے ابویزید سہیل بن عمر کو دیکھا کہ ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے ہیں۔ بے اختیار اُن کے مُنہ سے یہ الفاظ نکل گئے "تم نے عورتوں کی طرح خود بیڑیاں پہن لیں اس سے تو موت زیادہ عزت کی تھی"، رسول اکرم صلعم نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا "اے سودہ تم خدا اور اس کے پیغمبر کے خلاف ایسے دل آزار الفاظ کہہ کر انھیں طعنہ دے رہی ہو۔ انھوں نے عرض کیا "میں قربان اے اللہ کے سچے رسول اس حالت میں اِن کو دیکھ کر میں یہ بے بنیر نہ رہ سکی"۔

مسلمانوں کی ماؤں میں بی بی سودہ سب سے زیادہ لمبے اور ڈہرے جسم کی تھیں اس لئے تیز نہ چل سکتی تھیں۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں جس نے سودہ کو دیکھ لیا اُس سے وہ چھپ نہ سکتی تھیں (یہ ان کے لمبے قد کے متعلق ہے) حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دفعہ انھیں درم سے بھری ہوئی تھیلی بھیجی۔ انھوں نے دریافت کیا "کیا عمر نے کھجوریں بھیجی ہیں؟" خادم نے عرض کیا "جی نہیں کھجوریں نہیں درم ہیں"۔ فرمایا۔ "کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام آتیں۔ درم کس کام کے"۔ یہ کہہ کر تھیلی

کے سارے درم غربا میں تقسیم کر دئے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ بی بی سودہ کیسی سیر چشم اور کشادہ دل تھیں!

اسد الغابہ میں ہے کہ بی بی سودہؓ طائف کی کھالیں درست کرتی اور ان کو دباغت دیتی تھیں۔

حجۃ الوداع پر (زرقانی کے بیان کے مطابق) رسول اکرم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ "میرے بعد گھر میں بیٹھنا"۔ بی بی سودہ نے اس ارشاد کے بعد حج نہ کیا اور باقی زندگی گھر میں گذار دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ بی بی سودہ کی تعریف فرماتی ہیں کہ "سودہ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سودہ سے زیادہ اچھا معلوم ہو"۔ وہ یہ بھی فرماتی ہیں "میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ کے"۔

مورخین یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ بی بی سودہ خوش طبع اور ہنس مکھ تھیں استیعاب میں ہے کہ رسول اکرم سے ایک دفعہ بی بی سودہ نے کہا "کل رات میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے رکوع اتنی دیر کیا کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے۔ اس لئے میں ناک پکڑے رہی۔ آنحضرت یہ سنکر مسکرا دئے۔

ضرورت کے وقت عورتیں باہر نکل سکتی ہیں

حضرت عمر ہی سے متعلق ایک اور واقعہ بی بی سودہ کا یہ ہے کہ مدینہ شہر رسول اللہ کی ہجرت کے بعد بنا۔ گاؤں تھا اور یثرب کہلاتا تھا۔ یثرب کا نام مدینہ سرور کائنات نے رکھا

طرح ہمارے ہاں کے دیہات میں پاخانے گھروں میں نہیں ہوتے۔
رح مدینہ میں بھی اس وقت رفع حاجت کے لئے شام کے جھٹ پٹے
اؤں کے باہر چلے جاتے تھے۔ خواتین کو گاؤں کے نوجوان آتے جاتے
اور کبھی چھیڑتے بھی تھے۔ حضرت عمر کو یہ بات ناگوار گذرتی تھی کہ ازواج
ت گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ صحیح بخاری کے پارہ ۲۱ میں حضرت عائشہ کی
ت ہے کہ ایک دن شام کے جھٹ پٹے میں اپنی ایک سہیلی کے ساتھ
تھی کہ حضرت عمر نے پہچان کر غصہ کے لہجہ میں کہا سودہ میں نے تم کو
لیا ہے۔ بی بی سودہ نے گھر آکر سرور کائنات سے حضرت عمر کی شکایت کی
وال کیا کہ کیا ہم اپنی ضرورت بھی گھر کے باہر نہ نکلا کریں۔
آپ نے فرمایا "نہیں سودہ میں عورتوں کو ضروریات کے لئے باہر
کو منع نہیں کرتا"

لاد | رسول اکرم صلعم سے بی بی سودہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پہلے
شوہر سکران بن عمر سے ایک لڑکا تھا۔ یہ یعنی حضرت عبدالرحمٰن
سکران مکہ ہی میں مشرف باسلام ہوگئے تھے۔ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت
ا جنگ جلولا ۱۶ سنہ ہجری میں انھوں نے شہادت پائی تھی۔

لت | رسول اکرم صلعم کے بعد دس سال زندہ رہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ
حضرت عمرؓ اپنے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کی بہت عزت کرتے تھے۔
ول اللہ کا اور ان کا ۱۳ برس ساتھ رہا۔ ۲۲ سنہ ہجری میں حضرت عمر کی
ات سے چند ماہ قبل مدینہ میں بیمار ہوکر انتقال کیا۔ اور وہیں تدفین ہوئی۔

(۲۴)

اُم المومنین حضرت عائشہؓ

خاندان ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ تھے اوران کے جداعلیٰ تیم بیٹے تھے کلاب کے جو رسول اللہ کے شجرہ نسب میں پانچ واسطوں سے قصیّ کے باپ تھے۔ گویا یہ بھی باپ کی طرف سے خاندان کی تھیں۔ اور کُنبہ ایک ہی تھا۔ ان کی والدہ زینب جو کُنیت "ام رومان" سے مشہور ہیں اسی قبیلہ سے تھیں اور ان کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے کنانہ سے اس طرح جا ملتا ہے:۔ اُم رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

حضرت ابوبکر صدیق اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کے بعد بنی آدم میں حضرت ابوبکر بہترین انسان ہیں۔ رسول اللہ صلعم "انسان کامل" تھے اور حضرت ابوبکر "افضل البشر"۔ وہ آپ کے بہت عزیز دوست اور عمر میں صرف دو سال چھوٹے تھے۔ جس دن سے کہ نبوت عطا ہوئی تھی زندگی کے آخری سانس تک اُٹھتے بیٹھتے صبح شام دن رات آپ کو اسلام کی دُھن تھی۔ اشاعت اسلام میں جس سے مدد ملی وہ چاہے کتنا ہی غیر ہوتا آپ کو عزیزوں سے بڑھ کر عزیز تھا اور جس

یا راہ میں روڑے اٹکائے اُس سے خون کا رشتہ ہوتا اور قریب سے قریب
وہ سو دشمنوں کا دشمن تھا۔ آپ کے دعوئ نبوت کی خبر جب گھر سے باہر
پہنچی تو حضرت ابوبکر بسلسلۂ تجارت باہر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر انھوں نے
آئے تو سیدھے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا "یہ جو کچھ مشہور ہو رہا ہے.
کیا صحیح ہے؟" کیسا تامّل اور کہاں کا تردّد۔ اِدھر آپ نے فرمایا کہ "ہاں"
اُدھر وہ ایمان لے آئے۔ اور ایمان بھی لائے تو اس درجہ کا جس کی مثال
نہیں ملتی۔ مکّہ کے وہ معمولی آدمی نہ تھے۔ خاندانی وقار و شرف کے لحاظ سے
سنجیدگی۔ بُردباری۔ دُور اندیشی۔ عاقبت بینی۔ سمجھداری کے اعتبار سے اُن کو
قریش میں امتیازی درجہ حاصل تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں کئی مقامات
دیکھے اور مختلف قبائل سے تعلقات تھے۔ علم الانساب میں اُن کی ٹکر کے
آدمی عرب بھر میں بہت ہی کم تھے۔ اور جہاں دقّت پیش آتی اُن سے پوچھنے
آیا کرتے تھے۔ ان صفات کے علاوہ ایک بڑی بات یہ بھی تھی کہ وہ قریش
کے دولتمند افراد میں سے تھے۔ اور اس وجہ سے بھی سب اُن کی عزّت کرتے
تھے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اُنھیں کی تلقین و اثر سے مسلمان ہوئے۔
ئق اسلام کا یہ حال تھا کہ متعدد مسلمان لونڈی غلاموں پر مشرکین مظالم
کے پہاڑ توڑ رہے تھے اُن کی آزادی کی قیمت منہ مانگی رقمیں دے دے کر انھوں
ہی نے آزاد کرایا۔ جب حضرت ابوبکر ایمان لائے تھے تو زمین و جائداد تجارت
کے مال و اسباب کے علاوہ ان کے پاس نقد ایک لاکھ درہم تھے مگر جب
مدینہ ہجرت کی تو صرف ڈیڑھ ہزار درہم رہ گئے تھے اور ساری دولت

وہ اسلام پر لٹا چکے تھے جس کا اعتراف کئی بار رسول اکرم نے کیا کہ "ا
کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لئے مفید نہیں ہوا" عورتوں میں بی بی
اور مردوں میں حضرت ابوبکر وہ رفیق تھے۔ جن کی دولت سے قصر اسلا
جڑیں مضبوط ہونے میں رسول اکرم صلعم کو بڑی زبردست مدد ملی۔ اور
دولت ہی اسلام پر نہیں لٹائی پیغمبر اسلام کے ہر دکھ میں شریک رہے
آپ کی حمایت میں آپ کے ساتھ جسمانی تکالیف بھی سخت اٹھائیں
نماز پڑھتے ہوئے جب قریش نے رسول اکرم کی بے حرمتی کی اور عقبہ بن
معیط نے ایک کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر بل دیئے۔ اور حضرت ابو
کہا "اے ظالمو صرف اس وجہ سے تم انھیں مار ڈالنا چاہتے ہو کہ
تمھیں خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں" قریش نے رسول اللہ کو چھوڑ کر
ابوبکر کو اس قدر مارا کہ گومڑے نیل اور بدھیاں پڑ گئیں اور جگہ جگہ سے
نکل آیا۔ حضرت ابوبکر کے خلوص کا رسول اکرم نے وفات سے چند دن قبل
کتاب المناقب کے بیان کے مطابق ان الفاظ میں اعتراف فرمایا تھا "
اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے۔ اگر میں خدا کے
سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا۔"

سرور کائنات غیور اور خوددار اس درجہ کے تھے کہ کسی کا احسان نہ
تھے اور اگر احسان اٹھانا پڑتا تو کبھی بھولتے نہ تھے اور جب موقع ملتا بد
دیتے تھے۔ ابوطالب نے آپ کی پرورش کی تو آپ نے یہ ہی نہیں کہ ا
بیٹے حضرت علی مرتضیٰ کی پرورش کر کے ادلہ کا بدلہ کر دیا بلکہ اپنی پیاری بی

حضرت فاطمۃ الزہرا کی اُن سے شادی کی۔ حضرت عثمان نے اپنی ساری دولت اسلام پر اُٹھادی تو رسول اللہ نے اُس کے اعتراف میں یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں اُنھیں دیں۔ انصار مدینہ نے مسجد نبوی کی زمین مفت نذر کرنی چاہی مگر آپ نے اُس کی قیمت ادا کر دی۔ آپ کے چچا حضرت عباس بدر کے اسیروں میں سے تھے جن کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ رسول اکرم کے ارشاد پر مسلمان اُن اسیروں کے لئے کپڑے لائے حضرت عباس کے جسم پر کسی کا کُرتہ پورا نہ آیا تو بہت بڑے منافق عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنا کرتہ منگوا کر اُنھیں پہنایا۔ اُس احسان کا بدلہ رسول اکرم نے اِس طرح ادا فرمایا کہ جب وہ کٹر منافق مرگیا اور اس کے بیٹے حباب نے عذاب قبر کم ہونے کے عقیدے سے آپ کا کرتہ منگایا تو کرتہ بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ حضرت ابوبکر نے تو تن من دھن سب ہی کچھ اسلام پر قربان کر دیا اُن کی خدمات اسلام کا اعتراف اور اُن کے احسانات کا معاوضہ رسول اللہ اگر ادا کر سکتے تھے تو صرف اس طرح کہ قریب ترین رشتہ سے بھی تعلقات مستحکم ہوجائیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ یہی سبب تھا کہ رسول اکرم نے بی بی عائشہ کے لئے اپنا پیام نکاح بھجوا دیا۔

رسول اللہ سے نکاح سنہ نبوی

ابوطالب کی رحلت اور بی بی خدیجہ وفات اوپر تلے آگے پیچھے یہ دو [illegible] رسول اللہ کو ایسے سخت [illegible] سال بنت آپ کے حزن وملال کا سال کہا جاتا ہے۔ ابوطالب [illegible] چوندھویں بھی پیدا

آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ بی بی خدیجہ کے انتقال نے آپ کے دل کی دُنیا اُجاڑ اور خانگی سکون و اطمینان زیر وزبر کردیا۔
مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حکیم بن الاوقص کی بیٹی مشہور صحابی عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ نے جو آپ کا رنج وغم محسوس کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ نکاح کرلیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا "کس سے؟" خولہ نے کہا "آپ چاہیں تو کنواری سے کرلیجئے۔ اور چاہیں تو بیوہ سے" فرمایا "کنواری کون بیوہ کون؟" خولہ نے عرض کیا "کنواری تو آپ کے دوست ابوبکر کی بیٹی عائشہ ہے اور بیوہ زمعہ کی بیٹی سودہ ہے" رسول اللہ نے کچھ سوچ کر فرمایا "اچھا دونوں جگہ درخواست کرو" بی بی سودہ کے پیام کی تفصیل ہم ان کے حالات میں لکھ چکے ہیں۔ بی بی عائشہ کا پیام لے کر خولہ حضرت ابوبکر کے ہاں گئیں اور ان کی بیوی ام رومان پر اظہار مدعا کیا۔ انھوں نے تعجب سے کہا کہ "رسول اللہ تو ابوبکر کے بھائی ہیں۔ چچا بھتیجی کا نکاح کس طرح ہو سکتا ہے؟ مگر تم ذرا ٹھیرو ابوبکر باہر گئے ہوئے ہیں اور اب آتے ہی ہوں گے" اتنے میں حضرت ابوبکر بھی آگئے۔ اُن سے گفتگو دہرائی گئی تو اُنھوں نے کہا "مجھے پیام تو منظور ہے مگر رسول اللہ میرے بھائی اور عائشہ ان کی بھتیجی کیا نکاح ہو سکتا ہے" خولہ یہ سُن کر وہاں سے اُٹھ سرور کائنات کی خدمت میں دیتے رہوئیں۔ اور عرض کیا کہ یہ پیچیدگی ہے آپ نے فرمایا "خولہ! ابوبکر کے بیٹے حضرت بھائی نہیں دینی بھائی ہیں۔ اس لئے یہ رشتہ ہو سکتا ہے" خولہ حضرت ابوبکر کے ہاں آئیں اور مسئلہ واضح کردیا۔ حضرت ابوبکر۔

اس وقت رسول اللہ کو بلا کر آپ سے بی بی عائشہ کا نکاح ۱۲½ اوقیہ یا پانچ سو درہم پر شوال ۱۰ نبوی میں پڑھایا (ایک درہم ساڑھے چار آنے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا مہر کی رقم ہمارے حساب سے ایک سو چھتیس روپے چودہ آنے تھی)

بعض مورخین لکھ رہے ہیں کہ حضرت عائشہ کی منگنی جبیر بن مطعم سے ہوئی تھی اس لئے حضرت ابوبکر اور پیام منظور نہ کر سکتے تھے۔ جبیر مسلمان نہ ہوا تھا اور مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان زبردست خلیج حائل تھی اس لئے وہ خود یہ منگنی توڑنی چاہتا تھا۔ جب اس سے گفتگو کی گئی تو اس نے منگنی توڑ دی۔

۱۰ نبوی میں رسول اللہ سے بی بی عائشہ کا صرف نکاح ہوا تھا۔ اسلامی قانون کی تفصیل کے نزول سے قبل۔ وداع ہجرت مدینہ کے بعد ۱ ہجری میں ہوئی تھی۔ نکاح سے تقریباً پانچ سال بعد۔ نکاح بھی شوال کے مہینہ میں ہوا اور وداع بھی شوال میں۔ عرب میں کچھ یہ عقیدہ سا تھا کہ شوال میں شادی کرنا منحوس ہوتا ہے۔ بی بی عائشہ کی شادی سے یہ خیال عام جو جہالت پر مبنی تھا دور ہو گیا۔

اس نکاح سے عربوں کے خیالات میں دو باتوں کی اصلاح ہوئی۔
(۱) منہ بولا بھائی حقیقی بھائی نہیں ہے۔ اور اس کی لڑکی یعنی منہ بولی بیٹی حقیقی بیٹی نہیں اس لئے اس سے شادی کی جا سکتی ہے۔ (۲) شوال کا مہینہ منحوس نہیں ہے جیسا کہ عام خیال تھا

حضرت عائشہ اپنی والدہ ام رومان اور بڑی بہن اسماء

مکہ سے مدینہ آئیں۔ انھیں لانے کے لئے حضرت ابوبکر نے عبداللہ بن کو بھیجا تھا۔

بی بی عائشہ کی عمر

بی بی عائشہ کی عمر عام طور پر نکاح کے وقت ۶-۷ سال اور رو داع کے وقت ۹ یا بتی جاتی ہے۔ نکاح ۱۰ نبوی میں اور رو داع ۲ ہجری میں اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مگر یہ مدت نہ معلوم کیوں تین سال لکھی ہے۔ حالانکہ تقریباً ۵ سال کا وقفہ تھا۔ اگر نکاح کے وقت بی بی کی عمر ۷ سال تھی تو وداع کے وقت ۱۱-۱۲ سال تھی۔ جن مغربی مورخوں نے رسول اللہ کے اس نکاح کے بارے میں بی بی عائشہ کی عمر پر اعتراض کیا ہے وہ تعصب کی رو میں بہہ کر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ ممالک کے رہنے والے ہیں۔ جہاں سولہ سترہ سال کے سن میں لڑکی بلوغت کو پہنچتی ہے۔ مگر عرب جیسے گرم ممالک میں ۳-۴ سال قبل لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔ سرسید احمد خطبات احمدیہ میں لکھتے ہیں جان ڈیون پورٹ نے مانٹیگو کی نقل کی ہے کہ "گرم ممالک میں عورتیں آٹھ نو یا دس برس کی عمر میں نکاح کے لائق ہو جاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ اردو زبان میں کہاوت ہے "مرد ساٹھا اور پاٹھا اور عورت بیسی دیسی"۔ اب سے نصف صدی قبل تک ہندوؤں میں لڑکیوں کی کم عمر میں شادی کا عام رواج تھا۔ اور ۱۲-۱۳ سال کی لڑکیاں ماں بن جاتی تھیں۔

بیٹے حضرت

تھیں۔ عرب پاکستان اور ہند سے بھی زیادہ گرم ملک ہے۔ اس لئے جہاں تک صرف بلوغت کا تعلق ہے۔ ۱۱-۱۲ سال کی لڑکی سے نکاح قابل اعتراض نہیں[1]۔

مگر تحقیقین تاریخ کی ورق گردانی سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ گیارہ بارہ بھی نہیں۔ وداع کے وقت بی بی عائشہ صدیقہؓ پندرہ سال کی تھیں۔ "محمدی پرافٹ" میں جماعت احمدیہ کے مولانا محمد علی نے جو بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے ذکر میں اصابہ کا بیان ہے کہ بی بی فاطمہ، بی بی عائشہ سے ۵ سال بڑی تھیں۔ جب بی بی فاطمہ پیدا ہوئیں تو خانۂ کعبہ کی مرمت ہو رہی تھی یعنی نبوت سے ۵ سال قبل۔ لہذا بی بی عائشہ کی پیدائش کا زمانہ رسول اللہ صلعم کو نبوت عطا ہونے کا زمانہ ہے یا پہلی وحی سے چند ماہ قبل پیدا ہوئیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ سنہ۱۰ نبوی میں جب نکاح ہوا دس سال کی تھیں اور وداع تقریباً پانچ سال بعد ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی تو وداع کے وقت ۱۴-۱۵ برس کی تھیں۔

اصابہ کے بیان کی تصدیق خود حضرت عائشہ کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ کہ قرآن مجید کی چودھویں سورۃ القمر جب نازل ہوئی تو وہ کھیلتی تھیں اور ان کو چند آیتیں یاد تھیں" یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی تھی اور نبوت کے پانچویں سال سے قبل اگر اس سال وہ پیدا ہوئیں تو شیر خوار بچہ کو جسے بولنا بھی نہیں آتا یہ آیتیں کس طرح یاد رہ سکتی تھیں؟ ابن کثیر کی تحقیق ہے کہ حضرت عائشہ کی بڑی بہن حضرت اسماؓ جو حضرت عائشہ

---

[1] لسل راک۔ ارکنساس (امریکہ) ۲۵ راگست سنہ۱۹۵۶ء کی یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی۔ کہ مقامی میونسپل ہسپتال سے معلوم ہوا ہے کہ ایک ۹ سالہ نیگرو لڑکی اکتوبر میں ماں بننے والی ہے۔ اس شہر میں کل ایک گیارہ سالہ نیگرو لڑکی کے ہاں اپریشن کے بعد چھ پونڈ وزنی بچی پیدا ہوئی۔

سے دس سال بڑی تھیں ۳۳ھ میں ان کی وفات ہوئی تو عمر سو سال سے
تھی۔ اس حساب سے ۱ھ میں جب حضرت عائشہ کی وداع ہوئی حضرت
۲۷ سال کی تھیں اور حضرت عائشہ ۱۰ سال کی۔

میاں بیوی کی محبت

(۱) کسی شخص نے جو کھانے پکانے کا ما
ایک دفعہ سرور کائنات کی دعوت کی
دریافت کیا۔ دعوت میری ہے یا عائشہ کی بھی؟ اس نے کہا: آپ کی آپ
ہو گئے۔ دوسری دفعہ پھر اس نے کہا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ تیسری د
اس نے کہا "آپ کی اور اُم المومنین کی" آپ نے دعوت منظور فرمائی۔

(۲) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن چند
لڑکے مسجد کے صحن میں بی بی عائشہ کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کا
کر رہے تھے۔ آپ نے بی بی عائشہ پوچھا "تم بھی دیکھنا چاہتی ہو" انھ
نے کہا "ہاں" فرمایا "اچھا میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جاؤ" بی بی عا
کا بیان ہے "میں آپ کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور
تک دیکھتی رہی آپ اسی طرح میری خاطر کھڑے رہے ذرا نہ کسمائے۔

(۳) بخاری ہی میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ عید کے دن حضرت
کے گھر میں دو انصار لڑکیاں جنگ بعاث کے تاریخی اشعار گا رہی تھیں
رسول اکرم بھی تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر آگئے انھوں نے بی بی
کو ڈانٹا تو رسول اکرم نے فرمایا۔ ابوبکر انھیں گانے دو۔ ہر قوم کے لئے عید
اور یہ ہماری عید ہے۔

(۴) ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا "عائشہ جب تم مجھ سے خوش نہیں
ں میں سمجھ جاتا ہوں۔ اور جب خوش ہوتی ہو اس وقت بھی"۔ ام المومنین
ریافت کیا "کس طرح؟" آپ نے فرمایا "جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی
م ہے محمد کے خدا کی۔ اور ناخوشی میں کہتی ہو قسم ہے ابراہیم کے خدا کی"۔
عائشہ نے کہا "جی ہاں" غصہ میں آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں مگر
ے دل سے تو آپ کبھی الگ نہیں ہوتے"۔

(۵) ایک دن گیارہ عورتیں جمع تھیں بی بی عائشہ بھی پہنچ گئیں۔ اُن
وں نے اپنے اپنے شوہروں کا ذکر کیا۔ آخری یعنی گیارہویں عورت نے
شوہر ابوذرع کا حال بیان کیا کہ وہ اُسے کس قدر چاہتا تھا۔ اس پر
قدر روپیہ صرف کرتا تھا۔ اُس کے آرام و آسائش کا کس قدر خیال
تا تھا ایک دن جو وہ گھر سے باہر نکلا تو اسے ایک عورت ملی جس کے ساتھ
ھوٹے بچے تھے۔ ابوذرع نے پہلی عورت کو طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا۔
یعنی گیارہویں عورت نے بھی ایک دولت مند سے نکاح کر لیا مگر اس دوسر
ہر کا پہلے شوہر سے کیا مقابلہ۔ بی بی عائشہ نے سب عورتوں کی باتیں
رسول اکرم صلعم کو سنائیں تو آپ نے فرمایا۔ میرا سلوک بھی تمہارے
تھ ایسا ہی ہوگا جیسا ابوذرع کا تھا مگر طلاق نہ دوں گا۔

(۶) بی بی عائشہ نے کسی موقع پر مانگے کا گلوبند پہنا تھا۔ اتفاق سے
ہ کھو گیا۔ رسول اللہ کو معلوم ہوا تو اس وقت کچھ آدمی گلوبند کی تلاش میں
یجے۔ یہ لوگ ڈھونڈ رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ وضو کے لئے پانی نہ تھا۔

بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی۔ تیمم کی آیت اس کے بعد ہی نازل ہوئی تو سیدؓ حضیر نے کہا "عائشہ اللہ تجھے جزائے خیر دے"۔

(۷) یہ روایت بھی معتبر کہی جاتی ہے کہ رسول اللہ سے جب پوچھا گیا کہ عورتوں میں آپ کو کون سب سے زیادہ عزیز ہے تو آپ نے فرمایا "عائشہ" اور جب یہ پوچھا گیا "مردوں میں" تو جواب دیا "عائشہ کا باپ"۔

(۸) بی بی عائشہ خود فرماتی ہیں کہ "ایک موقع پر رسول اللہ اپنے سے اپنی قمیص میں پیوند لگا رہے تھے۔ میں سامنے بیٹھی چرخہ کات رہی تھی آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ میں آپ کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی کہ مجھ پر آپ کی نظر پڑ گئی فرمایا "کیا بات ہے"۔ میں نے عرض کیا "چہرۂ اقدس دیکھ رہی ہوں"۔ آپ نے مجھے دعا دی اور فرمایا "تم مجھے دیکھ کر جس قدر خوش ہوئی ہو اس سے زیادہ میں تمہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہوں"۔

(۹) بخاری اور مسلم سے روایت ہے کہ رحلت سے قبل جب سرورِ عالم بیمار پڑے تو آپ نے سب بیویوں کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا اگر تم سب اجازت دو تو میں بیماری کے یہ دن عائشہ کے گھر میں گذار دوں کہ وہاں میری تیمارداری اچھی طرح ہو جائے گی۔ ازواج مطہرات نے عرض کیا "جہاں آپ کو آرام ملے تشریف رکھیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

چنانچہ سرور کائنات کی پاک زندگی کے یہ آخری دن بی بی عائشہ ہی کے گھر میں گذرے۔

بی بی عائشہ نہایت فخر سے اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے

بے شمار احسانات ہیں۔ اور اُن میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ
نے مرض الموت میں سب بیویوں سے اجازت لے کر میرے گھر میں
باری کے دن میری ہی گود میں انتقال کیا اور میرے ہی حجرے
ون ہوئے۔

(۱۰) ایک دن کسی بات پر بی بی عائشہ آپ سے ناخوش ہو گئیں۔
فرمایا "اچھا تو کسی سے اس کا فیصلہ کرا لو۔ کہو تو عمر کو بلاؤں"۔ اُنھوں
نہیں ہیں انھیں حکم نہیں مانتی۔ آپ نے دریافت کیا "تو اچھا پھر
بھیجوں"۔ اُم المومنین نے کہا "جی ہاں"۔ حضرت ابوبکر آگئے تو آغاز
کے وقت بی بی عائشہ نے رسول اللہ سے فرمایا "دیکھئے ٹھیک ٹھیک
م المومنین کی زبان سے یہ لفظ نکلتے ہی حضرت ابوبکر کو غصہ آگیا اور
نے بیٹی کے ایک تھپڑ مارا اور کہا "اللہ کے سچے رسول کی شان میں
!!" رسول اکرم کو اپنے سب سے عزیز دوست کا اپنی بیٹی کو تھپڑ مارنا
زرا اور آپ نے فرمایا "ابوبکر تمھیں میں نے فیصلہ کے لئے بلایا
رنے کے لئے نہیں"۔

نین کو جواب

یہ واقعات ثابت کر رہے ہیں کہ سرور کائنات
کو اُم المومنین سے کس قدر محبت تھی۔

واقعات کی بنا پر نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلم مورخین بھی لکھ رہے ہیں کہ
عائشہ رسول اللہ کی "چہیتی" یا "لاڈلی" تھیں۔ مگر آپ کی محبت
عائشہ صدیقہ کے لئے مخصوص نہ تھی۔ سب بیویوں کے ساتھ مساوات

کا سلوک تھا۔ جس میں آخر وقت تک فرق نہ آیا۔ حضرت سودہ
زیادہ عمر کی تھیں اُن کے ساتھ اُن کی عمر کے موافق اور حضرت عا
کم عمر تھیں۔ اُن کے ساتھ اُن کی عمر کے مطابق پیش آتے
دفعہ حضرت عائشہ آپ کے لئے حریرہ پکاکر لائیں۔ اُم المومنین حض
آپ کے برابر تشریف رکھتی تھیں۔ اُن سے بی بی عائشہ نے کہا "آپ
کھائیے" اُنھوں نے کسی وجہ سے انکار کردیا۔ تو بی بی عائشہ نے فر
تم نہ کھاؤگی میں تمھارے منہ پر مل دوں گی"۔ چنانچہ انھوں نے حر
سودہ کے منہ پر مل دیا۔ سرورِ عالم نے فرمایا "سودہ تم کیوں چھوڑ
بھی عائشہ کے منہ پر مل دو"۔ بی بی عائشہ نے بھاگنا چاہا تو رسول
پکڑ لیا اور بی بی سودہ نے اُن کے منہ پر حریرہ مل دیا۔

بی بی عائشہ بہت سمجھ دار، ذہین اور زیرک تھیں۔ اور آپ
خلاف کبھی کوئی بات نہ کہتی تھیں۔ سوکنوں کے تعلقات میں البتہ
کبھی کبھی نمایاں ہوئی۔ جو نسوانی فطرت اور انسانی سرشت کے خلا
رسول اکرم صلعم بی بی خدیجۃ الکبریٰ کو اکثر یاد اور کبھی کبھی اُن کا
فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بی بی عائشہ نے کہہ بھی دیا کہ "وہ تھیں
بیوہ بڑھیا۔ خدا نے ان سے بہتر بیوی آپ کو دی" یا اُم المومنین کا

"میں سب بیویوں سے ممتاز ہوں"۔
"میں اور رسول اللہ دونوں ایک برتن میں کھانا کھاتے تھے"
"آپ نماز پڑھتے تھے تو میں سامنے بیٹھی یا لیٹی رہتی"۔

"آپ کی روح نے پرواز کی تو سر مبارک میری آغوش میں تھا"
اِن میں سے کوئی بات بھی قابل اعتراض یا فطرت نسوانی کے خلاف
یں ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی سے کسی نہ کسی لحاظ سے بہتر ہوتا ہے
ل اللہ صلعم کی ازواج مطہرات میں بھی ایک بیوی دوسری بیوی سے کسی
ی اعتبار سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ اپنے تئیں دوسری
اج مطہرات سے افضل سمجھتی تھیں تو تعجب کی کون سی بات ہے۔ بی بی
شہ کی زبان سے رسول اللہ کے جو تعلقات بیان کئے گئے ہیں ان پر مغربی
رخین کے اعتراضات کچھ وزن نہیں رکھتے۔ ایک برتن میں کھانا اور اپنے
تھ سے نوالے بنا کر کھلانا جہاں محبت کا باعث ہوتا ہے وہاں اس سے یہ بھی
اہر ہو رہا ہے کہ اللہ کے جس سچے نبی نے کئی کئی وقت کے مسلسل فاقے کئے
ر بھوک دبانے کے لئے پیٹ سے پتھر باندھے ہیں اور گھر میں ایک کے سوا دوسرا
رتن نہ ہوا۔ رسول اللہ اُس وقت بھی جب کوئی سامنے بیٹھا ہوتا نماز ادا
رماتے تھے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی سامنے موجود ہو جب بھی
ماز ہو جاتی ہے اور پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلوت تک میں
دو عالم یاد الٰہی سے غافل نہ رہتے تھے۔ علاوہ اس کے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے
کہ رہائش جس حجرے میں تھی وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ رسول اللہ صلعم عبادت
کے وقت حضرت عائشہ کو کسی دوسری جگہ نہ بٹھا سکتے تھے۔

بعض مغربی مورخین نے بی بی عائشہ کی طرف رسول اکرم صلعم کے
زیادہ متوجہ رہنے کی وجہ اُن کا حُسن اور کم عمری بتائی ہے۔ "زیادہ متوجہ رہنا"

تاریخی اعتبار سے ہی نہیں عقلی دلائل سے بھی غلط ہے۔ رسول اکرم کے بعد خلفائے رسول نے رسول کی کسی بیوی میں کوئی امتیاز نہ رکھا۔ خلیفہ اول کا برتاؤ رسول کی بیوی کی حیثیت سے حضرت عائشہ کے ساتھ وہی تھا جو دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ۔ اسی طرح خلیفہ دوم کا برتاؤ حضرت حفصہ حضرت عائشہ اور رسول اللہ کی باقی بیبیوں کے ساتھ مساوی تھا۔ اگر سرورکائنات اور بیویوں کے مقابلہ میں حضرت عائشہ پر زیادہ متوجہ رہتے تھے تو حضرات ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی جیسے عاشقان رسول سے کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ وہ اس کا خیال نہ رکھتے اور بی بی عائشہ کو دوسری ازواج مطہرات پر ترجیح نہ دیتے۔ باعتبار صورت بی بی حفصہ اور بی بی زینب دونوں حضرت عائشہ سے کم نہ تھیں۔ کم عمری کا جہاں تک تعلق ہے بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ میں زیادہ نہیں ۴۔۵ سال کی چھٹائی بڑائی تھی۔ اور بی بی صفیہ حضرت عائشہ سے چھوٹی ہی تھیں۔ ایک بی بی کو کسی لحاظ سے فضیلت تھی تو دوسری کو کسی اور اعتبار سے۔ دیکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ رسول اکرم نے ازواج مطہرات میں مساوات تادم حیات قائم رکھی۔

واقعۂ افک ۵ سنہ ہجری

سرورکائنات صلعم جب مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے تو ازواج مطہرات میں قرعہ ڈالتے تھے اور جن کا نام نکلتا تھا اُن بیوی کو ساتھ لے جاتے تھے۔ ہجرت کے پانچویں برس (دسمبر سنہ ۶۲۶ء) جنگ بنی مصطلق کے موقع پر جب تشریف لے گئے تو قرعہ بی بی عائشہ کے نام نکلا تھا اور دہ

تھیں۔ مریسیع سے واپسی پر جبکہ مدینہ ایک منزل رہ گیا تھا قافلہ
پڑاؤ پر چھٹ پٹے کے وقت ٹھیرا۔ بی بی عائشہ اپنی ضرورت سے جنگل
طرف گئیں۔ مگر لوٹتیوں کو دیکھتی ہیں تو یمنی موتیوں کا ہار جو وہ اپنی بہن
ار سے مانگ لائی تھیں اور جس کی قیمت بارہ درم تھی۔ موجود نہ تھا کہ
ڑی میں اُلجھ کر ٹوٹ گیا تھا اور موتی بکھر گئے تھے۔ پھر واپس ہوئیں۔
وہ اس کی تلاش میں رہیں اُدھر قافلہ کوچ کر گیا۔ پردہ کا حکم ہو چکا
اور اب کوئی غیر محرم کسی عورت کے سامنے نہ آسکتا تھا۔ بی بی عائشہ
ندف میں بیٹھ جاتی تھیں اور چاروں طرف کپڑا باندھ کر اُسے اونٹ
رکھ دیا جاتا تھا۔ اُم المومنین دُبلی پتلی ہلکی پھلکی تھیں۔ ساربان ابو
یب حمال سمجھا کہ شغدف میں ہیں۔ شغدف اٹھا کر اونٹ پر کس دیا
ر قافلہ مدینہ روانہ ہو گیا۔ اُم المومنین آئیں تو دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے۔
خیال کر کے کہ میرا شغدف خالی دیکھ کر کوئی نہ کوئی تلاش میں آئے گا۔
ہاں بیٹھ گئیں اور ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں میں سو گئیں۔ قافلہ کی گری پڑی
چیزیں دیکھنے کے لئے سب سے پیچھے کچھ فاصلہ پر ایک آدمی ہوتا تھا۔ اس
موقع پر یہ خدمت صفوان بن معطل کے سپرد تھی۔ اُس نے دور سے دیکھا
آواز دی۔ مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پردہ کی آیتیں نازل ہونے سے
قبل وہ ام المومنین کو دیکھ چکا تھا۔ پہچان کر اُس نے کہا انا للہ وانا الیہ
راجعون۔ وہ اونٹ سے اُترا اور اُم المومنین کو اونٹ پر بٹھا مہار ہاتھ میں لئے روانہ ہو گیا۔
اگلی منزل بحرا لحرہ تھی وہاں قافلہ رُک گیا اور بی بی عائشہ کے

خالی شغدف کا چرچا ہو رہا تھا کہ وہ بھی دوسرے اونٹ پر سوار اگلی منزل پہنچ کر قافلہ سے مل گئیں۔ اور صفوان نے جو واقعہ تھا وہ بیان کر دیا۔ منافقین نے جن میں عبد اللہ بن ابی اور مسطح بن اثاثہ (بیٹا حضرت ابوبکر کی خالہ کا) بہت پیش پیش تھے۔ چہ میگوئیاں شروع کر دیں اور مدینہ پہنچ ام المومنین پر بہتان لگایا۔

بی بی عائشہ کا مزاج ناساز تھا۔ رسول اللہ کی اجازت سے وہ تشریف لے گئیں۔ ایک دن شام کو وہ حضرت ابوبکر کی خالہ زاد بہن مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لئے شہر سے باہر گئی تھیں۔ لوٹتیوں کو کی ماں کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا اور وہ گر پڑیں بے ساختہ اُس کے سے نکل گیا "مسطح ہلاک ہو"۔ بی بی عائشہ بولیں "کیوں کوستی ہو ایسے شخص کو بدر کی لڑائی میں رسول اللہ کے ساتھ رہا"۔ مسطح کی ماں نے کہا "بیٹی تجھ کیا معلوم اُس کمبخت نے تم پر کیا تہمت اٹھائی ہے"۔ بی بی عائشہ پر چونک پڑیں اور کہا "کیسی تہمت" مسطح کی ماں نے کہا "خدا غارت کرے ان منافقوں کو جو تم جیسی پاک اور نیک بی بی کے متعلق ایسی بے ہودہ باتیں کر رہے ہیں"۔

بی بی عائشہ رنج و غم کی حالت میں گھر آئیں اور اپنی والدہ ام رومان سے مسطح کی ماں کی گفتگو دہرائی۔ انھوں نے کہا "بیٹی رنج نہ کرو جو عورت شوہر کو عزیز ہوتی ہے۔ اُس سے لوگ جلتے اور ایسی ہی واہیات باتیں کرتے ہی ہیں"۔ بی بی عائشہ کو اس قدر صدمہ تھا کہ ساری رات انھوں نے رو

اردی۔ صبح اُن کے والد حضرت ابوبکر نے بیٹی کو روتے دیکھا تو اپنی بیوی
رومان سے اس کا سبب پوچھا۔ اُنھوں نے کہا منافقین یہ باتیں
ہے ہیں۔ اور عائشہ کو کل ہی اس کی خبر ہوئی ہے۔ اس کا یہ رنج ہے۔"
ت ابوبکر یہ سُن کر بیٹی کے پاس آئے اور کہا "تم اپنی جان کیوں ہلکان
ہو اگر تم واقعی بے گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی بیوی پر اتنا بڑا اتہام
نے کی ضرور کوئی صورت نکالے گا۔" شُدہ شُدہ منافقین کی چہ میگوئیاں
ل اللہ کے کانوں میں پہنچیں تو آپ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ لیا۔
حضرت عمر نے کہا "اے اللہ کے سچے رسول یہ گل منافقوں نے کھلایا ہے
لمومنین اس الزام سے پاک ہیں۔"
حضرت عثمان غنی کی رائے رسول اللہ نے معلوم کی تو اُنھوں نے
ایا "عائشہ سچی اور منافق جھوٹے۔"
ام ایمن کے بیٹے اسامہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا "عائشہ اللہ کے
ل کی بیوی ہیں۔ ہم نے اُن میں نیکی اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا
اُن میں کوئی بُرائی ہوتی تو اللہ اُن کو آپ کی خدمت کا شرف نہ دیتا۔"
اس کے بعد علی مرتضیٰ کی رائے دریافت فرمائی۔ تو اُنھوں نے کہا
یری رائے میں بھی عائشہ پاک ہیں اور منافق جھوٹے۔"
مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی کا جواب یہ تھا "اے اللہ
ے رسول عورتوں کے بارے میں آپ پر کچھ تنگی نہیں۔ لیکن پہلے آپ تحقیق
یجئے۔ جو بات مشہور کی جا رہی ہے۔ صحیح ہے تو بریرہ کو ضرور معلوم ہوگا۔"

آپ نے لونڈی بریرہ کو بلایا۔ اور اس سے پوچھا کہ "تو نے عائشہ میں کبھی قابلِ اعتراض بات دیکھی ہے"؟ اُس نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول تو آج تک کوئی خرابی عائشہ میں دیکھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ آٹا گوندھتے اُسے نیند آجاتی ہے۔ اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے"۔

اس کے بعد سرورِ کائنات صلعم نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر خطبہ پڑھا اور فرمایا۔

"تم میں کوئی شخص ہے جو میری حمایت میں اُس آدمی کے خلاف ہو جس نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے؟ میں اپنی بیوی میں نیکی اور پاتا ہوں۔ اور جس شخص کی بابت کہا جاتا ہے یعنی صفوان بن معطل بھلا آدمی ہے"۔

یہ سُن کر انصار کے سردار سعد بن معاذ اُٹھے اور عرض کیا "یا ر میں آپ کی حمایت کروں گا۔ اگر وہ شخص میرے قبیلہ اوس میں سے میں خود اُس کو قتل کر دوں گا"۔ عبداللہ بن ابیّ جس نے اُم المومنین پر لگائی تھی۔ قبیلہ خزرج میں سے تھا۔ اُس قبیلہ کے سردار سعد بن عبا جو ایک نیک آدمی تھے اپنے قبیلہ کی بدنامی کے خیال سے اُٹھ کر کہا

"سعد بن معاذ قسم ہے خدا کی تم ہمارے کسی آدمی پر ہاتھ نہ سکتے"۔ سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی اُسید بن حضیر نے اپنے بھائی کی حم اور سعد بن عبادہ سے کہا "تم منافق ہو جو ایسی باتیں کرتے ہو۔ ہم ایسے کو ضرور قتل کریں گے"۔ بات بڑھتے بڑھتے میان سے تلواریں نکل آئیں او

سمجھا بجھا کر فریقین کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور سیدھے حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لائے
بی بی عائشہ بیمار تو پہلے ہی تھیں اس صدمہ نے اُن کی جان پر بنا رکھی تھی۔
ل اللہ صلعم بی بی عائشہ کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کے بعد فرمایا ۔
شہ میں نے یہ باتیں سُنی ہیں ۔ اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ اس کی اطلاع دے گا
اگر تم سے گناہ ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو" بی بی عائشہ
رہ دن سے رنجیدہ تھیں ۔ آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو بی بی عائشہ دھک
رہ گئیں اور روتے روتے اُن کا برا حال ہو گیا ۔ انھوں نے اپنے والد
رت ابوبکر سے کہا" آپ رسول اللہ کی بات کا جواب دیجئے" انھوں نے کہا ۔
یں کیا جواب دے سکتا ہوں" پھر اپنی والدہ ام رومان سے کہا" آپ جواب
یں" وہ بھی خاموش رہیں تو پھر بی بی عائشہ نے کہا" لوگوں نے جو افواہ اُڑا
ی ہے ۔ اگر میں یہ کہوں کہ بالکل غلط ہے اور میرا دامن اس گناہ سے پاک ہے
لوگ یقین نہ کریں گے اور اگر میں کہوں کہ ہاں سچ ہے حالانکہ خدا گواہ ہے کہ
یں بے قصور اور بے گناہ ہوں تو لوگ یقین کر لیں گے ۔ ایسی صورت میں وہی
سکتی ہوں جو ابو یوسف (حضرت یعقوب) نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا ۔
فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۔

یہ کہہ کر بی بی عائشہ لیٹ گئیں اور رسول اکرم پر آثار وحی شروع ہوئے
جنوری کا مہینہ تھا اور چہرہ اقدس پر پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے ۔ بی بی
عائشہ نے اسی وقت آپ کو چادر اُڑھا دی اور سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ رکھ دیا
نزول وحی کے بعد آپ نے وہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو بی بی عائشہ کی عصمت

پر اس وقت تک گواہ رہیں گی جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ جن آیتوں میں
نے اپنے رسول کی بیوی کو تمام الزامات سے پاک کیا۔ وہ سورۂ نور (چو
سورۃ) کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں ہیں۔ گیارہویں آیت کا ترجمہ
"جو لوگ طوفان لائے ہیں (عائشہ کی نسبت) تمھاری ہی جماعت
سے ہیں۔ اپنے واسطے اس کو برا نہ سمجھو۔ (برخلاف اس کے باعتبار نتیجہ
بہتر واسطے تمھارے ان میں سے ہر آدمی کا اپنا حصہ ہے جو گناہ سے کمایا
جس شخص نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے واسطے سخت سز
بارہویں آیت: "تم لوگوں نے جب یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں
مسلمان عورتوں نے اپنے آپس داروں کے ساتھ نیک گمان کیوں نہ کیا
یہ کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے"۔

آیت تیرہویں: "یہ لوگ (منافقین) اپنے (اس) قول (بہتان
چار گواہ کیوں نہیں لائے۔ جب یہ (حسب قاعدہ) گواہ نہیں لاسکے تو اللہ کے
نزدیک یہ لوگ (اپنے قول میں) جھوٹے ہیں"

بی بی عائشہ نے اپنی براۃ اور صفائی میں یہ آیتیں اللہ کے سچے
سے سنیں تو ان کی خوشی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ ان کی والدہ نے انتہائے مسرت
کے عالم میں بیٹی سے کہا "رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو"، ام المومنین نے
"اماں میں اللہ کے رسول کا شکریہ کیوں ادا کروں اپنے اللہ کا شکریہ کیوں
نہ کروں جس نے میری بے گناہی کی گواہی دی"۔

اب رسول اللہ باہر تشریف لائے اور انصار و مہاجرین کے سامنے

[کی] آیتیں پڑھیں اور بدنام کرنے والوں کو حدِقذفات یعنی اسّی اسّی درے مارے گئے۔
اس افترا پردازی میں ایک عورت حمنہ اور تین مردوں۔ عبداللہ ۔ [حس]ان اور مسطح کے نام ہیں۔
حمنہ اُم المومنین حضرت زینب کی بہن، رسول اللہ کی پھوپی امیمہ بنت [عب]دالمطلب کی بیٹی، اور آپ کی سالی تھیں۔ تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ وہ [ی]ہ بی بی تھیں جنگ اُحد میں انھوں نے شرکت کی۔ مجاہدین کے لئے مشکیں [ب]ھر ڈھو کر لاتی اور اُن کے زخموں پر مرہم پٹی کرتی تھیں۔ مگر اس معاملہ میں منافقوں کے ساتھ اپنی بہن اُم المومنین زینب کے خیال سے ہوگئیں [کہ] حضرت عائشہ اُن کی بہن کی سوکن تھیں اور اُن کی قدرتی خواہش تھی کہ رسول اللہ [م]یری بہن کی طرف زیادہ متوجہ ہوں۔ رسول اللہ نے بی بی زینب سے بھی مشورہ لیا تھا اور جب اُن سے بی بی عائشہ کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ "خدا کی قسم مجھے تو جو کچھ معلوم ہے بہتر ہی ہے!" محض بہن کی پاسداری سے حمنہ ادھر ہو گئی تھیں۔
عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار تھا۔ بظاہر مسلمان مگر دل میں مسلمانوں کا شدید مخالف اور اس کوشش میں منہمک کہ رئیس مدینہ ہو جاؤں۔ وہ اس فکر میں رہتا تھا کہ اسلام کو کوئی نہ کوئی نقصان پہنچ جائے۔
حسان شاعر زبردست اور عبداللہ کے عزیز ترین دوست۔ عبداللہ ان کے ایک ایک شعر پر زمین آسمان کے قلابے ملاتا تھا اور حسان اس کی ہر بات کو آمنا و صدقنا سمجھتے تھے۔ جب حقیقت حال سے سب باخبر ہو گئے تو

اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ کوڑوں کی سزا ملنے کے بعد بھی اظہار ندامت مسطح ابن اثاثہ نے بھی قرابت داری کی وجہ سے حمنہ کی طرح ام المومنین کی خاطر حضرت عائشہ کے خلاف اپنے دوست عبداللہ کی ہاں میں ہاں

یورپین مورخین کی افترا پردازی (دیکھئے صفحہ ۲۱۸ و ۲۱۹)

واقعۂ افک کے سلسلہ میں بعض مصنفین یورپ کا اعتراض یہ بھی ہار ڈھونڈنے کے لئے بی بی عائشہ کا جانا ضروری نہ تھا۔ وہ کسی کو بھیج سکتی تھیں۔ اعتراض نفسیات کے خلاف ہے اور فطرت نسوانی کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔ ہار ام المومنین کا بھی نہ تھا۔ مانگے کا تھا اور ان کی بہن حضرت اسماء کی ملکیت تھا۔

بی بی عائشہ کی براءۃ میں کلام پاک کی آیتوں کے نزول پر بعض مورخین کا دل نہیں ٹھکتا۔ کاش وہ اس پر بھی غور فرما لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے آخری نبی کی بیوی ہی کی عفت و عصمت کی گواہی نہیں دی اس سے پہلے ایک اور نیک پاک دامن عورت حضرت عیسیٰ پیغمبر کی ماں بی بی مریم کی پاک دامنی کی بھی تصدیق کی ہے۔ جن کو یہودیوں نے بہت بدنام کر رکھا تھا۔

رسول اللہ کی رحلت
سنہ ۱۱ھ مطابق سنہ ۶۳۲ع

حجۃ الوداع کے تقریباً دو ماہ بعد ۲۹ سنہ ۱۱ھ بدھ کے دن سرور کائنات کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ یہ حضرت بی بی میمونہ کے ہاں کا دن تھا۔ دوسرے روز سے پانچ دن تک باری باری ازواج مطہرات کے ہاں اُن کی باری کے دنوں میں علالت کی حالت میں

یورپین مورخین کی افترا پردازی

واقدی۔ ابن سعد اور طبری کی غلط روایتوں کو بنیاد قرار دے کر

بعض مغربی مورخین نے پر کا کوا اور رائی کا پہاڑ ہی نہیں بنایا بلکہ خود ایسی ایسی باتیں تصنیف کی ہیں جن کا سر ہے نہ پیر۔ واقعہ افک کے سلسلہ میں جرمن مورخ ڈاکٹر اسپرینگر نے سوانح اور تعلیم محمد

Das leben und die Lehre des Muham[illegible]

جلد سوم (مطبوعہ برلن ۱۸۶۱ء) میں افترا پردازی کی حد کردی ہے۔

(نقل کفر کفر نباشد)

"حضرت عائشہ کی بیماری اسپرینگر کے نزدیک جھوٹ تھی۔ اور علی کے مشورے سے رسول ان کو ٹھکرا چکے تھے"

(صفحہ ۶۶)

"معاذ کے واقعہ پر رسول نے موت کی سزا دی تھی مگر اب عائشہ اور ان کے والدین کے خیال سے یہ سزا سو سو کوڑوں میں تبدیل کر دی"

(صفحہ ۶۶-۶۷)

"رسول نے سعد بن معاذ کو تیار کیا کہ عبداللہ بن ابی کو جو عائشہ کی بدعتی کے بعد افواہیں پھیلا رہا تھا ختم کر دیا جائے مگر ایسا نہ ہو سکا"

(صفحہ ۶۷-۶۸)

"انہوں نے دوست اور مشیر کی بیٹی کو بچانے کے لئے سورہ ۲۴ آیت ۶ کے ذریعہ چار گواہوں کے بغیر تہمت ناقابل سماعت قرار دے لی"

(صفحہ ۷۱)

"پھر ہمیشہ کے لئے معاملہ دبانے کے لئے سورۂ ۲۴ کی آیات نازل آ ئے"۔ (صفحہ ۷۱)

اس کے بعد ہر چند کہ نقل کفر، کفر نباشد، اسپرینگر نے اپنی ج[illegible] کا اظہار کیا ہے اسے نقل کرتے ہوئے ہمارا ہاتھ لرز رہا ہے۔

معاذ اللہ "عائشہ قصور وار تھیں۔ یہ طے ہے۔ پندرہ سال[illegible] تہذیب یافتہ مشرقی عورت کو جو پچھلے چھ سال بوڑھے کا کھلونا [illegible] ایک نوجوان ملا۔ . . . اور نوجوان کو ایک خوب صورت عورت" (صفحہ ۷۲)

یہ ہے متعصب مغربی مورخین کی تاریخ دانی، حساب دانی [illegible] واقعہ نگاری کا انداز بیان کہ متانت اور شرافت کا دامن ہی [illegible] چھوڑ دیا اور بغیر تاریخی ثبوت کے تعصب کے نشہ میں چور ہو کر [illegible] کے گھوڑے سرپٹ دوڑا دئے۔ ڈاکٹر سپرینگر کی اس خرافات تہمت [illegible] اور غلط بیانی ہی سے اور یورپ کیتانی ولیم میور وغیرہ کے حوصلے [illegible] اور انھوں نے پیغمبر اسلام صلعم کی ذات اقدس اور ام المومنین [illegible] دامنی پر رکیک حملے کئے۔ جو علم نفس علم اخلاق منطق اور خدا[illegible] سراسر غلط ہیں۔

لے بی بی عائشہ صدیقہ کی وداع ۲ ہجری میں ہوئی تھی اور واقعہ افک [illegible] کا ہے اسپرینگر نے وداع کے وقت بی بی عائشہ کی عمر ۹ سال لکھی ہے تو اس [illegible] ۵ ہجری میں وہ ۱۲ سال کی تھیں ۹+۱۲ کل حساب سے ۱۵ ہوگئے!!

بھی رہے۔ چھٹے دن جب سب ازواج جمع تھیں فرمایا کل میں کس کے حجرہ میں رہوں گا۔ دوسرا دن بی بی عائشہ کی باری کا دن تھا۔ بیویوں نے عرض کیا آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ اس کے بعد آپ نے بی بی عائشہ کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ کمزوری کی یہ حالت تھی کہ دو شخص بازو پکڑ کر حضرت عائشہ کے گھر میں لائے۔ تیمارداروں میں بیویوں کی باری مقرر تھی۔ ہر ایک اپنی باری پر تیمارداری کرتی تھیں۔ آپ کی وفات کے دن حضرت عائشہ کی باری تھی۔ دوران علالت میں ایک بار جبکہ رات آدھی کے قریب گذر چکی تھی۔ آپ قبرستان تشریف لے گئے۔ آپ کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے خفتگانِ خاک کے لئے دعا فرمائی۔

علالت دردِ سر اور بخار سے شروع ہوئی تھی۔ کمزوری دن بدن بڑھتے چلی جارہی تھی۔ جب تک جسم میں طاقت رہی نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ آخری نماز مغرب کی پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا "مسلمانوں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی تو میں جواب دینے کے لئے اِس وقت موجود ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہے سب تمہارا ہے"۔

پھر آپ نے اُن کے لئے جو موجود تھے اور اُن مسلمانوں کے لئے جو موجود نہ تھے اور اُن کے لئے جنھوں نے اسلام کی خاطر جانیں دی تھیں دعا فرمائی۔ نماز مغرب کے لئے آپ تشریف لائے تھے تو نقاہت کا حال یہ تھا کہ قدم اٹھاتے کہیں تھے اور پڑتے کہیں۔ حضرت علی اور فضل بن عباس بازو پکڑ کر لائے اور پھر لے گئے تھے۔ عشاء کی نماز کے لئے آپ نے اٹھنا چاہا

توضعف نے نہ اُٹھنے دیا۔ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا "نمازی مسجد
میرے منتظر ہیں۔ مجھ سے اٹھا بھی نہیں جاتا اپنے باپ سے کہو میری جگہ
کریں"۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جواب میں عرض کیا "میرے باپ بہ
نرم دل انسان ہیں۔ ان سے ضبط نہ ہوگا اور آپ کی جگہ خالی دیکھ کر ا
دل بھر آئے گا۔ ارشاد ہو تو عمر نماز پڑھا دیں"۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
"ابوبکر سے کہو"۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے تین دن نماز پڑھائی۔

مسلمانوں کے ایک فریق کی رائے ہے کہ بی بی عائشہ کا جواب دل
نہ تھا۔ اس جواب سے اُن کو اپنے باپ کی محبت جھلکانی اور رسول اللہ
ارشاد کو اور مضبوط کرنا تھا۔ مسلمانوں میں آپس کا اختلاف سرور کائنات
علالت کے زمانہ ہی سے شروع ہوا۔

حضرت ابوبکر کی امامت سے بہت زیادہ اہمیت واقعہ قرطاس کی
اور وہ یہ ہے کہ جب رسول اکرم (صلعم) کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو
فرمایا "کاغذ اور قلم لاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تاکہ تم میں کوئی جھگڑا نہ ہو"۔
یہ صراحت نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ حضرت عمر نے اس موقع پر
اللہ کے رسول کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ان کو اور تکلیف ہوگی۔ ہماری
کے لئے کلام اللہ کافی ہے۔

مسلمانوں کا جو فریق یہ کہتا ہے کہ امامت کے لئے بی بی عائشہ کا جو
دل سے نہ تھا اور انھوں نے اپنے باپ کی محبت جھلکانے کو کہا تھا کہ وہ بہت
دل ہیں وہ کہتا ہے کہ سرور دو عالم حضرت علی کے حق میں وصیت فرماتے

سرور کائنات اٹھارہ دن بیمار رہے۔ آخری دن جب آپ پر بار بار غشی
ی ہو رہی تھی تو سیدۃ النساء حضرت فاطمہ تڑپ اٹھیں اور اُن کے منہ سے
اظ نکل گئے۔ وَاکَرْبَ اَبَاہ (میرے باپ کی بے چینی) آپ نے فرمایا۔
ا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہو گا۔"
بخار اتنا تیز تھا کہ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ "آپ جو چادر اوڑھے ہوئے
ں پر ہاتھ نہ رکھا جاتا تھا" پاس ہی لگن رکھا تھا۔ بار بار اُس میں
تھ ڈالتے اور چہرہ پر ملتے تھے۔ آہستہ آہستہ ہونٹ ہلے اور تین دفعہ یہ
اَللّٰھُمَّ رَفِیْقُ الْاَعْلیٰ۔ ہاتھ لٹک گئے۔ آنکھیں چھت پر تھیں کہ
پاک پرواز کر گئی۔
یہ پیر کا دن اور ۱۱ھ ہجری ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ مطابق
ن ۶۳۲ء اور بقول بعض ۲۸ اگست ۶۳۲ء۔
بی بی عائشہ فخر کے ساتھ فرمایا کرتی تھیں "کہ میرے حجرے میں میری
کے دن میری گود میں رسول اللہ کی روح نے پرواز کی تھی۔"
اُم المومنین ۹ سال رسول اللہ کے ساتھ رہیں۔

المومنین اور ۃ النسا کے تعلقات

سرور کائنات کی تین بڑی صاحبزادیاں
حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت اُم کلثوم
اپنے مقدس باپ باپ کے سامنے ہی رحلت
ا تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت صرف چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمہ تھیں
اُم المومنین بی بی عائشہ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے جو تعلقات

مورخین نے بیان کئے ہیں مصنفین نے اُن میں بہت کچھ رنگ آمیزی کی
بی بی فاطمہ بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہ سے پانچ سال بڑی
عمر کی بزرگی کا تو سوال ہو ہی نہ سکتا تھا۔ جو عظمت ہو سکتی تھی اِس بات کی
وہ سرورِ عالم کی بیوی اور اُن کی سوتیلی ماں تھیں لیکن اپنی ماں کے
وہ اُمہات المومنین میں سے کسی کو قدرتاً پسند نہ کر سکتی تھیں۔ اُن کی
خواہش یہ ہو سکتی تھی کہ اُن کے محترم باپ کی ساری محبت سمٹ سمٹا
اُن میں آجائے۔ اُن کی والدہ مکرمہ کی رحلت کے بعد سرورِ عالم نے
نکاح کئے اُن کی کیا ضرورت اور اُن میں دینی اور سیاسی کیا مصلحت
اسلام کو ان نکاحوں سے کیا فائدہ پہنچ رہا تھا۔ جناب سیدہ یہ ضرور سمجھ
تھیں مگر چونکہ بی بی عائشہ اُن سے عمر میں چھوٹی تھیں اس لئے ان کی
رسول اللہ کا التفات دیکھ کر قدرتاً وہ خوش نہ ہو سکتی تھیں اور یہ ان
فطرت تھی۔ جب ہی تو رسول اللہ کو جناب سیدہ کو یہ ہدایت کرنی پڑی "
جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اُس سے محبت نہیں رکھتی"۔

فاطمۃ الزہرا نے کہا "درست ہے" فرمایا "تو عائشہ سے محبت کیا کرو"
بہر حال یہ بشریت تھی۔ سرشت انسانی تھی۔ فطرت نسوانی تھی
کوئی معمولی بیبیاں تو تھیں نہیں۔ نبی کا گھرانا تھا۔ سلجھے ہوئے مزا
بُردبار طبیعتیں۔ تین چار سال گذر گئے اور کوئی رنجش کی بات نہ ہوئی
افک کے موقع پر دلی کدورت کا اظہار ہو گیا۔

جب سرورِ کائنات نے منجملہ اور صحابہ کے حضرت عائشہ کے متعلق

زار درہم یہودیوں کو دے کر کنوئیں کا باقی نصف حصہ بھی مسلمانوں
ے خریدا اور پانچ ہزار اُس کی مرمت پر خرچ کیے۔
مسجد نبوی کا صحن بہت تنگ تھا۔ حضرت عثمان نے مسجد سے ملحق
نصارت خرید کر مسجد میں شامل کر دی۔
سنہ ۹ ھ میں تبوک کی طرف لشکرِ اسلام کے روانہ ہونے سے قبل حضرت
نے لشکرِ اسلام کے ایک تہائی یعنی دس ہزار سے زیادہ فوج کا کل سامان
اس کے علاوہ نوسو پچاس اونٹ کجاووں سمیت اور پچاس گھوڑے
اور ایک ہزار دینار نقد لا کر رسول اکرم صلعم کی خدمت میں پیش کئے تھے۔
حضرت عثمان کی حیا بھی بہت مشہور ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلعم
حجرے میں لیٹے ہوئے تھے۔ پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر اور
رت عمر آگئے اور آپ اُسی طرح لیٹے رہے مگر جب حضرت عثمان آئے تو
نے پنڈلیاں ڈھک لیں۔ وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا "میں
شخص سے کس طرح شرم نہ کروں جس سے خدا کے فرشتے شرم کرتے ہیں"
حضرت عثمان کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چھ سال تک ملک میں
طرح امن وامان رہا اور فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مگر اس کے بعد
سلمانوں کو اپنے خلیفہ سے شکایتیں پیدا ہوتی رہیں۔ سب سے بڑی شکایت
ی کہ انھوں نے بڑے بڑے عہدے اپنے نا اہل عزیزوں اور رشتہ داروں
تقسیم کر دیے تھے جو بنو اُمیہ میں سے تھے۔ بنو ہاشم نے خصوصیت کے ساتھ
کو محسوس کیا۔ مروان اُن کا چچازاد بھائی نہایت فتنہ پرداز اور مفسد تھا

اور اُس کا حضرت عثمان پر پورا اثر تھا۔ جو کچھ وہ چاہتا وہ ہوتا تھا۔ عمرو
ایک نہایت پرہیزگار دیانتدار منصف شخص تھے جنھیں حضرت
حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ مروان کے کہنے سے حضرت عثمان نے اُنھیں معزول
عبداللہ بن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی کو مصر کا گورنر کر دیا۔ یہ وہ شخص
مرتد ہو گیا تھا۔ اُس نے ایک تقریر میں اصحاب رسول اور بنو ہاشم کے
بہت سخت الفاظ کہے تھے۔ مصری اِس تقریر سے بہت ناخوش ہوئے
اُس کے قابلِ اعتراض طرزِ عمل کی شکایت اپنے نمایندہ کو بھیج کر خلیفہ
کی۔ اُنھوں نے عبداللہ کو لکھا کہ تم انصاف اور شرافت کا سلوک رعایا کے
ساتھ کرو مگر اُس نے بجائے تعمیل حکم کے اُس شخص کو مار ڈالا جو مصر
طرف سے مدینہ گیا تھا۔ مصریوں کو سخت غصہ آیا اور سات سو آدمی
اور عبداللہ کے مظالم بیان کیے۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ کو معلوم ہوا
تو اُنھوں نے حضرت عثمان سے کہلوایا کہ عامل مصر عبداللہ بن سعد
ابی سرح کی شکایت پہلے بھی تمھارے پاس آئی تھی۔ اُس نے ناحق
شخص کو قتل کر دیا۔ اس کا قصاص لینے اور اپنی فریاد تم تک پہنچانے
اب پھر مصری آئے ہیں۔ عامل مصر اور فریادیوں کے متعلق تم انصاف
کام لو۔ اِدھر اُم المومنین کا یہ پیام خلیفہ ثالث کے پاس پہنچا۔ اُدھر حضرت علی
نے مصریوں کی طرف سے حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ عبداللہ کو معزول
کیا جائے اور جو شخص مارا گیا ہے اُس کا قصاص اِس سے لیا جائے۔ مصریوں
سے بلا کر حضرت عثمان نے پوچھا "تم عبداللہ کی جگہ کس کو عامل مقرر کرنا

ے" اُنھوں نے کہا، محمد بن ابوبکر کو" حضرت عثمان نے محمد ابن ابوبکر کے
رمان لکھ دیا۔ مگر مصر جاتے ہوئے حضرت عثمان کا غلام پکڑا گیا اور تلاشی
ں تو اُس کے پاس سے عبداللہ کے نام ایک خط حضرت عثمان کی طرف سے
وا نکلا۔ جس میں یہ تھا کہ محمد بن ابوبکر کو قتل کر دو اور باغیوں کو سزا دو اور
ت کا خوف نہ کرو" غلام کو پکڑ کر مدینہ لایا گیا۔ بنو ہذیل۔ بنو زہرہ۔ بنو غفار
دم وغیرہ قبیلے پہلے ہی بگڑے بیٹھے تھے۔ خط کا مضمون دیکھ کر بنو تیم بھی
ن ابوبکر کی حمایت میں بگڑ گیا اور سب نے خلیفۂ وقت کے مکان کو
لیا۔ ایسے نازک وقت میں حضرت علی چند بلند مرتبہ صحابیوں کے ساتھ
ت عثمان کے پاس پہنچے۔ غلام کو پیش کیا اور خط آگے ڈال دیا۔ حضرت
ن نے فرمایا "یہ ٹھیک ہے کہ غلام میرا ہے۔ اونٹ بھی میرا اور مہر بھی میری
ن خدا کی قسم میں نے خط نہیں لکھا نہ اس غلام کو دیا۔" حضرت علی اور
کے ساتھیوں نے خلیفہ کی قسم کا اعتبار کر لیا اور سب سمجھ گئے کہ یہ شرارت
ل مروان ہی کی ہے اور اُسی نے خط لکھا ہے۔ اِس اثنا میں اُنھیں بتایا گیا
مروان زنانخانے میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے خلیفۂ وقت کے
ب و احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر کہا "امیر المومنین یہ سب فتنے ابھی
تم ہو جائیں گے۔ آپ مروان کو مسلمانوں کے حوالے کر دیجئے"، حضرت عثمان
ت نرم دل تھے اُنھوں نے انکار کیا۔ حضرت علی اور اُن کے ساتھی
اموشی سے اُٹھ کر واپس ہوئے۔ بلوائیوں کو معلوم ہوا کہ مروان جو اس فتنہ کی
کی جڑ ہے امیر المومنین کے گھر میں چھپا ہوا ہے اور اُسے مسلمانوں کے حوالہ

کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے وہ آپے سے باہر ہو گئے اور انھوں
کیا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی امیر المومنین کے گھر میں نہ جا سکے۔ پیاس
سے امیر المومنین نے مسلمانوں سے کہا "میں پیاسا ہوں تھوڑا سا پانی
انھوں نے سُنی ان سُنی کر دی تو انھوں نے کہا "میرا یہ پیام علی تک پہنچا دو
گھر میں پانی کی ایک بوند نہیں ہے اور میں پیاسا ہوں"۔ حضرت علی کو
ہوا تو انھوں نے تین مشکیں پانی کی بھجوائیں جو بہت مشکل سے کئی
کے زخمی ہونے کے بعد خلیفہ ثالث کے گھر کے اندر پہنچ سکیں۔ حضرت
ہوا کہ بلوائی امیر المومنین کے گھر میں آگ لگائی اور اُن کو قتل کرنا چاہ
تو انھوں نے اپنے بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا کہ
فوراً جاؤ اور جو شخص بھی امیر المومنین کے قتل کی نیت سے آگے بڑھے
کر دو۔ حسنین نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ اُن پر تیر بھی آکر لگے مگر وہ
کے دروازہ سے نہ ہٹے۔ اب بلوائی پشت کی طرف سے مکان میں
ہوئے۔ امیر المومنین روزے سے تھے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے
محمد بن ابوبکر نے ڈاڑھی پکڑ کر کہا "او لمبی ڈاڑھی والے اس بڑھاپے
خلافت کی ہوس ہے" حضرت عثمان نے جواب دیا "تمھارے باپ ہوتے
وہ میرے بڑھاپے کی عزت کرتے اور اس ڈاڑھی کو اس طرح نہ پکڑتے"
سُن کر محمد بن ابوبکر شرمندہ ہو گئے اور ڈاڑھی چھوڑ کر چلے گئے اور دو
کود کر آ گئے اور کنانہ بن بشر نے تلوار ماری۔ امیر المومنین کی بیوی
شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں اور زخمی ہوئیں۔ اب کنانہ اور

مسلمانوں کی تلواریں ۸۲ سال کے ضعیف خلیفہ پر پڑ رہی تھیں۔ عمرو بن حمق نے حضرت عثمان کو نیزے کے ۹ زخم پہنچائے اور عمیر بن ضبابی نے ٹھوکریں ماریں۔
۱۸۔ ذی الحجہ ۳۵ھ (مطابق ۱۷ جون ۶۵۶ء) کو خلیفہ ثالث کی شہادت کے بعد حضرت علی خلیفہ چہارم منتخب کئے گئے مگر عراق شام اور چند قبائل نے بیعت نہیں کی۔ حضرات طلحہ اور زبیر نے حضرت علی سے کہا کہ سب سے پہلے قاتلین عثمان سے انتقام لیا جائے۔ ابھی کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ حضرت علی نے بعض اہلکاروں کو جنہیں حضرت عثمان نے مقرر کیا تھا علیحدہ کر دیا۔ اس سے اور بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ قصاص جلد سے جلد لیا جائے۔
اس وقت اُم المومنین حضرت عائشہ حج کے لئے مکہ گئی ہوئی تھیں۔ واپسی میں انہوں نے حضرت عثمان کی شہادت کی خبر سنی تو انھیں بہت رنج ہوا اور واپس مکہ چلی آئیں۔ حضرات طلحہ اور زبیر نے حضرت علی سے پھر کہا کہ قصاص کا فیصلہ سب سے پہلے کیجئے۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ ملک میں امن و امان تو قائم ہو جائے اور جن قبیلوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی وہ بیعت کر لیں اگر چھوٹتے ہی قاتلین عثمان کو سزا دی گئی تو وہ شورش برپا ہو گی جو کسی کے دبائے نہ دب سکے گی اور ملک کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ اس جواب پر حضرات طلحہ اور زبیر ناراض ہو کر مکہ آگئے اور اُم المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضرت عثمان کا قتل حضرت علی کی وجہ سے ہوا ہے اور سب سے مقدم قصاص ہے۔ علی اس میں ڈھیل دے رہے ہیں کیونکہ قتل عثمان کی ذمہ داری اُن پر ہے۔ اُم المومنین کو یہ معلوم تھا کہ کسی حد تک جب انھوں نے

اپنا طرفدار بنا لیا تو اُم المومنین بی بی عائشہ نے اُم المومنین بی بی سلمہ سے
لیا۔ اُنھوں نے کہا "ابھی زیادہ مدت نہیں گذری تم خلافت کے معاملہ میں
عثمان پر ترجیح دیتی تھیں۔ تم عثمان کے انتظام سے خوش نہ تھیں۔ اب اُن کی
میں کھڑی ہو کر علی سے لڑو گی؟" بی بی سلمہ کے یہ الفاظ سن کر بی بی عائشہ کا
بدل گیا۔ مگر اُنھیں دنوں میں مروان جس کا حضرت عثمان کی شہادت سے
کچھ پتہ نہ تھا ایک جمعیت لے کر مکہ پہنچا اور ایسے درد سے حضرت عثمان کی
اور بنو ہاشم کے مظالم بیان کئے کہ اُم المومنین بی بی عائشہ کی آنکھوں سے
نکل پڑے حالانکہ اُم المومنین اپنے بھائی محمد بن ابوبکر کو قاتلانِ عثمان میں
تھیں مگر قتل عثمان کا قصاص ضروری سمجھا گیا اور اُم المومنین کو لے کر بصرہ
بڑھے کہا جاتا ہے۔ راستہ میں ایک گاؤں کے قریب کتوں نے بھونکنا شروع
اُس وقت اُم المومنین نے محمد بن طلحہ سے اس گاؤں کا نام دریافت کیا تو
گیا "الحوب" یہ سنتے ہی انھوں نے فرمایا "ٹھیر جاؤ مجھے رسول اللہ کی ایک
یاد آگئی کہ میری بیویوں میں سے ایک پر الحوب کے کتے بھونکیں گے۔
مگر مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور حدیث وضعی ہے
اس پر مفصل بحث کی ہے تاریخی تحقیق یہ ہے کہ الحوب کے کتے اُم المومنین پر
بلکہ قبیلہ الفرازہ کی اُم زمل پر بھونکے تھے وہ لونڈی کی حیثیت سے اُم المومنین
خدمت میں پیش کی گئی تھی انھوں نے اُسے آزاد کر دیا تھا اُم زمل، حضرت
عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کے پاس بیٹھی تھی جب رسول اللہؐ نے فرمایا تھا
تم میں سے وہ کونسی ہے جس پر الحوب کے کتے بھونکیں گے۔

جس طرح اُم المومنین کو حضرت علی کے خلاف اُکسایا گیا تھا اِسی طرح امیر المومنین حضرت علی کو بھی جنگ کی ترغیب دی گئی کہ حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر طلحہ اور زبیر ایک زبردست لشکر بصرہ میں تیار کر رہے ہیں اور عنقریب ہی مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ حضرت علی لشکر لے کر کوفہ کی طرف سے چلے اور حضرت زبیر و طلحہ اور اُم المومنین کو پیام بھیجا کہ مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں بہہ جائے گا اور کوئی مفید نتیجہ نہ نکلے گا۔ عبداللہ بن زبیر نے اس پیام کو ٹھکرا دیا حضرت علی کو معلوم ہوا تو اُن کے فرمانے پر اُن کے بڑے بیٹے حضرت حسن نے ایک مؤثر تقریر کی کہ ہمارا مقابلہ انصارِ عثمان سے نہیں بلکہ اہلِ جمل سے ہے جمل اونٹ کو کہتے ہیں۔ اس لڑائی میں کثرت سے اونٹ تھے۔ اور ام المومنین بی بی عائشہ ایک اونٹ پر سوار خود شریک جنگ تھیں اور ان کا لشکر اہل جمل کہلاتا تھا۔ بصرہ پہنچ کر حضرات طلحہ اور زبیر نے پُرجوش تقریریں کیں بصرہ والے تو اُن کی طرف ہو گئے اور کچھ حضرت علی کی طرف۔ عثمان ابن حنیف نے جسے حضرت علی نے حاکم بصرہ مقرر کیا تھا اہل جمل پر حملہ کر دیا۔ بی بی عائشہ نے پیام بھیجا میں ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ مسلمان آپس میں خون بہائیں مگر بعض آدمی خوں ریزی پر تلے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے عثمان بن حنیف کے لشکر پر حملہ کر کے اُسے گرفتار کیا۔ حضرت علی کو یہ خبریں ملیں تو وہ بھی آگے بڑھے۔ صلح کی گفتگو ہوئی مگر ناکام۔ سبائی اور قاتلان عثمان کو یقین تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو سب سے پہلے ان کا انجام خراب ہو گا انھوں نے اسی تاریخ کو اہل جمل پر شب خون مارا اور چند گھنٹے بعد دوسرے فریق نے بھی

یہی کیا۔ اور اس طرح جنگ جمل شروع ہو گئی۔ حضرت علی نے اُم المومنین کو
پیغام بھجوایا کہ آپ مُفسدوں کے پھندے میں پھنس گئی ہیں۔ خدا گواہ ہے
شہادتِ عثمان میں میں بے گناہ ہوں۔ مگر یہ پیام اُن تک نہ پہنچ سکا۔ لڑائی
زور شور سے ہو رہی تھی کہ اُم المومنین نے باواز بلند کہا "میں صرف عثمان
خون کا بدلہ چاہتی ہوں۔ میرا منشا یہ نہیں کہ مسلمانوں کا خون بہہ جائے"
مگر اب اُن کی کون سنتا تھا۔

جمادی الآخر ۳۶ھ ہجری کی پندرہ تاریخ کو وادیٔ صبا میں صبح
سے پہر تک گھمسان کا رن پڑا۔ حضرات طلحہ اور زبیر کے ساتھ تیس ہزار آ
تھے۔ اور خلیفہ چہارم کے ساتھ بیس ہزار۔ دونوں طرف سے تیرہ ہزار اور
بعض مورخین دس ہزار آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ملت
کا خون بہا۔ حضرات طلحہ اور زبیر کی شہادت سے شامی فوج تتر بتر ہو گئی
لڑائی کا فیصلہ حضرت علی کے حق میں ہوا۔ حضرت علی کی فوج نے اس ق
تیر اُم المومنین کے ہودہ پر پھینکے کہ جھیر جھیر ہو گیا۔ ایک گستاخ نے اونٹ
پاؤں تلواریں، مار مار کر کاٹ ڈالے اور اُم المومنین ہودہ سمیت نیچے گر پڑ
اُن کے بھائی محمد بن ابو بکر اپنی بہن کے پاس آئے اور پوچھا چوٹ تو نہیں
اور انھوں نے فرمایا نہیں۔ خود حضرت علی تشریف لائے اور ایک دو
اونٹ پر اُم المومنین کو تعظیم و تکریم سے سوار کر اُن کے بھائی کے ساتھ
روانہ کر دیا چند روز قیام کے بعد یکم رجب ۳۶ھ ہجری کو مدینہ کے لئے
ہوئیں تو حضرت علی نے بصرہ کی چالیس معزز خواتین کو پہنچانے کے لئے

لیا اور خود بھی چند میل تک ساتھ گئے۔ بصرہ سے روانگی کے وقت اُم المومنین نے مسلمانوں سے خطاب کیا" میرے بچوں ہماری کشمکش محض غلط فہمی کی بنا پر تھی۔ مجھ میں اور علی میں تو کوئی جھگڑا تھا ہی نہیں۔ حضرت علی نے بھی ایسی ہی تقریر کی اور فرمایا "یہ رسول اکرم کی بیوی اور ہماری ماں ہیں ان کی عزت و حرمت ہمارے لئے ضروری ہے"

عادات و خصائل

بی بی عائشہ وداع کے وقت کم عمر تھیں مگر ان کی ذہانت و فراست شیریں بیانی خوش اخلاقی اور دیگر خصائل حمیدہ کا رسول اللہ کے قلب مبارک پر خاص اثر ہوا وہ نہایت فصیح اور شستہ زبان میں گفتگو فرماتی تھیں اور معقول دلائل کے ساتھ۔ اُن کی سمجھداری اور سلیقہ مندی ہی کی وجہ سے سرور کائنات بی بی عائشہ سے خانہ داری کے معاملات میں نہ صرف صلاح لیتے بلکہ ان کے مشورہ پر عمل بھی فرماتے۔

اُن کی شجاعت اور جرأت نہ صرف جنگ جمل میں بلکہ جنگ اُحد کے موقع پر اُن کی موجودگی سے بھی ثابت ہے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت عائشہ پائینچے چڑھائے مشک بھر بھر کر لاتی اور پیٹھ پر مشکیں لئے زخمیوں اور پیاسوں کو پانی پلاتی پھرتی تھیں۔ اس لڑائی میں نشان کا پرچم اُن کی اوڑھنی تھی۔ بہادری کا یہ عالم تھا کہ رات کو تنہا قبرستان چلی جاتی تھیں مسند احمد میں ہے غزوہ خندق کے دنوں میں جب مسلمان مشرکین سے گھرے ہوئے تھے وہ تنہا نقشہ جنگ معائنہ کرتی تھیں۔

غیرت اور حمیت اس درجہ کی تھی کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اُم المومنین کے بھائی محمد بن ابوبکر کو اُن کے پاس بھیجا کہ بہن کو جاکر سمجھائیں۔ اُنھوں نے کجاوے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ بآواز بلند اُم المومنین نے فرمایا "یہ کون ہے جو یہاں تک ہاتھ لے آیا۔ آج تک سوائے خدا کے رسول کے کسی کا ہاتھ میری طرف نہیں بڑھا۔ ہاتھ فوراً ہٹاؤ ورنہ تلوار سے اُڑا دوں گی"۔

ایسا لباس جو حجاب و حیا کے خلاف ہو سخت ناپسند فرماتی تھیں۔ ان کی بھتیجی حضرت عبدالرحمان کی بیٹی حفصہ ایک دن باریک دوپٹہ سر پر ڈالے آگئیں حضرت عائشہ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں کیا فرما رہا ہے اس کا تمھیں بالکل خیال نہیں۔ پھر ایک دبیز کپڑے کا دوپٹہ منگا کر اُنھیں اُڑھایا۔

نہایت عبادت گذار تھیں۔ چاشت کی نماز بھی پابندی سے پڑھتی تھیں۔ اور تہجد کی نماز بھی۔ حج بھی ہر سال کیا کرتی تھیں۔

ابولولو مجوسی کے زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے زخمی ہونے کے بعد امیرالمومنین حضرت عمر فاروق جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو اُنھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا "جب تم میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو اُم المومنین بی بی عائشہ کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اگر آپ خوشی سے اجازت دیں تو آپ کے شوہر محترم رسول اللہ کے قدموں اور آپ کے والد بزرگوار ابوبکر صدیق کے پہلو میں عمر کو دفن کر دیا جائے۔ درخواست نہایت ادب کے ساتھ اُم المومنین سے کرنا اگر وہ اجازت نہ دیں تو عام قبرستان میں دفن کیا

رسول اللہ صلعم بی بی عائشہ کے حجرے میں مدفون ہوئے اور آپ کے پہلو ہی میں حضرت ابوبکر۔ اب وہاں صرف ایک قبر کی جگہ تھی جو اُم المومنین نے اپنے لئے مخصوص کر رکھی تھی۔ بعد الموت شوہر اور باپ کے پاس جگہ مل جانے سے بڑی تمنا ایک عورت کی اور کیا ہوسکتی ہے۔ مگر جب ابن عمر نے اپنے مرحوم باپ کا پیام اُم المومنین کو سُنایا۔ تو فرمایا "عبداللہ! یہ جگہ میں نے اپنے لئے متعین کر رکھی تھی۔ مگر تمھارے والد نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی جو خدمت کی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ میں اپنی خواہش پر ان کی خواہش کی ترجیح دیتی ہوں۔ جاؤ امیر المومنین کا جنازہ لے آؤ اور دفن کر دو۔ میں خوش ہوں کہ وہ رسول اور رفیق کے پاس دفن ہوں"۔

ایثار کی ایسی مثال شاید ہی کہیں نکل سکے!

ایثار کے ساتھ خیرات اور نفس کُشی کا یہ حال تھا کہ ستر ستر ہزار درم جب صدقہ کئے تو کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ امیر معاویہ نے ایک دفعہ ایک لاکھ درم بھیجے اور انھوں نے سب کے سب راہ خدا میں دے دیئے اس روز روزے سے تھیں۔ سوکھی روٹی کے سوا کچھ نہ کھایا۔

عروہ بن الزبیر کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے سترہ ہزار درہم صدقہ کر دئے جبکہ ان کے کپڑوں میں پیوند تھا۔

زیور کا تو کیا ذکر دوسری امہات المومنین کی طرح اُن کے پاس بھی کپڑوں کا ایک ہی جوڑا رہتا تھا۔

اُنھوں نے ۷۰ غلام خرید کر آزاد کیے تھے۔ یہ بھی ان کی ایک بڑی خصوصیت
اُن کی کشادہ دلی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ اُنھوں نے
اپنی سوکنوں کی بارہا تعریف کی ہے۔
فرماتی ہیں "میں نے صفیہ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا پکانے والی
نہیں دیکھی" (نسائی)
"جویریہ میں ایک شیرینی اور دلکشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل
میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی"۔
"میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دیندار نہیں دیکھی۔ وہ اللہ سے
زیادہ تقویٰ رکھنے والی نہایت سچی عزیزوں سے بڑھ کر سلوک کرنے والی اور
بہت صدقہ دینے والی تھیں"۔
"زینب اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتی اور راہ خدا میں صدقہ دیتی تھیں"
ابن اسعد میں ہے کہ جب وہ آیت (قرن فی بیوتکن (اے رسول کی
بیویوں اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو) پڑھتی تھیں تو اس قدر
روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔

فضیلت اور علمیت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حافظہ تھیں اور قرأت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔
حدیث میں کوئی اُن کا مدمقابل نہ تھا۔ وہ لکھنا نہیں جانتی تھیں مگر پڑھ سکتی
تھیں۔ فقہ میں ان کا درجہ بہت بلند ہے وہ رسول اکرم کے ساتھ صرف نو سال
رہیں۔ مگر اس قلیل مدت میں اُنھوں نے اتنا حاصل کر لیا کہ پیچیدہ سے پیچیدہ

پانی کی طرح حل کر دیتی تھیں۔ خلفاء اور صحابہ اُلجھے ہوئے مسائل لاتے اور وہ بآسانی سُلجھا دیتی تھیں۔ میراث کے مسائل خلیفہ دوم نے ایک دو دفعہ نہیں بارہا اُن سے معلوم کئے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں اُم المومنین سے منقول ہیں ان میں ۱۷۴ ایسی ہیں جن پر شیخین نے اتفاق کیا ہے۔

زنانہ معاشرت کے بہت سے مسائل بی بی عائشہ ہی نے حل کئے۔ مشہور تابعی عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت کی تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی کہ ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور اُن کے پاس اُس کے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں۔

امام زہری کا قول ہے کہ "عائشہ سب لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ اُن سے پوچھا کرتے تھے۔" وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "تمام مردوں اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو عائشہ کا علم پھر بھی وسیع ہو گا۔" مسروق کا بیان ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔

سرور کائنات کی رحلت کے بعد ایک دفعہ اس موضوع پر سخت اختلاف ہوا کہ مُردے سنتے ہیں یا نہیں اور یہ اختلاف یوں ہوا کہ جنگ بدر میں بہت سے کافر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اُن کی لاشیں ایک کنوئیں میں ڈال دی گئی تھیں۔ جنگ سے واپسی پر رسول اکرم اسی کنوئیں پر تشریف لائے اور مقتولین مشرکین کے نام لے لے کر باآواز بلند فرمایا "جس چیز کا تم سے

تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو ٹھیک پایا؟" اصحاب
عرض کیا یہ ناپاک مردے کیا سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ تم سے زیادہ۔ دو مختلف
گروہ تھے۔ ایک گروہ کے سردار عبداللہ بن عمر تھے۔ وہ رسول اکرم کا یہ ارشاد
دہراتے تھے کہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ دوسرے کے سردار ایک جلیل القدر
صحابی ابوقتادہ تھے وہ کہتے تھے مُردے نہیں سنتے صرف رسول اللہ کی بات
سن سکتے تھے۔ بی بی عائشہ کو اس اختلاف کی خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا
خدا عبداللہ بن عمر پر رحم فرمائے۔ اُس نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی
اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (بے شک تم مُردوں کو اپنی باتیں نہیں سُنا سکتے
کیا اُن کی نظر سے یہ الفاظ نہیں گذرے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ
(جو لوگ قبروں میں ہیں تم ان کو نہیں سنا سکتے) ابن عمر نے جو حدیث روایت
کی اُس واقعہ سے رسول اللہ کا مقصد اس طرح خطاب کرنے سے دوسروں
کو عبرت دلانا تھا۔ بی بی عائشہ کے اس فیصلہ کے آگے بڑے بڑے صحابہ
کو گردن جھکانی پڑی۔

سرور دو عالم کی حیات میں بی بی عائشہ کی دین داری کا یہ حال تھا
آپ فرماتے تھے "تم میں دو حصے دین کی مالک حمیرا ہے۔ حمیرا بی بی عائشہ کا لقب
عروہ بن زبیر ایک زبردست عالم تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے قرآن
کے معنی حرام حلال کے احکام، عرب کے اشعار سمجھنے والا، اور علم الانساب
ماہر، طب اور تاریخ عرب سے واقف، حضرت عائشہ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا"
محدثین کی رائے ہے کہ اگر رسول اللہ کے بعد اُم المومنین بی بی عائشہ نہ

زندہ نہ رہتیں تو حدیث کا تقریباً نصف حصہ ضائع ہو جاتا۔

حضرت موسیٰ اشعری سے صحیح بخاری میں روایت ہے حضور نے فرمایا!
ردوں میں بہت لوگ تکمیل کے درجہ کو پہنچے مگر عورتوں میں حضرت مریم بنت
ان اور حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) تکمیل تک پہنچیں اور عائشہ کو تو سب
توں پر ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر۔

استیعاب میں امام زہری کا مقولہ ہے کہ تمام مردوں اور امہات المومنین
علم جمع کیا جائے جب بھی حضرت عائشہ کا علم ان سب سے زیادہ ہوگا
مذی میں حضرت موسیٰ بن طلحہ کا یہ قول ہے کہ میں نے عائشہ سے زیادہ
پیغ کسی کو نہ پایا حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں ہم اصحاب نبی کی سمجھ میں کسی حدیث
مطالب نہ آتا تو عائشہ سے دریافت کرتے اس کے متعلق ہم نے عائشہ میں
نی علم پایا۔

رعب و دبدبہ کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور علما
ن کے سامنے آتے ہچکچاتے تھے۔ حضرت عمر تک کا یہ حال تھا کہ ان کی خد
ں حاضر ہوتے تو دبے پاؤں گردن نیچی کئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا صحابیات کو نماز بھی پڑھائی ہے یعنی
امت کے فرائض بھی انجام دیئے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ یہ فتویٰ دیا کہ عورتیں سر کھول کر نہائیں۔
پ نے فرمایا عبداللہ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ عورتیں سر ہی منڈوا ڈالیں۔

صحابہ تمام امہات المؤمنین کی عزت و ادب کرتے تھے مگر حضرت عائشہ

کا بلند مرتبہ اس وجہ سے تھا کہ علم و فضل میں ان کا مد مقابل کوئی نہ تھا
اُن کے بیانات میں ادبیت شاعرانہ خیالات تشبیہیں استعار
بڑے دلاویز ہیں۔ آغاز وحی کے سلسلہ میں کہتی ہیں "رسول اللہ جو خوا
دیکھتے تھے سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہوتا تھا" وحی کی کیفیت اس طرح
کی ہے کہ "پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے"۔
واقعہ افک کے موقعہ پر رات کی نیند اُڑ گئی تھی۔ اس کے متعلق
"میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا"۔
انھوں نے زہد و اتقا کے اشعار بھی کہے ہیں۔ سرورِ کائنات کی
میں اُن کے چند اشعار ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے۔
"اہالیانِ مصر اگر آپ کے رخسار مبارک کی تعریف سن لیتے تو
یوسف پر کچھ خرچ نہ کرتے"۔
"وہ عورتیں جنھوں نے زلیخا پر طعن کیا رسول اللہ کا جمال جہاں
دیکھ لیتیں تو وہ انگلیاں کاٹنے کی بجائے دلوں کو کاٹ لیتیں"۔
سخن فہمی میں ان کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ عرب کے مایۂ ناز شاعر
حسان بن ثابت اپنے اشعار سنانے کے لئے اکثر اُن کی خدمت میں حاضر

ایک تقریر

حضرت عائشہ صدیقہ نہایت خوش بیان مقرر
فن خطابت میں جو انھیں کمال تھا اس کا اعتراف
ترمذی میں موسیٰ ابن طلحہ کے اِن الفاظ سے کیا گیا ہے کہ میں نے عائشہ
زیادہ فصیح اللسان کوئی نہیں دیکھا، جنگ جمل میں انھوں نے کئی تقریر

رہی تھیں۔ عقد الفرید باب الخطیب و ذکر واقعہ جمل۔ کے حوالہ سے ایک تقریر کے کچھ حصہ کا ترجمہ مولانا سعید انصاری نے سیر الصحابیات میں دیا ہے جو یہ ہے۔

"لوگو! خاموش۔ تم پر میرا مادری حق ہے۔ اور مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے۔ بجز اس شخص کے جو خدا کا فرمانبردار نہیں ہے۔ مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ آنحضرتؐ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ میں آپ کی محبوب بیوی ہوں۔ خدا نے مجھ کو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا۔ اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی۔ اور میرے ہی سبب سے تم پر تیمم کا حکم نازل فرمایا۔

پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا۔ آنحضرت کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ڈھیلی ہونے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لئے۔ جس نے نفاق کی باگ روک دی۔ جس نے ارتداد کا چشمہ خشک کر دیا۔ جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی۔ تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کئے غدر اور فتنہ کے منتظر تھے۔ اور شور و غوغا پر گوش بر آواز۔ اس نے شگاف کو برابر کیا۔ بے کار کو درست کیا۔ گرتوں کو سنبھالا۔ دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا۔ جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے ان کو تھان تک پہنچا دیا۔ جو پیاسے تھے اُن کو گھاٹ پر لے آیا۔ اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھیں دوبارہ پلایا۔ جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لئے آتشِ جنگ مشتعل کر چکا اور تمہارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اُسے اُٹھا لیا۔

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی؟ زیادہ

اس سے گناہ کی تلاش، اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پامال کرنا چاہتی ہوں جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمام حجت کے لئے

لقب اور کنیت

اُم المومنینؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی اپنی بہن اسما کے لڑکے عبداللہ کو بیٹا بنا لیا تھا۔ ا اپنی کنیت "اُم عبداللہ" رکھ لی تھی۔ لقب صدیقہ ہے اور نام کا جزو ہو گ بال سرخ تھے۔ اس لئے رسول اللہ "حمیرا" بھی کہہ کر پکارتے تھے۔

حدیثیں

عورتوں میں سب سے زیادہ حدیثیں اُم المومنین عائشہ صد سے روایت کی گئی ہیں۔ اُن کی تعداد لوں تو دو ہزار سے او بتائی جاتی ہے مگر ۱۷۴ احدیثیں ایسی ہیں جن پر شیخین کا اتفاق ہے۔ ان کئی درجن حدیثیں عورتوں کے مخصوص مسائل، مخفی معاملات مخصوص ز غسل وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اگر بی بی عائشہ نہ ہوتیں تو عورتوں کے بہت سے مسائل صاف نہ ہوتے۔ حدیث کی کتابوں میں یہ باتیں دیکھی جا سکتی ہیں ہم ان ۱۷۴ احدیثوں میں سے جو صحیحین نے تسلیم کی ہیں صرف چند کا ترجمہ د ذیل کرتے ہیں۔ ان حدیثوں کے بعد جو حوالے ہیں وہ صحیح بخاری کے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

۱۔ ... کریم (صلعم) سے آپ کی بیویوں نے جہاد کی اجازت طلب ... یا در تم لوگوں کا جہاد تو حج ہے۔"

... کیا: "یا رسول اللہ! کیا عورتوں سے ان کی شادی کی نسبت

آپ نے فرمایا "ہاں"۔ میں نے کہا۔ کنواری سے جب پوچھا جائے گا۔ تو وہ حیا سے چپ رہے گی۔ فرمایا "اُس کا چُپ رہنا ہی اس کی اجازت ہے"۔

(۳) "جب رسول خدا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے تو اُن کا اور جس مرد کا پیام ہوتا (اُس کا) نام لے کر دریافت فرماتے اگر (آپ کی) بیٹی خاموش ہو جاتی تو نکاح کر دیتے۔ اور اگر چٹکی بجاتی (یعنی رضامند نہ ہوتی) تو نہ کرتے۔

(۴) میرے اور حضور رسول خدا کے واسطے مرکن (تانبے کا برتن) رکھا جاتا تھا اور ہم دونوں ساتھ اس سے پانی پی لیتے تھے (پ۳)

(۵) "میں نے نبی صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ حریرہ مریض کے دل کو فرحت دیتا اور غم کو دور کرتا ہے"۔ (پارہ ۲۳)

(۶) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہوں تو میں ان میں سے تحفہ تحائف کس کو بھیجا کروں؟ آپ نے فرمایا جس کا دروازہ تم سے قریب ہے"۔ (پارہ ۸)

(۷) "عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ ایک دن میلی کچیلی ہمارے ہاں آئیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ یہ کیا حالت ہے؟ انھوں نے کہا میرے شوہر رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں (تو زینت کس کے لئے کروں؟) پھر حضور اقدس تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے اُن کا ذکر کیا۔ اس کے بعد عثمان بن مظعون سے ملے اور فرمایا" اے عثمان ہمارے ہاں رہبانیت نہیں ہے۔ تم میرا اقتدا کیوں نہیں کرتے۔ واللہ میں تم سب سے زیادہ

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کی حدود کی ح...
کرنے والا اس کے باوجود بیویوں سے بے تعلق نہیں ہوں۔

(۸) "عتبہ کی بیٹی ہند آئی اور رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ ابوسفیان (...
شوہر) ممسک آدمی ہے اس کے مال سے اولاد پر خرچ کروں تو مجھ پر
گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر حسب رواج خرچ ہونا چاہئے۔" (...
اسراف نہ ہو ضروری خرچ ہو)" پ ۲۲

(۹) نبی کریم نے فرمایا "جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خیرات دے یا کھا...
اور اس کی نیت گھر بگاڑنے کی نہ ہو تو اس کو اور اس کے شوہر کو ثواب ملے...

(۱۰) "ایک شخص نے نبی (صلعم) سے عرض کیا میری ماں دفعتہً مر گئیں اور ...
خیال کرتا ہوں وہ اگر بول سکتیں تو ایمان لے آتیں۔ کیا میں ان کی طرف
سے صدقہ دوں۔ آپ نے فرمایا "ہاں ان کی طرف سے صدقہ دو"۔ (۳...م)

(۱۱) "رسول خدا کو جب کبھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا۔ آپ نے ...
بات کو اختیار کیا جو آسان تھی بشرطیکہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ بات گناہ ...
تو آپ سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ اور رسول خدا نے اپنی
ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ لیکن اگر خدا کی حرمت کے خلاف کام کیا
جاتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے (۶۵ ج دوم)

(۱۲) "جب آیتیں سورۂ بقر کے آخر میں نازل ہوئیں تو حضور نبی صلعم نے مسجد میں
آکر لوگوں کو یہ آیتیں سمجھائیں اور شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔" (۴۳ ... دوم)

(۱۳) نبی صلعم نے فرمایا "جو پینے کی چیز نشہ کرے حرام ہے۔" پارہ ۱

(۱۴) رسول اللہ صلعم نے فرمایا ”مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ جو کچھ کر چکے ہیں اس سے ہم کنار ہو چکے ہیں“۔

(۱۵) رسول اللہ (صلعم) کو جوتی پہننے کنگھی کرنے اور طہارت کرنے میں (غرض) تمام کاموں میں داھنی جانب سے ابتدا کرنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔

(۱۶) رسول خدا سے سوال کیا گیا اللہ کو کون سا عمل پسند ہے۔ فرمایا دوامی عمل اگرچہ قلیل (ہی کیوں نہ ہو) اور فرمایا۔ جس قدر تم بآسانی کر سکو اتنے کا التزام کیا کرو۔ پارہ ۲۶

(۱۷) اسما بنت ابوبکر رسول اللہ کی خدمت میں ایسے حال میں آئیں کہ باریک کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ نے مُنہ اُن کی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا اے اسما عورت جب جوانی کو پہنچے تو اُس کے لئے مناسب نہیں کہ اُس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو سوائے اِس کے اور اِس کے (منہ اور ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے)۔

(۱۸) میں اور رسول خدا ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور ہم ایک دوسرے سے پانی لینے میں عجلت کرتے تھے۔ آپ مجھ سے فرماتے میرے لئے پانی چھوڑ دینا اور میں آپ سے کہتی میرے لئے بھی پانی چھوڑ دیجئے۔

(۱۹) ”رسول خدا نے فرمایا ہے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے“۔ (پ ۲۷)

(۲۰) رسول خدا نے ایک یہودی سے کچھ غلہ قرض لیا اور اس کے پاس

ایک زرہ یہودی کی رہن کردی۔ (پارہ ۸)

(۲۱) "جب خیبر فتح ہوا ہم نے کہا اب ہم کھجوریں پیٹ بھر کر کھائیں گے" (۲۷۷ اج دوم) اس سلسلہ میں ابن عمر کہتے ہیں ہم نے فتح خیبر پہلے پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔

(۲۲) قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلعم کو حق کے ساتھ بھیجا چھنو چھلنی کبھی نہیں دیکھی نہ آپ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا یہاں تک کہ وفات پائی"

(۲۳) "رسول اللہ صلعم مرض الموت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ خیبر میں جو مجھے زہر دیا گیا تھا اس کا درد اپنے پیٹ میں محسوس کرتا ہوں۔ یہ ا وقت ہے کہ زہر کی وجہ سے دل کی رگیں کٹتی معلوم ہوتی ہیں" (۳۴۰ ص ل)

رحلت اور تدفین

رحلت سے کچھ دیر پہلے اُم المومنین سے دریافت کیا گیا کہ کہاں دفن کیا جائے کہ رسول اللہ کے پاس یا کہیں اور" آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ابن زبیر سے فرمایا" میں اس قا نہیں کہ وہاں جگہ پاؤں۔ میری ساتھنوں (ازواج نبی) کے پاس عام مسلما کے قبرستان بقیع میں دفن کر دینا"

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ ابن عباس نے حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت اُم المومنین کا وقت آخر تھا۔ فرمایا" مجھے خوف ہے وہ میری تعریف کریں گے" اور نے کہا اجازت دے دیجئے۔ رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور بڑے مومن

ت عائشہ نے فرمایا " اچھا بلالو" وہ آگئے اور حال دریافت کیا ۔
ت عائشہ نے فرمایا " اگر میں متقی پرہیزگار ہوں تو اچھی ہوں" ابن
ن نے کہا " آپ تو اچھی ہیں ۔ آپ رسول اللہ کی زوجۂ مطہرہ ہیں ۔
ل اللہ نے سوائے آپ کے کسی باکرہ سے نکاح نہیں کیا ۔ آپ کے بارے
للہ نے بریت کی آیتیں اُتاریں "

فرماتی تھیں " کاش میں درخت ہوتی ۔ لوگ مجھے کاٹ ڈالتے ۔ مٹی
روندتے ۔ پیدا ہی نہ ہوتی حساب کتاب سے محفوظ رہتی "

ایک شخص نے عرض کیا " انسان اپنے آپ کو نیک کب سمجھے " فرمایا
ب اپنے تئیں بُرا سمجھنے لگے "

بدھ کے دن ۱۷ رمضان ۵۸ھ ہجری میں رحلت فرمائی ۔ طبقات میں ہے
اس رات مشعلیں روشن کر لی گئی تھیں اور اس کثرت سے عورتیں تھیں
ید کا دھوکہ ہوتا تھا ۔ اُم المومنین کی وصیت کے مطابق جنازہ رات کو
ایا گیا اور رات ہی کو دفن کیا گیا ۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی
قبرستان بقیع میں مدفون ہوئیں ۔

اُم المومنین بی بی اُم سلمہ نے فرمایا " خدا رحمت کرے اس عورت پر جو
بکر کے بعد رسول اللہ کو سب سے عزیز تھی "

(۴)

اُم المومنین حضرت حفصہؓ

خاندان حضرت عمر بن خطاب کی بیٹی اور نفیل بن عبدالعزیٰ کی حضرت حفصہ بھی قریشیہ ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب لوئی عدی تک پہنچ رہا ہے اور لوئی کی نویں پشت میں رسول اکرم تھے۔ مگر یہ خاندان بی بی حفصہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک ہے۔

ان کی والدہ زینب بنت مظعون تھیں۔ جو مشہور صحابی عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت عمرؓ خلیفہ دوم فاروق اعظم حضرت عمر کی خدمات اسلام حضرت ابوبکر صدیق کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں عمر ایمان لانے سے پہلے جس شدت سے اسلام کے دشمن تھے۔ قبول اسلام کے بعد اتنے ہی خلوص سے انھوں نے اسلام پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں مقابلہ اپنی اپنی ذات کے لئے کبھی نہیں ہاں عشق رسول میں دونوں نے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اکرم نے اصحاب سے فرمایا جو شخص جو کچھ لا سکتا ہے اسلام کے لئے لائے حضرت عمرؓ نے نصف مال بال بچوں کے لئے

ل اثاثہ کا آدھا حصہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ سمجھ رہے
۔ آج میں ابوبکر سے ضرور بازی لے جاؤں گا۔ مگر حضرت ابوبکر بیوی بچوں
ندپہ چھوڑ آئے اور جو کچھ ان کے پاس تھا۔ سب کچھ لاکر رسولِ اکرم کے
ں میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر اقبال نے اس واقعہ کو نظم کر کے اس شعر پر ختم کیا ہے

پروانوں کو چراغ۔ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے، خدا کا رسول بس

پیغمبر اسلام نے حضرت ابوبکر کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

"میں سب کی خدمات کا صلہ دے چکا ہوں۔ مگر ابوبکر کی
خدمات کا صلہ اللہ ہی دے گا۔"

اور صحیح بخاری میں ہے کہ رحلت سے چند روز قبل ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ
ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے۔ اگر
خدا کے سوا کسی کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلامی اخوت
بت افضل ہے۔

عشقِ رسول میں حضرت ابوبکر نے اپنے کو بالکل مٹا دیا تھا۔ خود حضرت
فرماتے تھے کہ "ابوبکر کی اس رات کے بدلے جو انھوں نے رسول اللہ کے
ساتھ غارِ ثور میں بسر کی میں اپنے تمام اعمال دینے کو تیار رہوں۔" حضرت عمر کی
لیری۔ جرأت۔ رعب دبدبہ قریش پر اُن کی نوجوانی ہی میں چھا چکا تھا۔ اور
سول اللہ اُس وقت جب اہل قریش آپ کی راہ میں آئے دن روڑے
ٹکاتے تھے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ "الٰہی ابوجہل اور عمران دونوں

میں سے ایک کو مسلمان کر دے،، اور جب حضرت عمر اسلام لے آئے تو
کو اُن سے بڑی زبردست تقویت پہنچی۔ ابن عباس کی روایت ہے
دن حضرت عمر ایمان لائے اُس دن مشرکین نے کہا کہ آج مسلمانوں
ہم سے سارا بدلہ لے لیا۔ ترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم نے
میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ جنگ بدر کے بعد اسیروں کو
عمر نے قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا تو کلام اللہ کی آیت اُتری۔ لو
من اللہ۔ مسلمانوں کی ماؤں سے پردہ کرنے کو کہا تو پردہ کی آیت اُتر
رسول اللہ نے فرمایا ”عمر دحی ہمارے گھر اُترتی ہے اور تمہیں پہلے سے
ہو جاتا ہے“۔ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ کے خسر تھے۔ اور قریبی ر
یہ عزت عمر کو ۳ ہجری تک حاصل نہ ہوئی تھی۔ حالانکہ حضرت عثمان
حضرت علی مرتضیٰ کو رسول اکرم کی دامادی کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

پہلا نکاح

حضرت عمر کی بیٹی حضرت حفصہؓ کا نکاح خنیس بن
السہمی بن قیس بن عدی کے ساتھ ہوا تھا اور
میاں بیوی سلوک و محبت سے زندگی بسر کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو
مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ اور یہ دونوں بھی مدینہ آگئے (تاریخ کی بعض
میں ان کی ہجرت حبشہ کا بھی ذکر ہے) مدینہ آنے کے بعد جب اہل
مدینہ پر چڑھائی کی تو جنگ بدر میں خنیس بھی شریک ہوئے۔ بعض
لکھ رہے ہیں کہ انھوں نے جنگ اُحد میں بھی شرکت کی تھی۔ او
چند ماہ بعد اُن کا انتقال ہوا۔

اُس وقت بی بی حفصہ کی عمر ۲۱-۲۲ سال کے قریب بتائی جاتی ہے

مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی اور الفاروق میں حضرت حفصہ

۳ھ میں یعنی رسول اللہ کے نکاح کے وقت ۳۵ سال تحریر فرمائی ہے

وقت کے دعویٰ نبوت کے وقت ۲۷ سال اور قبول اسلام کے وقت ۳۲ سال

ہجرت کے وقت ۴۰ سال اور ۳ھ میں ۴۳ سال کے تھے گویا مولانا

کے بیان کے مطابق اپنی بیٹی سے صرف ۸ سال بڑے تھے لیکن باپ بیٹی

میں اس قدر کم فرق ناممکن ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نکاح خنیس

کا بعثت سے قبل ہوا تھا۔ اگر فرض کیا جائے کہ چند روز قبل ہی ہوا تو

میں اُن کے پہلے نکاح کو ۱۶ سال ہو گئے تھے۔ اور پہلے نکاح کے وقت

عمر ۱۴ سال کی تھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اپنے باپ حضرت عمر سے

۱۳ سال چھوٹی تھیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ کو نبوت عطا ہوئی تو حضرت

سال کے تھے۔ ۱۳ سال کی لڑکی تو ماں بن سکتی ہے مگر ۱۳ سال کا لڑکا

بچہ ہی ہوتا ہے۔ باپ نہیں بن سکتا۔ انھیں مورخ نے اسی کتاب کے

اول جلد دوم میں تحریر فرمایا ہے کہ بعثت سے ۵ سال قبل پیدا ہوئی تھیں

۳ھ میں ۲۱ سال کی تھیں گویا حضرت عمر سے ۲۲ سال چھوٹی۔ یہ تحقیق قرین

ہے اور اس حساب سے حضرت حفصہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کی ہم عمر تھیں۔

دوسرا نکاح رسول اللہ سے ۳ھ

خنیس بن حذافہ کے انتقال کے بعد جب بی بی حفصہ کی عدت کا زمانہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر کو اُن کے نکاح ثانی کا فکر ہوا۔ حضرت ابوبکر رسول اکرم کے خسر تھے۔

اگر حضرت عمر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن کی بیٹی کو بھی اُم المو
کا فخر حاصل ہو تو یہ عین فطرتِ انسانی ہے۔ مگر ادب کی وجہ سے سر
کی خدمت میں عرض نہ کرسکے۔ نکاح بیوگان خدا کا حکم تھا اور راد
نکاح مسلمان مقدم اور ضروری سمجھ رہے تھے۔ اور عرب میں یہ دستو
جس شخص کو معزز سمجھتے اس کے پاس اپنی بیٹی کی نسبت لے جاتے
حضرت عمر بی بی حفصہ کے نکاح کی نسبت لے کر پہلے حضرت عثمان
گئے جن کی بیوی حضرت رقیہؓ جو رسول اکرم کی منجھلی صاحبزادی تھیں
فرما چکی تھیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابھی تو میرا ارادہ شادی بیاہ کا
نہیں کئی دن بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا" اگر تمھاری
میں حفصہ کا نکاح تم سے کر دوں"۔ حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے۔

مغربی مورخین کا اعتراض اور اصل واقعہ

مصنفین یورپ لکھ رہے ہیں
"چونکہ حفصہ اپنے باپ کی طرح طبیعت
کی سخت اور مزاج کی بہت گرم
اس لئے ابوبکر اور عثمان نے انکار
کر دیا تھا۔ اور چونکہ دونوں کے انکار سے عمر کی توہین ہوئی تھی اس لئے
غصہ میں بھرے اِن دونوں کی شکایت لے کر محمد کے پاس گئے۔ اور حفصہ
حسین تھیں اس لئے آپ نے نکاح کر لیا۔ اور عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا"
اول تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بی بی حفصہ طبیعت کی ایسی سخت
مزاج کی اتنی گرم تھیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان نے اُن کا نام سنتے

ں پر ہاتھ دھر لیا۔ اور اگر فرض کر بھی لیا جائے جیسا کہ بعض مسلم مورخین نے
ائی مصنفوں کی ہمنوائی بغیر کسی واقعہ کا حوالہ دیئے ان الفاظ میں کی ہے کہ
راج میں آخر تھیں تو حضرت عمرؓ ہی کی بیٹی" اور اُن کی بدمزاجی ثابت کرنے
لئے دو ایک واقعات بھی گھڑ کئے جائیں جیسے کہ اُمہات المومنین کے حالات
یورپین مورخین نے تصنیف کئے ہیں تو اس سے تو رسول اللہ کی کامل انسانیت
ور تصدیق ہوتی ہے کہ مدینہ کی جس عورت کی سخت مزاجی کوئی گوارا نہ کر سکتا
۔ اللہ کے رسول میں ضبط۔ برداشت اور تحمل اور درگذر کی قوت بھی اتنی
دست تھی! اور اس قدر ٹھنڈے مزاج کے تھے کہ آپ نے ان سے نکاح
نا منظور فرما لیا!!

ہوا یہ کہ جب حضرت عثمان نے آمادگی ظاہر نہ کی اور حضرت ابوبکر بھی
اموش ہو گئے تو حضرت عمر اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی
ریشانی کا اظہار کیا کہ بیواؤں کے نکاح ہو رہے ہیں۔ مگر عمر حفصہ کے عقد ثانی
کی فکر سے ابھی تک سبکدوش نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان اور
حضرت ابوبکر کا بھی ذکر کیا کہ وہ خود بیٹی کے نکاح کی خواہش لے کر ان دونوں
کے پاس گئے۔ اور ناکام واپس آئے۔ بے شک سرور عالم نے ہمیشہ یہ کوشش
فرمائی کہ صحابہ کے تعلقات آپس میں خراب ہونے کی نوبت نہ آئے، مگر نہ اس
خیال سے کہ حضرت عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو، نہ اس کشش کے باعث کہ بی بی حفصہ
بہت حسین تھیں، بلکہ اس لئے کہ اُن کے حقوق ہجرت اور اس واسطے کہ
اُن کے پہلے شوہر کی خدماتِ بدر اور اس وجہ سے کہ اُن کے باپ کی خدمات

اسلام بہت رفیع۔ بہت قیمتی اور بہت وزنی تھیں آپ نے شعبان ۳ھ (مطابق نومبر ۶۲۴ء) میں بی بی حفصہ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت عمر نے جب اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا "حفصہ کی شادی اس سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ سے بہتر ہے" چنانچہ بی بی حفصہ کا نکاح آپ سے ہوا۔ اور آپ کی منجھلی صاحبزادی اُم کلثوم کا دوسرا نکاح حضرت عثمان سے ہوا۔

اور یوں حضرت ابوبکر کی طرح حضرت عمر کو بھی رسول خدا کا نسبتی فخر حاصل ہو گیا۔

بی بی حفصہ کے اِس نکاح کے چند روز بعد حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا "تم اُس دن کی بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ حضرت حفصہ کا ذکر فرما چکے تھے۔ اور میں آپ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ اگر آپ کا خیال مجھے معلوم نہ ہوتا تو میں ضرور تمہاری خواہش پوری کرتا" یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ اور اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اصحاب کی پریشانیوں کا پہلے ہی سے کس درجہ خیال رہتا تھا۔

شہد اور افشائے راز کے واقعات ۹ھ

رسول اکرم لڑکپن سے شہد بہت شوق سے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن جب اُم المومنین بی بی زینب کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا ان کے حجرے میں آپ وقت مقررہ سے کچھ زیادہ ٹھہرے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے اِسے محسوس کیا۔ بخاری اور مسلم میں یہ روایت بیان

ـا گئی ہے کہ جب آپ بی بی زینب کے حجرے سے تشریف لائے تو اُن
ـوں نے جیساکہ آپس میں پہلے طے کر چکی تھیں کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر
بُو آتی ہے (شہد کی مکھیاں مغافیر کے پھولوں سے شہد چوستی ہیں) دوسری
ایت اِس طرح ہے کہ ایک دن رسول اللہ حفصہ بنت عمرؓ کے پاس گئے
معمول سے زیادہ ٹھیرے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ مجھے غیرت آئی اور
ـنے اِس کا سبب دریافت کیا تو کسی نے مجھ سے کہا کہ حفصہ کو کسی عورت
تھوڑا سا شہد بھیجا تھا۔ اُس کا شربت حفصہ نے آپ کو پلایا ہے۔ اس وجہ
دیر ہو گئی۔ میں نے سودہ بنت زمعہ سے کہا۔ جب آنحضرت تمہارے پاس
ـیں تو کہنا کہ دہن مبارک سے مغافر کی بُو آتی ہے۔ میں بھی یہی کہوں گی ۔
ـرا اے صفیہ تم بھی یہی کہنا چنانچہ جب آپ سودہ کے ہاں تشریف لے گئے تو
ـھوں نے یہی کہا۔ رسول اللہ نے جواب دیا "مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا
ہے" پھر آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے بھی یہی کہا۔ اور جب صفیہ
کے ہاں گئے تو انھوں نے بھی یہی الفاظ دوہرائے۔ اُس وقت" (اور پہلی روایت
کے مطابق جب حضرت عائشہ اور پھر حضرت حفصہ نے کہا تو اُن کی خوشی کی
خاطر اُس وقت) "آپ نے قسم کھائی کہ آیندہ آپ شہد نہ کھائیں گے"۔

گناہ اُن چیزوں کا استعمال ہے جن کی خدا نے ممانعت فرمادی ہے
لیکن جن چیزوں کی اجازت ہے اگر وہ استعمال نہ کی جائیں تو کوئی حـ
ہاں اگر اُن چیزوں کو اپنے اوپر ممنوع قرار دے لیا جائے تو ـ
ـرت کا حوالہ دیا
ـک بیان کا مفہوم
ہو گئی ہوئی نہیں۔

ـلہ صحیح بخاری پارہ ۲۲

نکلتا ہے۔ حالانکہ اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر آپ نے شہد چھ
کی قسم کھائی تھی۔ لیکن خدا کی طرف سے آپ کو اس کی اجازت نہ
اور سورۂ تحریم نازل ہوئی۔ ترجمہ یہ ہے۔
اے نبی اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے اُس چیز کو کیوں حرا
کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہے۔ اللہ بخشنے
والا مہربان ہے (آیت پہلی)
تحقیق اللہ نے تمہارے واسطے تمہاری قسموں کا کھول
مقرر کر دیا ہے۔ اور اللہ تمہارا دوست ہے۔ اور جاننے وا
حکمت والا ہے۔ (دوسری آیت)
پہلی آیت شہد کے متعلق ہے اور دوسری قسم کے بارے میں
(قرآن مجید سورۂ مائدہ آیت ۸۹ کی رو سے) قسم کا کفارہ۔
کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ایک قیدی کو چھڑانا یا تین دن متواتر روزے ر
انھیں دنوں میں رسول اللہ نے کسی بیوی سے کوئی راز
تھی۔ جو انھوں نے کسی دوسری پر ظاہر کر دی۔ سورۂ تحریم کی
اس بارے میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔
اُس وقت جبکہ نبی نے اپنی بعض ازواج میں سے کسی
سے کے واسطے کی بات کہی اور اس عورت نے وہ راز افشاء کر دیا۔ اور خدا نے
ان سے کے بیٹیم نے تم کو اس کی اطلاع دی۔ اور تم نے کچھ حصہ ان سے
اور حضرت حفصہ کچھ چھوڑ دیا۔ پس پوچھا اس عورت نے کہ آپ کو کہاں سے

خبر ہوئی۔ تم نے کہا مجھے خدائے علیم نے خبر دی ہے"۔
اس تیسری آیت کے متعلق علامہ راشد الخیری حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات میں لکھ رہے ہیں کہ "کلام اللہ کی اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسالت مآب نے کسی بیوی سے کوئی بات کہی جو اس نے دوسری سے کہہ دی۔ درحقیقت اسلام کو جس طرح مرد کی اصلاح کرنی تھی اسی طرح عورتوں کی بھی اور ناشد ضرورت تھی کہ اس غلطی پر کلام اللہ کا فیصلہ صادر ہوتا تاکہ عورتوں کو معلوم ہو جاتا کہ جب اپنی غلطی سے امہات المومنین قابل خفگی ٹھہریں تو اس سے ہم کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں تین سو برس بعد جب بخاری کی ترتیب شروع ہوئی اس وقت ام المومنین کے خلاف یہ طومار باندھا گیا"۔

"محمد دی ہولی پرافٹ" میں حافظ غلام سرور لکھ رہے ہیں "وہ راز کیا تھا کسی کو نہیں معلوم سوائے طرفین کے اور خدا کے مفسرین کا بیان آسمانی صحیفہ کی صداقت تو ہے نہیں۔ قیاسات ہیں۔ (جو صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی) مگر جس بیوی سے راز کہنے کو فرمایا گیا تھا۔ وہ بی بی حفصہ تھیں اور راز تھا کسی دوسری بیوی کے متعلق۔ بی بی حفصہ سے کہا گیا تھا کہ اس راز کو فاش نہ کریں مگر انھوں نے بی بی عائشہ سے کہہ دیا"۔
حافظ صاحب نے اس سلسلہ میں "ایک مفسر" کی تشریح کا حوالہ دیا ہے اور یہ مفسر مشہور متعصب مورخ ولیم میور ہے۔ اس کے بیان کا مفہوم ہے کہ "ایک دن جب حضرت حفصہ اپنے والد کے گھر گئی ہوئی تھیں۔

اور اُن کے گھر میں رسول اللہ تشریف رکھتے تھے کہ ماریہ قبطیہ آئیں (
عزیز مصر نے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اُن سے ایک فر
ابراہیم پیدا ہوئے تھے) رسول اللہ ماریہ قبطیہ کے ساتھ تھے کہ ا
بی بی حفصہ لوٹ آئیں اور اُس وقت تک باہر انتظار کرتی رہیں جب
کہ ماریہ واپس چلی نہیں گئیں۔ اِس پر بی بی حفصہ کو بہت غصہ آیا
انھوں نے رسول اللہ سے یہ وعدہ لے لیا کہ آپ ایک خاص مدت
ماریہ پر التفات نہ فرمائیں گے۔ بی بی حفصہ نے بھی آپ سے وعدہ کیا
کسی سے اِس کا ذکر نہ کریں گی۔ مگر وہ اس راز کو رکھ نہ سکیں۔ اور
آکر بی بی عائشہ سے کہہ دیا۔"

یورپین مورخین نے اس واقعہ کے بیان میں بغیر کسی مستند حو
بیہودہ باتیں لکھ کر افترا پردازی کی حد کر دی ہے۔ علماء شیعہ کہتے ہیں
نے پیغمبر کا راز افشا کیا بعض مورخین و مفسّرین یہ لکھتے ہیں کہ راز کا تعلق
حفصہ ہی سے ہے اور انھوں نے باوجود رسول اکرم کی تاکید کے حضرت
عائشہ پر افشا کر دیا تھا۔ راز افشا کرنے والی بیوی کون تھیں اور جن پر
راز افشا کیا گیا وہ کون تھیں اُن کے نام نہ اللہ نے بتلائے نہ اللہ کے ر
اور کسی کو نہیں معلوم کہ ازواج مطہرات میں سے وہ دونوں کون سی
اس صورت میں کسی کو حق نہیں کہ اپنی طرف سے نام لے۔ بی بی حفصہ اور
بی بی عائشہ کے نام محض قیاسات ہیں۔ جن کی کوئی شہادت نہیں
سورۂ تحریم کی چوتھی آیت اُسی راز کے متعلق ہے جس کا ترجمہ یہ

"اگر تم دونوں خدا سے توبہ کرتی ہو کیونکہ پہلے ہی تمہارے دل پھر گئے ہیں۔ (تو بہت اچھا ہوگا)۔

"لیکن اگر (اس کے خلاف نبی کے مقابلہ میں) ایک دوسرے کی مدد کروگی تو یقیناً خدا پیغمبر کی حفاظت کرنے والا ہے اور جبرئیل اور مسلمانوں میں نیک لوگ اور فرشتے اس کے مددگار ہیں"

(پانچویں آیت میں ارشاد ہے۔

"نبی اگر سب عورتوں کو طلاق دے دیں تو تمہارا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے میں اس کو تم سے بہتر بیویاں دے گا۔ (کیسی بیویاں جو) مسلمان مومن فرماں بردار توبہ کرنے والیاں عبادت گذار، روزہ دار بیوہ اور کنواری ہوں گی"۔

واقعہ تخییر ۹ھ

انہی دنوں کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے تخییر۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان تنگی ترشی سے گذارہ کر رہے ہیں فتح مکہ سے ان کی حالت بہتر ہوگئی ہے کھانے کی جگہ کھانا ہے۔ کپڑے کی جگہ کپڑا۔ آسودگی ہے۔ فارغ البالی ہے۔ رفع الحالی ہے۔ مال واسباب بھی اُن کے گھروں میں ہے۔ اور لونڈی غلام بھی۔ مگر اللہ کے رسول کے گھر میں اب بھی اللہ کا نام ہے۔ وہی عسرت و قلاکت۔ وہی تنگدستی اور مفلسی۔ ازدواج مطہرات میں کسی کے پاس لونڈی ہے نہ غلام۔ سب کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی ہیں۔ اُن کے پاس سونے کا زیور ہے اور نہ بھڑکیلے کپڑے۔ تن ڈھانکنے کو بس ایک ایک

جوڑا ہے۔ اُن کے پاس زیبائش کی چیزیں ہیں نہ اُن کے گھروں میں اسا
کا سامان !!

رسول اکرم کے بعد حضرت عائشہ فرماتی ہیں " ہمارے چولھے میں ا
ایک مہینے آگ روشن نہ ہوتی تھی۔ پانی اور کھجوروں پر ہمیں گذارہ کرنا پڑ
اُنھیں کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ

" اللہ کے رسول کو کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ مسلسل دو
وقت گیہوں کی روٹی ملی ہو "

جب مدینہ کی مسلمان بیبیاں آسودگی سے رہنے سہنے لگیں اُس و
بھی نبی کی بیویاں جفاکفاکر کے زندگی گذار رہی تھیں۔ منافقین ہمیشہ ا
کو نقصان پہنچانے کی تاک میں لگے رہتے تھے۔ اُنھوں نے ہی چار سال پہ
عائشہ صدیقہ پر بہتان عظیم اٹھایا تھا۔ اصابہ کا بیان ہے کہ منافقین میں
اُم جُلدح رسول اللہ کی بیویوں کو بھڑکانے کے فکر میں رہتی تھیں۔ اُن کے اُ
پر یا خود ہی ازواج مطہرات کو کچھ بہتر آسائش کی زندگی گذارنے کا خیال پ
اگر خود ہی اُن کو خیال آیا تو بھی ضرور آسکتا تھا۔ وہ پیغمبر نہیں پیغمبر کی ب
تھیں بشریت غالب آگئی اور توسیع نفقہ کا ایک دن مطالبہ کر دیا۔ رسول
کو یہ بات پسند نہ آئی اور عہد کیا کہ آپ ایک ماہ تک کسی بیوی سے نہ ملیں
یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ گھوڑے پر سے گر پڑے تھے اور پشت پر درخت کی
خراش آگئی تھی۔ بی بی عائشہ کے حجرے کے قریب بالاخانہ تھا اسی میں[1] ...

[1] مورخین کا ایک بیان ہے کہ ماریہ قبطیہ کے بالاخانہ پر قیام فرمایا

ہینہ گذارا اور کسی بیوی سے نہ ملے۔ صحابہ کو اندیشہ ہوا کہیں آپ نے
ں کو طلاق تو نہیں دے دی۔ صحیح بخاری پارہ ۲۰ میں ہے کہ حضرت عمر پر
کے پڑوسی انصاری نے یہ اندیشہ ظاہر کیا۔ صبح حضرت عمر نے مسجد نبوی میں
ماز پڑھی۔ رسول اللہ نماز سے فارغ ہو کر بالاخانہ پر تشریف لے گئے اور
رت عمر اپنی بیٹی حضرت حفصہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں۔
وہ مسجد نبوی میں آئے تو صحابہ کو خاموش اور رنجیدہ دیکھا۔ اب وہ خدمت
ں میں حاضر ہوئے اور حضرت رنج سے کہا کہ رسول اللہ کو اُن کے آنے
اطلاع کر دیں۔ آپ خاموش رہے تو حضرت عمر نے ذرا زور سے کہا "میں
صہ کی سفارش کرنے نہیں آیا۔ خدا کے رسول کا حکم ہو تو میں حفصہ کی
ردن اُڑا دوں"۔ آپ نے حضرت عمر کو بلا لیا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: "میں
مد گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ بورئیے پر لیٹے ہوئے ہیں اور سر کے
یچے تکیے میں چھوارے کے درخت کی کتری ہوئی چھال ہے۔ اور ایک طرف
ٹھی بھر جَو رکھے ہوئے ہیں۔ جسم مبارک پر بورئیے کے نشانات دیکھ کر میری
آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے میرے رونے کی وجہ دریافت کی۔ میں نے
عرض کیا کہ اس سے زیادہ رونے کا اور کونسا موقعہ ہو گا کہ قیصر و کسریٰ دنیا
کا لطف اٹھائیں اور اللہ کے رسول کی یہ حالت ہو"
فرمایا "تم کو یہ پسند نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت"۔ اس کے
بعد حضرت عمر نے دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ کے رسول نے اپنی بیویوں
کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا "نہیں"

حضرت عمر نے مسجد نبوی میں آکر مسلمانوں کو یہ خوشخبری سنائی۔
مدتِ ایلا یعنی ایک مہینہ گذر گیا۔ آپ بالا خانہ سے اُتر آئے ا
آیت تخییر نازل ہوئی۔

یٰا یھا النبی قل لازواجك .. - .. اجراً عظیما

"اے نبی تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر دنیا کی زندگی اور
اس کی زینت کی طلب گار ہو تو میں تم کو یہ چیزیں دے دلا کر رخصت
کر دوں اور ہنسی خوشی چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے
رسول اور آخرت کی طلب گار ہو تو اللہ نے نیک بیویوں کے لئے
بڑے اجر مقرر کئے ہیں" سورۂ احزاب آیۃ ۲۸ و ۲۹

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے "اور اگر تم دنیا
اور اس کی رونق پر ریجھی ہوئی ہو تو آؤ میں تمھیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا
اور اگر تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے خدا کی خوشی اور رسول کی رضامندی چا
اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گذار
اللہ تمھیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا"

گویا اب آپ کی بیویوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ اگر وہ دنیا چاہتی
تو رسول اللہ اُن کو رخصتی جوڑے دے کر علٰحدہ کر دیں اور وہ آسائش و آ
کی زندگی بسر کریں۔ لیکن دوسری صورت یہ ہے کہ اگر انھیں آخرت درکار
تو نیکوں کے لئے بڑے بڑے انعامات ہیں۔

آپ نے پہلے بی بی عائشہ کو یہ آیتیں سنائیں اور اُن سے یہ بھی ارشاد

تمہاری جو مرضی ہو اپنے والد سے پوچھ کر بتاؤ۔ انھوں نے عرض کیا "مجھے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مجھے خدا اور رسول اور آخرت پسند ہے" پھر بی بی حفصہ سے ارشاد فرمایا۔ انھوں نے کہا "مجھے دنیاوی آسائش کی ضرورت نہیں۔ خدا اور اُس کے رسول کی ضرورت ہے" باقی بیویوں نے بھی یہی جواب دیا۔

تفسیر ابن کثیر میں مسند احمد کے حوالہ سے ہے کہ آنحضرت اندر تشریف رکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنھیں آپ نے یاد فرمایا تھا آ گئے۔ دیکھا کہ ازواج مطہرات آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ حضرت عمر نے کہا۔ دیکھو میں پیغمبر خدا کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ کاش آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا۔ میرے پاس تھا نہیں۔ جب زیادہ ضد کرنے لگیں تو میں نے گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی آپ ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔ یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ ابوبکر عائشہ کی اور عمر حفصہ کی طرف اُٹھے۔ وہ تو خیر گذری کہ رسول اللہ نے روک لیا ورنہ عجب نہیں۔ دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے ــــــ اب سب بیبیوں نے کہا ہم حضور کو آئندہ کبھی تنگ نہ کریں گے۔ اب یہ آیتیں اُتریں اور دنیا اور آخرت کی پسندیدگی میں اختیار دیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت عائشہ سے پھر بی بی حفصہ سے پھر باقی بیویوں سے دریافت فرمایا۔ سب نے خدا رسول اور آخرت کو پسند کیا۔

خصائل و فضائل

مصری مورخ محمد حسین ہیکل اپنی تالیف "ابوبکر" میں حضرت عائشہ کی یہ روایت نقل کر رہا ہے

کہ جب میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ ابو بکر بہت رقیق القلب انسان ہیں آپ کی جگہ وہ نماز پڑھانے کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے اور لوگوں کی نماز میں خلل پڑے گا۔ آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا،" آپ نے یہ سن کر پھر فرمایا کہ ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں اس پر میں نے حفصہ سے کہا ابو بکر رقیق القلب ہیں وہ نماز میں رونا شروع کردیں گے تم رسول اللہ سے کہو کہ ابو بکر کی جگہ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں چنانچہ حفصہ نے جا کر یہ بات آپ سے کہہ دی اس پر آپ نے فرمایا۔ تم وہی عورتیں ہو جنھوں نے یوسف کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ ابو بکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حفصہ نے مجھ سے کہا تم نے مجھے ناحق شرمندہ کرایا"

بی بی حفصہ پڑھی لکھی تھیں۔ حافظ قرآن تھیں۔ قرآن میں تعلیم نسواں کا چرچا سب سے زیادہ حضرت عمر کے خاندان میں تھا۔ حضرت اپنی بہن فاطمہ کے گھر میں ایمان لائے تھے۔ جب وہ بہن کے گھر پہنچے تو فاطمہ اور اُن کے شوہر سعید بن زید جو مسلمان ہو چکے تھے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔

حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں قرآن مجید کا جو نسخہ جمع کیا گیا وہ حضرت حفصہ کی امانت تھا۔ حضرت زید بن ثابت نے کل قرآن مجید کو جمع کر لیا تھا۔ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ سے منگا کر اُس کی نقلیں کروائیں

رے مقامات کو بھیجیں اور پھر اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا۔ مدینہ
حاکم جب مروان ہوا تو اس نے حضرت حفصہ سے اصل نسخہ لینا چاہا مگر ام المومنین
ہونے سے انکار کر دیا۔ اُن کے بعد اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر سے
وان نے اصل نسخہ لے کر ضائع کر دیا۔

رسول اکرم کی وہ انگوٹھی جس سے آپ خطوط اور احکام پر مہر فرمایا کرتے
تھے آپ کے بعد حضرت ابوبکر کو ملی اس کے بعد حضرت عمر کو۔ جب حضرت عمر
کی رحلت کا وقت آیا تو انھوں نے وہ انگوٹھی حضرت حفصہ کے پاس رکھوا
دی تھی کہ ان کے بعد جو خلیفہ منتخب کیا جائے اُسے دے دیں۔

بی بی حفصہ چیونٹی کے کاٹے کا منتر جانتی تھیں جو انھوں نے رسول اکرم
کے ارشاد کے مطابق شفا بنت عبداللہ سے سیکھا تھا۔

جس طرح خلیفہ اوّل و دوم آپس میں ایک دوسرے کے سچے دوست
تھے اسی طرح ان کی بیٹیاں بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ ایک دوسرے کی
غمگسار اور ہمدرد تھیں۔ بعض مصنفین یورپ لکھ رہے ہیں کہ اُن دونوں میں
آپس میں سخت رقابت تھی مگر ان کے فن تاریخ نویسی کی داد دینی چاہیے کہ
وہ خود بعض ایسے واقعات لکھ رہے ہیں جس سے اس بیان کی تردید ہوتی ہے
اُمہات المومنین سے ہم کسی مافوق الفطرت بات کی توقع نہیں کرتے۔ سوکن
کا جلاپا فطرتِ نسوانی ہے اور ایک دوسرے سے رشک یقیناً اُن میں بھی تھا۔
اس لئے کہ وہ بشر تھیں۔ بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ میں بھی ایک دوسرے
سے رشک تھا اور ضرور تھا مگر نہ ایسا رشک جسے دشمنی کہا جائے۔ اُن دونوں

میں کس قدر اتفاق تھا اس کا اندازہ شہد۔ افشائے راز۔ اور تخییر کے واقعات سے کیا جا سکتا ہے علاوہ اس کے تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جنگ جمل میں جب حضرات طلحہ اور زبیر نے حضرت عائشہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا تو بی بی حفصہ بھی بی بی عائشہ کے طرفداروں میں سے تھیں مگر بعد میں اُن کے بھائی عبداللہ اُن کو لے آئے تھے۔

اُمہات المومنین سرور کائنات کی رسالت کی تعظیم کرنے اور آپ کے شوہر ہونے کی حیثیت کا ادب و لحاظ رکھنے کے ساتھ بشریت سے خالی نہ تھیں بلکہ معاملات میں وہ بے تکلفی کے ساتھ آپ سے گفتگو فرماتی تھیں۔

سورۂ تحریم کی تفسیر پارہ ۲۰ صحیح بخاری میں ابن عباس کے حوالہ سے فاروق اعظم کا بیان ہے کہ جہالت کے زمانہ میں ہم اپنی عورتوں کی کچھ پروا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے اُن کے حقوق اور فرائض متعین کئے (یعنی اسلام سے قبل عورت کی کوئی وقعت نہ تھی) ایک دن میری بیوی نے میرے معاملات میں دخل دیا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو وہ کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا میں کچھ ہی کرتا ہوں تم دخل دینے والی ہوتی کون ہو۔ میری بیوی نے کہا ابن خطاب تم بھی خوب ہو۔ تم کو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں تم سے کچھ پوچھوں اور تمہاری بیٹی (حفصہ) جو پیغمبر صاحب سے پوچھ گچھ کرتی ہے۔ یہ سُن کر میں چونک پڑا اور اُسی وقت حفصہ کے ہاں گیا اور اُسے ڈانٹا کہ تم رسول سے جھگڑتی ہو۔ خبردار آیندہ ایسی بات نہ سنوں۔ مجھے ڈر ہے کہیں اللہ اور اُس کے رسول کے غصہ میں تمہاری پکڑ نہ ہو۔ پھر میں اپنی ایک رشتہ

اُم سلمہ کے پاس گیا (وہ بھی رسول اکرم کی بیوی تھیں) اور اُن سے بھی یہ ہی گفتگو کی۔ انھوں نے کہا "اے خطاب کے بیٹے تم عجیب آدمی ہو ہر معاملہ میں تم دخل دیتے ہو یہاں تک کہ رسول اللہ اور آپ کی بیویوں کے معاملات میں بھی" حضرت عمر بیان کرتے ہیں مجھے ندامت ہوئی اور میں واپس آگیا۔

یہ معلوم ہونے پر کہ مال غنیمت آیا ہے اپنے باپ حضرت عمر خلیفۂ وقت کے پاس ایک دن بی بی حفصہ آئیں اور کہا امیر المومنین میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں اس مال میں سے مجھے ملنا چاہیئے حضرت عمر نے کہا بے شک تم کو خاص میرے مال میں سے ملنا چاہیئے مگر یہ تو عام مسلمانوں کا مال ہے"

بی بی حفصہ اختلاف کو ناپسند کرتی تھیں بخاری میں ہے کہ جنگ صفین کے بعد بی بی حفصہ کے بھائی عبداللہ بن عمر گوشہ نشین رہنا چاہتے تھے بی بی حفصہ نے ان سے کہا کہ شرکت میں تمھیں فائدہ تو کچھ نہ ہوگا مگر تمھیں اس وجہ سے شریک رہنا چاہیئے کہ لوگ منتظر ہوں گے اور تمھاری خانہ نشینی سے ہو سکتا ہے کہ اُن میں اختلاف رونما ہو جائے۔

سنن ابوداؤد میں ہے "حضرت عائشہ فرماتی ہیں" حفصہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔ یعنی جس طرح حضرت عمر ہر معاملہ میں راسخ الارادہ ہیں اسی طرح بی بی حفصہ۔

اُم المومنین بہت روزے رکھنے والی، شب بیدار، عبادت گذار اور پرہیزگار تھیں۔ دروازے تک آتے ہوئے ہچکچاتی تھیں۔ رسول اللہ کے بعد ملنا جلنا کم کر دیا تھا۔

حدیثیں اُم المومنین حضرت حفصہ سے ۶ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں
چند حدیثوں کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ حدیثیں صحیح بخاری میں ہیں

(۱) بی بی حفصہ کہتی ہیں۔ ایک دن میں نے رسول اللہ کا بستر ...
کر کے بچھایا کہ ذرا گدگدا ہو جائے۔ آپ نے پسند نہ فرمایا۔

(۲) فرماتی ہیں "ہم اپنی جوان عورتوں کو عیدین میں جانے سے ...
تھے۔ ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں اُتری اور اُس نے اپنی ...
کہا کہ میرے شوہر نے رسول خدا کی بارہ لڑائیوں میں شرکت کی۔ چھ میں ...
بھی ساتھ تھی۔ ہم زخمیوں کی تیمارداری کرتے تھے۔ اُس کی بہن نے ...
سے پوچھا ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو اُسے باہر نکلنے میں کچھ حرج ...
فرمایا۔ اس کے ساتھ والی اپنی چادر اُسے اُڑھا لے۔" (پارہ ۲)

(۳) فرماتی ہیں۔ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اور رسول ...
اجازت نہیں لی۔ جب میری باری کا دن آیا تو میں نے عرض کیا کہ ...
لونڈی کو آزاد کر دیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا واقعی تم آزاد ...
ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس لونڈی کو اپنے ...
کو دے دیتیں تو اس میں تم کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا" (پارہ ...)

(۴) بی بی حفصہ سے اُم عطیہ کی روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ...
بیعت کی۔ آپ نے ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ (پارہ ۲۹)

(۵) فرماتی ہیں ایک دن رسول اللہ بیٹھے ہوئے تھے اور ذرا ...
سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ ابوبکر آئے تو اندر آنے کی اجازت دے دی ...

ان کو بھی اجازت دے دی پھر اور اصحاب آئے تو ان کو بھی اجازت مل گئی اور آپ اسی طرح بیٹھے رہے مگر جب عثمان آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو رسول خدا نے کپڑا اُٹھا کر اپنی رانوں پر ڈال لیا۔ جب سب چلے گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور اصحاب آئے تو آپ اسی طرح بیٹھے رہے رانوں کو نہیں چھپایا مگر جب عثمان آئے تو آپ نے رانوں پر کپڑا ڈال لیا یہ کیا بات ہے رسول اللہ نے فرمایا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں؟

رحلت بی بی حفصہ نے انتقال سے کچھ قبل صدقہ دیا ابن اثیر کے بیان کے مطابق جمادی الاول سنہ ۴۱ھ میں رحلت کی لیکن ابن سعد لکھتے ہیں کہ شعبان سنہ ۴۵ھ میں اور تیسری روایت کے مطابق سنہ ۴۷ھ میں رحلت فرمائی۔

مزار اُم المومنین کے حالات میں مورخین لکھ رہے ہیں کہ حاکم مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی عبداللہ بن عمر اور ان کے لڑکوں نے قبر میں اُتارا لیکن اس کتاب کے مؤلف کی تحقیق اس کے برخلاف یہ ہے کہ بی بی حفصہ رسول اکرم کی زوجۂ مطہر کا مزار مدینہ میں نہیں دمشق میں ہے۔ راقم الحروف عراق و لبنان کی سیاحت کرتا ہوا اپنے بڑے بیٹے سعد راشد الخیری کے ساتھ دمشق دوسری دفعہ ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۵۶ء کو پہنچا تو اُم المومنین کے مزار اقدس پر بھی حاضر ہوا۔ باب الصغیر دمشق کا پرانا تاریخی قبرستان ہے جہاں امہات المومنین رسول اکرم کے کئی صحابہ اور اہلبیت کی اولاد میں سے کئی مقتدر شخصیتوں کے مزارات ہیں جادۂ اہلبیت کے مقابل سڑک کی دوسری طرف ایک اور قبرستان ہے جس میں ایک مزار کا بلند گنبد دور سے نظر آتا ہے یہی حضرت حفصہ

کا مزار ہے اور بی بی سکینہ اور بی بی زینب صغرا کے مقبرہ سے کوئی دو فرلا
کے فاصلہ پر ہوگا۔ اس کی چوڑائی لمبائی چار پانچ گز کے قریب ہے۔ پتھروں سے
پختہ بنا ہوا ہے۔ اندر فرش خوش نما ٹائلز چپس کا ہے قبر چونے مٹی کی ہے
سفیدی ہو رہی تھی اور سرہانے کالا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ دروازہ پر یہ اشعار
سنگ مرمر پر کندہ ہیں۔

زر ضریحاً فیہ حلت حفصۃ زوجۃ المختار بل خیر البشر
وھی بنت السید الفاروق من ایدالاسلام بالسیف عمر
سنہ ۱۳۲۵ھ

مفہوم ان اشعار کا یہ ہے کہ زیارت کرو اس قبر کی جو ابدی آرام گاہ
حفصہ کی جو انسانوں میں سب سے بہتر المختار کی بیوی تھیں اور حضرت
فاروق کی بیٹی تھیں جنہوں نے اسلام کی توسیع کی۔ اشعار کے نیچے ۱۳۲۵ھ
کندہ تھا جس کا مطلب تھا کہ اس سال پھر سے تعمیر ہوئی۔
اُم المومنین کی رحلت کے تیرہ سو چار سال بعد یہاں فاتحہ کے لئے
آنے والوں سے پیسے وصول کرنے والے مجاور یا متولی کے بیٹھنے کی جگہ نہیں
ہے اس لئے یہ خیال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ ذریعہ معاش بنانے کے لئے
مزار تعمیر کیا گیا۔ لیکن اُم المومنین حفصہ دمشق کب اور کیوں تشریف لائی
تھیں تاریخی کیا روایتی کوئی بیان بھی ہمیں نہ مل سکا ہاں سلطان ترکی کے زمانہ
سے اس کی تعمیر ہونے سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ تحقیق کے بعد ہی سلطان
کی طرف سے مرمت یا تعمیر ہوئی ہوگی۔

(۵)

ام المومنین حضرت زینب ہلالیہ ام المساکین

نام وخاندان زینب نام بیٹی حزیمہ بن حارث کی یہ چھٹی پشت میں تھیں ہلال کی۔ جس کے نام سے قبیلہ بنو ہلالیہ مشہور ہے ان کی ماں ہندہ بن عوف تھیں۔ رسول اللہ صلعم کے چاروں نکاح جو اُن سے پہلے ہوئے آپ کے خاندان یعنی قریش میں ہوئے تھے یہ پہلی غیر قریشیہ ہیں جو آپ کے نکاح میں آئیں۔

غیر قریشیہ ازواج مطہرات کا شجرۂ نسب آیندہ صفحہ پر ہے۔

لقب قبیلہ بنو ہلال میں سے ہونے کی وجہ سے ہلالیہ کہلاتی تھیں اور چونکہ نہایت رحمدل اور غربا پرور تھیں اور مساکین کی مدد کرنے پر ہر وقت تیار رہتی تھیں اور محتاجوں مصیبت ماروں کے ساتھ ہمیشہ سلوک کرتی اور انھیں کھانا کھلاتی تھیں۔ اس لئے "ام المساکین" ان کا لقب پڑ گیا اور نام سے زیادہ مشہور ہوا۔

پہلے تین شوہر اُن کا پہلا نکاح طفیل بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا اُس نے طلاق دے دی تو دوسرا نکاح ہوا

رسول اللہ کی غیر قریشیہ ازواج مطہرات کا شجرہ (۳)

قبیلہ بنو ہلالیہ

صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن

- عامر
- ہلال
- عبد مناف — عبداللہ
- عمرو — رویبہ
- عبداللہ — ہزم
- حارث — بجیر
- خزیمہ — حزن
- (۵) زینب ام المساکین — حارث
  - بیوہ — سنہ ہجری
- (۱۱) بی بی میمونہ
  - بیوہ — سنہ ہجری

قبیلہ بنو مصطلق

جذیمہ المعروف بہ مصطلق

- مالک
- عائذ
- حبیب
- ابی ضرار
- حارث
- (۸) برہ یعنی بی بی جویریہ
  - ۵ بیوہ
  - سنہ ہجری

بن حارث سے جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔
یہ دونوں رسول اکرمؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔
تیسرا نکاح رسول اللہ صلعم کے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش سے
مگر ان کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور وہ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

چوتھا نکاح رسول اللہ سے ۳ ہجری

تیسرے شوہر کے داغ مفارقت دینے کے بعد اب ان کا کوئی سر دھرا نہ تھا۔
احد کی لڑائی میں ۷۰ مجاہد شہید ہوئے تھے اور مدینہ کی مسلم خواتین میں جنگ احد کے بعد نصف کے قریب تھیں۔ بیواؤں کو جن کا کوئی سہارا نہ تھا اپنی حفاظت کے لئے اسلام نے تنہا نہیں چھوڑا بلکہ مسلمان اُن سے نکاح کر کے اُن کی بے کسی اور کس مپرسی دور کر رہے تھے۔
مسلمانوں کو ترغیب عمل دینے کے لئے رسول اللہ صلعم نے خود بے سہارا بے یار و مددگار بیواؤں کو اپنے نکاح میں لیا اور آپ کو دیکھ کر مسلمانوں نے بیواؤں سے خوشی خوشی نکاح کئے۔
بی بی زینب ہلالیہ کے رشتہ دار اس قابل تھے بھی نہیں کہ اُن کی کوئی مدد کر سکتے۔ اُن کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی جہاں عزت آبرو سے اطمینان کا سانس لے سکتیں۔ اُن کے دوسرے شوہر جنگ بدر میں شہید ہوئے اور تیسرے جنگ اُحد میں۔ اسلام کی خاطر یکے بعد دیگرے دونوں نے سر کٹا کر اُن کو چادر بیوگی اڑھائی۔ مدینہ ہجرت کی تکالیف کے بعد پیہم صدمات کی تلافی یہی ہو سکتی تھی کہ رسول اکرمؐ خود اُن کو اپنے نکاح میں لائیں۔ چنانچہ

رمضان سنہ ۳ ہجری میں جب سنہ ۶۲۶ عیسوی تھا۔ اُن کا چوتھا نکاح
کائنات سے ہوا اُس وقت اُن کی عمر بعض مورخین نے ۳۱ اور بعض
۴۸ سال بتائی ہے۔

رحلت ڈاکٹر اسپرینگر لکھتا ہے کہ فروری سنہ ۶۲۵ء میں شادی ہو
۳۰ سال کی عمر میں سنہ ۶۲۷ء میں انتقال ہوا۔ اسی ح
ولیم میور نے لکھا ہے کہ زینب بنت خزیمہ نے رسول سے نکاح کے د
رحلت کی۔ یہ دونوں بیان خلاف تاریخ ہیں۔ ان کا دور رسول اکرم
زیادہ سے زیادہ تین ماہ رہا کہ پیام موت آگیا۔ نماز جنازہ سرور کائنات
پڑھائی اور خود ہی قبر میں اتارا۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئ
بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بعد بی بی زینب ہلالیہؓ اُم المساکین
کی دوسری بیوی تھیں۔ جن کا آپ کے سامنے انتقال ہوا تھا۔

(۶)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ

نام و نشان
نام ہند۔ کنیت اُم سلمہ۔
نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہوئیں۔
ان کے باپ تھے ابو اُمیہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن لقظہ بن
...پوتے تھے عدی کے اور عدی پوتے لوئی کے جو آٹھ واسطوں سے جدِ اعلیٰ
رسول اللہ کے۔
بی بی اُم سلمہ کے باپ ابو اُمیہ قریش کا ایک مشہور فیاض اور بہادر
...دار تھا۔ اور جب سفر میں جاتا تو قافلہ والوں کا خرچ اُٹھاتا تھا۔
اُن کی ماں عاتکہ بیٹی تھیں عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ کنانی کی۔
اس طرح بی بی اُم سلمہ باپ کی طرف سے قریش اور ماں کی طرف سے
کنانی تھیں۔

پہلا نکاح اور قبول اسلام
بی بی اُم سلمہ کا پہلا نکاح ۱۲ سال کی عمر میں اُن کے
چچا عبدالاسد مخزومی کے لڑکے ابو سلمہ عبداللہ
سے ہوا جو رسول اللہ صلعم سے عمر میں دس سال بڑے

اور آپ کے پھوپی زاد بھائی تھے۔ جب سرورِ عالم نے قریش کو دعوت ا
دینی شروع کی تو جہاں کثرت اُن لوگوں کی تھی جنھوں نے آپ کے ساتھ
کی وہاں بعض آدمی نیک طبیعت بھی تھے۔ جو غور و توجہ سے آپ کا وعظ
بی بی اُم سلمہ اُن نیک خواتین میں سے تھیں۔ وہ اسلام کے بالکل شروع
میں مسلمان ہوئیں اور ایمان لاتے ہی اُنھوں نے کوشش کی کہ اُن کے شو
اسلام قبول کرلیں۔ چنانچہ اپنی کوشش میں جلد ہی کامیاب ہوگئیں۔

ہجرتِ حبش ۵ سنہ نبوی

اُس وقت گنتی کے چند قریش تھے جو مسلمان ہو
اُن کے ساتھ اِن دونوں میاں بیوی پر بھی اُن کی قو
مظالم شروع کئے۔ اسلام کی خاطر یہ دونوں بھی
پیشانی سے یہ زیادتیاں برداشت کرتے رہے مگر قریش کا ظلم و ستم جب
سے بڑھنے لگا اور ہجرت حبش کا حکم ہوا تو پندرہ مسلمانوں نے ترکِ وطن کیا
اُن میں اُم سلمہ اور اُن کے شوہر ابو سلمہ بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حبش
اُن کے پہلونٹی کے بیٹے سلمہ پیدا ہوئے۔ اُنھیں کی وجہ سے باپ ابو سلمہ اور
ماں اُم سلمہ کہلاتی ہیں۔ دوسرے سال پھر سو سے زیادہ مسلمانوں کو
حبش میں پناہ لینی پڑی۔

واپسی مکہ

مگر جب حضرت حمزہ اور حضرت عمر جیسی زبردست
مسلمان ہوگئیں اور اُن کے رعب دبدبہ شجاعت اور اثر
کی وجہ سے قریش کے مظالم میں نسبتاً کسی قدر کمی عارضی طور پر ہوگئی
مہاجرین حبش سے مکہ آگئے۔ اُن میں اُم سلمہ اُن کے شوہر اور بچے بھی

قریش کے مظالم دبے نہیں تھے۔ بس کسی قدر کم ہو گئے تھے۔ مگر تھوڑے
بعد اُن کی سختیوں نے اور شدت اختیار کر لی۔ بی بی خدیجہ اور ابوطالب کے
انتقال سے اُن کو جو تھوڑا بہت پاس و لحاظ تھا وہ بھی جاتا رہا اور انھوں نے
کھل کر رسول اکرم صلعم اور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔ آخر ہجرت مدینہ کا
حکم ہوا اور بی بی اُم سلمہ دوسری دفعہ ترک وطن کر کے اپنے شوہر اور بچے کو
لے کر مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ مکہ سے روانہ ہونے لگیں۔

ہجرت مدینہ مسلمہ نبوی

عورتوں میں سب سے پہلے جس نے مدینہ ہجرت کی وہ
بی بی اُم سلمہ تھیں ——— وطن عزیز کا چھوڑنا اور
عزیزوں رشتہ داروں کی مفارقت! اسلام کی خاطر انھوں
نے سب کچھ بخوشی منظور کیا۔ مالی حالت اِس قدر کمزور تھی کہ ۳۰۰ میل کی مسافت
طے کرنی تھی اور دونوں میاں بیوی اور ایک بچہ تینوں کے لئے صرف ایک
اونٹ تھا۔ ابوسلمہ مختصر سامانِ سفر اونٹ پر لاد بیوی کو کجاوہ میں بٹھا اور بچہ
اُن کی گود میں دے اونٹ کی نکیل پکڑ روانہ ہونے لگے تو اُم سلمہ کے میکے کے
آدمی آ گئے۔ تاریخ ابن اثیر میں بی بی اُم سلمہ کی داستانِ ہجرت خود انھیں کی
زبانی بیان کی گئی ہے۔ فرماتی ہیں:۔

"میرے میکے والوں یعنی بنو مغیرہ کو ہماری ہجرت کی خبر ہوئی تو کئی آدمی ہماری
روانگی کے وقت آ گئے اور ابوسلمہ کو بُرا بھلا کہنے لگے کہ تو ہماری بچی کو کہاں لے
جاتا ہے۔ تجھے اپنا خدا رسے، جا ہے جہاں مارا مارا پھر جنگلوں بیابانوں میں بچوں
والی عورت کو لے جانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ تو اُسے ہمیں نے جا سکتا۔ ابوسلمہ

کبھی مجھے دیکھتے تھے کبھی اُن لوگوں کو۔ ابو سلمہ سے نکیل چھین یہ ظالم مجھے
بچہ کو واپس لے چلے۔ اُس وقت میرے دل کی جو حالت تھی کیا بیان کر
میرے شوہر کی نظریں مجھ پر اور بچہ پر تھیں اور میں زار و قطار رو رہی اور
ابو سلمہ کو دیکھی جاتی تھی۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتی ہوں میرے سسرال
یعنی بنو عبد الاسد آپہنچے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھے اِن ظالموں سے نجات
گے مگر انھوں نے میرے میکہ والوں کو ڈانٹا کہ تم اپنی لڑکی لے جاتے ہو
سے لے جاؤ مگر ہم اپنے بچہ کو تمھاری لڑکی کے پاس نہیں چھوڑ سکتے۔ تم کو
لڑکی کا اختیار ہے مگر بچہ ہمارا ہے یہ کہہ کر انھوں نے بچہ کو گھسیٹ لیا۔
آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ اُدھر ابو سلمہ کی مفارقت اِدھر بچہ کی جدا
اُس وقت مجھے جو صدمہ پہنچا اس کا دسواں حصہ بھی میں بیان نہیں کر سکتی
کو میرے سسرال والے لے گئے اور مجھے میرے میکے والے لے آئے۔ ا
کو ہجرت مدینہ کا حکم تھا وہ اسلام کی خاطر بیوی اور بچہ کو خدا پر چھوڑ سیدھے
چلے گئے۔ میرے میکے کا گھر بہت وسیع کشادہ اور آرام دہ تھا۔ مگر مجھے
کو دوڑتا تھا۔ رات روتے روتے بڑی بے چینی سے گذارنے کے بعد صبح
ہی میں گھر سے نکل کر ابطح) پر بیٹھ گئی کہ شاید کسی اللہ کے بندے کو میری
زار پر رحم آجائے۔ شام اسی طرح گذر گئی۔ اور میں گھر واپس آگئی۔ پھر د
دن اُسی ٹیلہ پہ چلی گئی۔ اب میں روزانہ یہی کرتی کہ صبح ابطح پر جا بیٹھ
رو رو کر شام کر دیتی۔ سنبھلنے کی بہتیری کوشش کرتی مگر دل کسی طرح
اور بے اختیار آنسو نکلے پڑتے تھے۔ اسی اضطراب اور بے چینی میں ایک

ہو گیا۔ آخر میرے پاس بنو مغیرہ میں سے ایک شخص آیا جو میرا چچا زاد بھائی تھا۔
میری حالت دیکھ کر اُس کا دل کڑھا۔ اُس نے مجھے تسلی تشفی دی اور وعدہ کیا کہ
میرے لئے کوئی صورت نکالے گا۔ اُس نے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ تم لوگوں
نے اُم سلمہ جیسی غریب مسکین دُکھیاری پر بڑا ستم توڑا ہے۔ وہ اپنے شوہر اور بچہ کی
یاد میں رات دن روتی ہے۔ تمہارے دل کس قدر پتھر ہیں کہ تم کو اُس کے درد و غم کا
احساس نہیں۔ اُس کی تقریر سے میرے میکے والے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں
نے مجھے مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور میں نے ارادہ کر لیا کہ سیدھی مدینہ
پہنچ کر اللہ کے سچے رسول کے چہرۂ مبارک کی زیارت کروں میرے سسرال
والوں کو معلوم ہوا کہ مجھے میرے میکہ والوں نے مدینہ جانے کی اجازت دے دی تو وہ
بھی میرے بچے کو میرے پاس پہنچا گئے اور میں اونٹ پر بیٹھ تنہا مدینہ کی طرف
روانہ ہو گئی۔ مجھے نہ راستہ معلوم تھا نہ یہ خبر کہ کہاں کہاں ٹھیرتے ہیں۔ نہ میں نے
یہ سوچا کہ راستے میں کیا کیا تکالیف ہو سکتی ہیں۔ مدینہ پہنچنے کی دل میں ایسی لگن
لگی ہوئی تھی کہ میں نے کچھ نہ سوچا اور خدا کی مدد کے بھروسہ پر بچہ کو کلیجہ سے چمٹائے
اکیلی روانہ ہو گئی۔ جب موضع تنعیم میں پہنچی تو طلحہ (کلید بردار کعبہ) کا بیٹا ابوطلحہ کا
پوتا عثمان مجھے نظر آیا جو کسی کام سے مکہ جا رہا تھا۔ اُس نے مجھے پہچان کر کہا ابوامیہ
کی بیٹی تم کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا مدینہ۔ ابوسلمہؓ کے پاس رسول اللہ کی
خدمت میں۔ اُس نے کہا مگر تمہارے ساتھ کون ہے میں نے جواب دیا۔ سر پر خدا
کی ذات اور ساتھ میرا بچہ۔ یہ سنتے ہی اُس نے اونٹ کی مہار ہاتھ میں لی اور
آگے آگے دن بھر چلتا رہا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ عثمان سے زیادہ

رحمدل اور ہمدرد اور مصیبت میں کام آنے والا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ جب ہم پڑاؤ پر پہنچتے تو وہ اونٹ بٹھا کر الگ جا کر منہ موڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ اونٹ کو درخت سے باندھ دیتا۔ جب چلنے کا وقت ہوتا تو خاموشی سے پھر کھڑا ہو جاتا۔ ہم دونوں کو سوار کر دیتا اور آگے آگے چلتا۔ کئی دن اور کئی رات ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ مدینہ کے قریب بمقام قبا جب اس کی نظر عمرو بن عوف کی بستی پر پڑی تو کہنے لگا تمہارا شوہر یہاں رہتا ہے تم اسے تلاش کرو۔ اب میں مکہ جاتا ہوں۔ میں اتر کر بستی میں آئی۔ ابو سلمہ مل گئے اور عثمان مکہ واپس ہوا۔

بی بی ام سلمہ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ "اسلام کے واسطے جو مصیبت ابو سلمہ کی بیوی یعنی میں نے جھیلی ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے مہاجرین میں سے کسی نے نہیں اٹھائی۔ میں نے کسی ساتھی اور رفیق کو ایسا رحمدل اور ہمدرد نہیں دیکھا جیسا طلحہ کے بیٹے عثمان کو۔ خدا اس کو جنت نصیب کرے"۔

بیوگی بی بی ام سلمہ کے شوہر ابو سلمہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ انھوں نے راہ خدا میں بہت تکلیف اٹھائی تھی۔ وہ جنگ بدر میں پھر جنگ احد میں شریک ہوئے۔ جنگ احد میں ان کے کئی زخم آئے۔ ایک زخم بھی کاری۔ جانبر نہ ہو سکے اور جنگ احد کے چند ماہ بعد ۹ جمادی الآخر ۴ سنہ ہجری میں انتقال ہوا تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ "الٰہی میرے بچوں کی نگہداشت فرمائیو" ان کی نماز جنازہ بہت اہتمام سے پڑھائی گئی۔ رسول اکرمؐ نے ۹ تکبیریں کہیں۔ بعد ازاں آپ سے صحابہ نے پوچھا کہیں سہو نہیں ہو گیا۔ آپ نے فرمایا وہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔

بیوگی اتنا شدید صدمہ تھا کہ بی بی سلمہ دن رات روتی تھیں۔ دنیا اُن کی
ھوں میں اندھیر ہوگئی تھی۔ عدت کی مدت گذرنے کے بعد کئی صحابۂ رسول نے
م نکاح دیا مگر اُنھوں نے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے متعدد
ٹی غلاموں کو جو اسلام قبول کرنے کی سزا سخت سے سخت جسمانی تکالیف
صورت میں اپنے اپنے مالکوں سے پا رہے تھے منہ مانگے دام دے کر آزاد کرایا
یا۔ وہ بہت رحمدل اور ہمدرد انسان تھے۔ اُنھوں نے بی بی اُم سلمہ کو پیام
ح دیا تھا مگر دُنیا سے بیزاری یا بڑھاپے کی وجہ سے اُنھوں نے انکار کر دیا۔
حمد بن اسحاقؒ حضرمی زیاد بن مریم کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اُم سلمہ نے ایک
دفعہ ابوسلمہ سے کہا "ہم دونوں عہد کرلیں کہ میرے بعد تم یا تمھارے بعد میں
اور نکاح نہ کریں۔ ابوسلمہ نے کہا عقد ثانی تو سنت ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے
اگر میں پہلے مر جاؤں تو تم دوسرا نکاح کر لینا پھر ابوسلمہ نے دعا کی الٰہی میرے
بعد اُم سلمہ کو بہتر جانشین عطا فرمائیو۔ اُم سلمہ کہتی ہیں کہ ابوسلمہ کی رحلت
کے بعد مجھے خیال آتا تھا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ ابوسلمہ کی وفات
کے بعد صحابہ نے جو پیام نکاح دیا تو بی بی اُم سلمہ کے انکار کی وجہ یہ خیال بھی
ہو سکتا ہے۔

اولاد حضرت اُم سلمہ کے تین بچے تو پہلے شوہر کے سامنے ہوئے اور ایک
بچی ابوسلمہ کی رحلت کے بعد۔ سب سے بڑے سلمہ تھے جن کی
نسبت اُن کی کنیت نام سے زیادہ مشہور ہوئی۔ رسول اکرمؐ نے اُن کا نکاح
حضرت حمزہ کی لڑکی امامہ سے کیا تھا۔ سلمہ سے چھوٹے تھے عمر جو خلیفہ چہارم

کے زمانہ میں فارس اور بحرین کے حاکم تھے۔ ایک لڑکی درّہ تھیں اور دوسری زینب۔ کل چار بچے تھے۔

دوسرا نکاح رسول اللہ سے سنہ ہجری

بی بی اُم سلمہ صحیح فرماتی تھیں کہ اسلام کی خاطر جو جو مصیبتیں اُنھوں نے جھیلیں کسی مہاجرہ کو ایسی تکلیفیں اس شدت کے ساتھ نہیں اُٹھانی پڑیں۔ اسلام کی طرف سے اُن کی خدمات کا سب سے بڑا اعتراف یہ ہی ہو سکتا تھا اور اُن کی دلجوئی اور ہمدردی کی سب سے بڑی صورت یہی تھی کہ پیغمبر اسلام صلعم کی زوجیت کا شرف اُنھیں حاصل ہو۔ چھوٹی بچی کی پیدائش اور عدت کا زمانہ گذرنے کے بعد حضرت ابوبکر نے اُنھیں پیام نکاح دیا مگر انھوں نے رد کر دیا۔ اُن کے رنج و غم میں کوئی فرق نہ آیا۔ اُن کی آنکھ سے آنسو نہ تھما۔ مگر بیوہ کا نکاح ضروری تھا۔ اور بدر اور اُحد کے شہدا کی بیواؤں کو بے سہارا بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر اور دوسرے صحابہ نکاح کر کے اُن کو اپنی پناہ میں لا رہے تھے۔ بی بی اُم سلمہ کی خدمات اسلام بہت زبردست تھیں۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے سخت سے سخت مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اب اُن کا کوئی رشتہ دار بھی اُن کا مددگار نہ تھا۔ رسول اکرم تک اُن کے شوہر کے دم واپسیں کے الفاظ بھی پہنچ چکے تھے کہ "الٰہی میرے بچوں کی اچھی طرح نگہداشت کیجیو"۔ اِن سب باتوں کے پیش نظر آپ نے اپنا پیام دے کر حضرت عمر بن خطاب کو جن سے اُن کی قرابت داری تھی اُن کے پاس بھیجا۔

بی بی اُمِ سلمہ نے جواب دیا "میں غیرت مند عورت ہوں۔ اور میرا سن زیادہ ہے۔ مجھے بچوں کی پرورش کرنی ہے۔ میرا ولی وارث یہاں کوئی نہیں"۔ حضرت عمرؓ نے سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ الفاظ بھی دُہرا دیئے اور جواب میں پھر آپ کے یہ الفاظ بھی بی بی اُمِ سلمہ تک پہنچا دیئے کہ "میں دعا کر دوں گا کہ تمہاری بے جا غیرت دور ہو۔ میں بھی سن رسیدہ ہوں۔ تمہارے بچوں کی کفالت میں کروں گا"۔ اس جواب سے بی بی اُمِ سلمہ رضامند ہو گئیں اور اُن کا دوسرا نکاح رسول اللہ سے شوال ۴ھ (مطابق فروری ۶۲۶ء) میں ہو گیا۔ بعض مورخین لکھ رہے ہیں کہ اُن کے بڑے لڑکے سلمہ کی اور بعض کہتے ہیں کہ دوسرے لڑکے عمر کی ولایت سے یہ نکاح ہوا۔ اس وقت سرورِ کائنات ۵۷ سال کے تھے۔

رخصتی کے بعد بی بی اُمِ سلمہ کو بی بی زینب ہلالیہ اُم المساکین کے حجرہ میں اُتار اگیا جو اُن کے انتقال کے بعد سے خالی پڑا تھا۔ بی بی اُمِ سلمہ نے حجرہ میں آتے ہی کھانا تیار کیا۔ چکی اور جَو موجود تھے۔ پہلے جَو پیسے اور آٹا گوندھا اور روٹی پکائی۔ بخاری میں حضرت صفیہ بنت شیبہ کی روایت ہے کہ نبی صلعم نے اپنی ایک بیوی (اُمِ سلمہ) کا ولیمہ دو سیر جَو کے ساتھ کیا۔

عُمر مورخین کے ایک گروہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ نبوت سے ۹ سال قبل پیدا ہوئیں تھیں اور ۱۳-۱۴ سال کی عمر میں پہلا نکاح ہوا تھا گویا رسول اکرم کی نبوت کے چوتھے سال (۶۱۳ء) میں جب اُن کا انتقال ہوا تو ان کی عمر اِس حساب سے ۴۸ سال تھی اور نکاحِ ثانی

کے وقت جو رسول اکرم سے سنہ ۴ ہجری میں ہوا ان کی عمر ۱۲ سال ہوئی
بیان کیا گیا ہے کہ نکاح ثانی اُن کے بڑے بیٹے سلمہ کی ولایت سے ہوا جو
نبوت میں بمقام حبش پیدا ہوئے تھے۔ اس حساب سے وہ سنہ ۴ ہجری
اپنی ماں کے نکاح ثانی کے وقت گیارہ سال سے زیادہ نہ تھے مگر ولی اس
کم عمر نہیں ہو سکتا مورخین کا دوسرا بیان یہ ہے کہ ہجرت حبش کے وقت
تین سال کے تھے۔ جب بھی ان کی عمر چودہ سال کی تھی مگر بعض مورخین یہ
رہے ہیں کہ اُن کی نہیں اُن کے چھوٹے بھائی عمر کی ولایت سے نکاح ہوا
اُس وقت بارہ سال سے زیادہ نہ ہوں گے۔

لہذا یا تو رسول اکرم سے بی بی اُم سلمہ کا نکاح سلمہ یا عمر کی ولایت سے
نہیں ہوا اور اگر ہوا تو یہ دونوں بیان غلط ہیں کہ سلمہ حبش میں پیدا ہوئے
ہجرت حبش کے وقت تین سال کے تھے بلکہ اُن کی پیدائش رسول اللہ
عطا ہونے سے پہلے کی ہے اور ۴ھ سے پہلے ہی وہ سن بلوغ کو پہنچ چکے
پندرہ سولہ سال سے کم نہ تھے۔ اور اگر عمر کی ولایت سے اُن کی ماں کا نکاح
بھی تیرہ چودہ سال سے کم نہ تھے۔ گویا بی بی اُم سلمہ اُس وقت ۲۸ سال
لگ بھگ تھیں۔ لیکن سلمہ یا عمر کی عمر کو اس لئے نظر انداز کرنے کی گنجائش
ہے کہ احناف کے نزدیک بالغہ عاقلہ کے نکاح کے لئے ولی کی شرط ضروری
بی بی اُم سلمہ کی عمر اس وقت نفسیات کی رُو سے ۲۸ سال کے قریب تسلیم نہیں
انگریز مورخ ولیم میور لکھتا ہے
"سلمہ جوان نہ تھیں مگر بہت حسین تھیں"

اور جرمن مورخ ڈاکٹر اسپرینگر کا بیان تو اس سلسلہ میں بہت ہی گمراہ کن ہے۔

امہات المومنین کے حالات میں اُس نے بہت رنگ آمیزی کی اور سراسر غلط باتیں لکھی ہیں۔

سوانح اور تعلیم محمد :Das Leben und die lehre des Muhammad (Vol. III)

میں وہ بی بی اُم سلمہ کے رسول اکرمؐ سے نکاح کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔

"اُم سلمہ کے انکار کے باوجود چونکہ وہ بہت خوب صورت تھیں رسول نے طے کر لیا کہ انھیں ضرور حاصل کیا جائے گا"

اور کہا۔ حالانکہ میری عمر بھی تم سے زیادہ ہے"

"یہ جواب تھا اُم سلمہ کو جب انھوں نے کہا تھا۔

"کہ میں اپنی عمر کی وجہ سے اور اولاد کی وجہ سے شادی کے لائق نہیں ہوں" (صفحہ ۴۷)

"اُم سلمہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد دوسرے بہتر شوہر کے لئے کہ اس شدومد سے دعا مانگی کہ اللہ نے رسول کے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔

مارچ ۶۲۶ء میں شادی ہوئی اور اُم سلمہ کی یہ شرط مانی گئی کہ پہلے تین دن شادی کے بعد رسول نئی بیوی کے پاس رہیا کریں گے۔

اس طرح سے مسلمانوں میں یہ رواج پڑ گیا" (صفحہ
دنیا کے کسی ملک کے مسلمانوں میں یہ رواج نہیں ہے نہ کہیں
شرط کی جاتی ہے کہ کسی شخص کی ایک یا دو یا زیادہ بیویاں پہلے سے مو
ہوں تو نئی شادی کے پہلے تین دن نئی بیوی کے لئے وقف ہوں گے
جرمن مورخ کا یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے جس کا اصلیت اور تحق
سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے

"اُم سلمہ کا ذیقعدہ ۵۹ھ یا ۶۲ھ میں انتقال ہوا۔
۸۴ سال" (صفحہ ۵۰)

واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں ہوا تھا اور بعض روایات سے مع
ہوتا ہے کہ امہات المومنین میں اس وقت صرف بی بی اُم سلمہ ہی
تھیں ۔ اس لئے اگر ڈاکٹر اسپرینگر کا یہ بیان صحیح مان لیا جا
کہ بی بی اُم سلمہ کا انتقال ۸۴ سال کی عمر میں ۶۲ ہجری میں ہ
۴ ہجری میں جب رسول اللہ سے ان کا نکاح ہوا تھا اُن کی
۲۶ سال تھی۔

لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں بی بی اُم سلمہ کی
رسول اکرم سے نکاح کے وقت ۲۶ یا ۲۸ یا ۳۰ سال تسلیم نہ
کی جا سکتی۔

جرمن مورخ ڈاکٹر اسپرینگر اطالوی مورخ کیتانی انگریز مورخ
کے علاوہ جن مغربی مورخین نے بھی اُم المومنین کے حالات کسی قدر تفصیل

ہے ہیں وہ سب یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ جب اُنھیں رسول اللہ کا پیام نکاح دیا
یا تو جن وجوہ سے اُنھوں نے تامل کیا اُن میں ایک سبب یہ بھی بتایا کہ "میرا
ن زیادہ ہے"۔

عورت کی یہ بھی ایک فطرت ہے کہ وہ اپنی عُمر کچھ کم ہی بتاتی اور عُمر سے
موٹا ہی سمجھتی ہے۔ ۳۰ سال کی عورت کتنی ہی غمزدہ کیوں نہ ہو وہ اپنے تیئں
ن رسیدہ یا زیادہ عُمر کی نہ سمجھے گی۔ بی بی اُم سلمہ کو معلوم تھا کہ اُم المساکین زینب
الیہ بنت خذیمہ جن کا رسول اکرم سے نکاح کے دو تین ماہ بعد انتقال ہو گیا تھا۔
۳۰ سال سے کم نہ تھیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ بی بی سودہ بڑھیا تھیں ستر نہیں
و ساٹھ کے پیٹے میں۔ پھر اُن کا اپنے کو "سن رسیدہ" کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

بی بی اُم سلمہ نے پیام نکاح ملنے پر تامل کیا تھا کہ "میں غیور عورت ہوں
اور میرا سن زیادہ ہے"۔ رسول اللہ کی طرف سے اُس کا یہ جواب ولیم میور جیسے
متعصب مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "میری عمر بھی زیادہ ہے"۔ ان حالات
سے واضح ہوتا ہے کہ وہ چالیس سال سے کم نہیں زیادہ ہی تھیں۔

خصوصیات (۱) رسول اکرم نے بی بی سلمہ کو دو چکیاں۔ دو مشکیزے
ایک تکیہ چمڑے کا عنایت فرمایا تھا جس میں خرمے
کی چھال بھری ہوئی تھی۔ تقریباً یہی چیزیں دوسری ازواج مطہرات کو
عنایت فرمائی تھیں مگر حضرت اُم سلمہ کے واقعات نکاح میں ایک خاص بات
یہ بھی کہ جب بیاہ کر آئیں تو اسی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ اُم المساکین
حضرت زینب بالیہ رحلت فرما چکی تھیں اُن کا حجرہ بی بی سلمہ کو عنا

گیا ام المومنین نے ایک گھڑے میں سے جو نکالے اور دیگچی کچھ چربی ڈال چڑھادی اور تجویز کیں کہ اس دیگچی میں چربی ملا کر کھانا تیار کیا۔ جو رسول اور انھوں نے نکاح کی شب تناول کیا۔ یہ روایت طبقات میں ہے۔

(۲) بی بی ام سلمہ سے پہلے کسی عورت نے مدینہ ہجرت نہیں کی۔

(۳) امہات المومنین میں اسلام کی خاطر کسی نے ان سے زیادہ و جسمانی تکالیف برداشت نہیں کیں۔

(۴) آیت تطہیر ان کے حجرہ میں نازل ہوئی۔

(۵) رسول اکرم کی ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں انھوں وفات پائی۔

خصائل[۱] غیرت و حیا غیر معمولی تھی۔ رسول اکرم تشریف لاتے تو سے جو ان کی چھوٹی بیٹی زینب تھی اسے گود میں بٹھا لیتیں۔ حضرت عمار بن یاسر ان کے رضاعی بھائی تھے انھیں جب یہ بات معلوم ہوئی اظہار ناراضگی کیا اور بچی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ رسول اللہ کے نکاح میں آنے کے بعد یہ پہلے سال کا واقعہ ہے۔ رفتہ رفتہ اس غیر ضروری ... میں کمی ہوتی گئی اور پھر دوسری بیویوں کی طرح رہنے لگیں۔

ایک دفعہ ایک ہار ان کے گلے میں تھا۔ اس میں سونے کی ملاوٹ کی ... سرور عالم نے دیکھا تو پسند نہ فرمایا۔ اسی وقت اتار دیا اور پھر کبھی نہ ... آیت تطہیر ان کے حجرے میں نازل ہوئی تو رسول اللہ نے اپنے ...

---

[۱] خصائل و فضائل کے تحت بعض واقعات سیر الصحابیات از جناب سید انصار ... سے ماخوذ ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنینؓ کو بلا کر کمبل اوڑھا اور فرمایا "اللہ یہ میرے
بیت ہیں ان سے ناپاکی دور رکھ۔ اور ان کو پاک کر" بی بی اُمّ سلمہ نے
ں کیا "میں بھی ان میں شریک ہوں؟" آپ نے فرمایا "تم اپنی جگہ ہو
چھی ہو" یہ روایت صحیحین میں ہے اور واقعہ ذی الحج ۵ھ کا ہے۔
بہت مخیّر تھیں اور حاجتمندوں، فقرا و مساکین کی مدد کرتی رہتی
ں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اُن سے ایک مرتبہ کہا "میرے پاس
وزر اس قدر جمع ہوگیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے" فرمایا "بیٹا اس کو
خدا میں خرچ کر دو" ایک دفعہ چند حاجتمند اُن کے مکان پر آئے اور
ال کیا۔ کچھ عورتیں اُن کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک نے اُن کو سخت
ماظ کہے۔ انھوں نے منع کیا کہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالو اور پھر اپنی
ڈی کو حکم دیا کہ انھیں کچھ دے دو۔ اور کچھ نہ ہو تو چھوہارے ہی دے دو۔
بہت صاف گو تھیں اور گفتگو میں لگی لپٹی نہ رکھتی تھیں۔ اُمّ المومنین
بی حفصہ کے حالات میں حضرت عمر کی زبانی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے
رجب ان کی بیوی نے کہا کہ "ابن خطاب تمھاری بیٹی تو رسول اللہ سے
وبہ بحث کرتی ہے" تو وہ پہلے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کے پاس اور پھر حضرت
اُمّ سلمہ کے پاس کہ وہ اُن کی عزیز تھیں آئے اور کہا کہ رسول اللہ سے
ایسی باتیں نہ کیا کرو کہ اُن کے غصہ میں تمھاری پکڑ ہو" تو اُمّ المومنین نے
جواب دیا تھا "اے خطاب کے بیٹے تم بھی عجیب آدمی ہو کہ ہر معاملہ میں
دخل دیتے ہو۔ یہاں تک کہ رسول اللہ اور آپ کی بیویوں کے معاملات

ہیں بھی"۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ بی بی اُم سلمہ کے جواب سے ندامت
ہوئی اور میں واپس آ گیا۔

بی بی اُم سلمہ بہت سمجھ دار اور مدبر تھیں۔ اُن کی اصابت رائے
ایک واقعہ کو تمام مورخین و محدثین اور مفسرین تسلیم کرتے ہیں۔ صلح حدیبیہ
کے موقع پر مسلمانوں نے خیال کیا تھا کہ صلح دب کر کی گئی ہے۔ سرورِ عالم
نے فرمایا اب مکہ جانے کا تو سوال رہا نہیں۔ یہیں سر منڈوا کر قربانی کر دی
مسلمان صلح نامہ سے خوش نہ تھے۔ یہ سنکر خاموش رہے۔ تین بار آپ نے
ارشاد فرمایا مگر کوئی نہ اُٹھا۔ اُم المومنین نے مشورہ دیا کہ آپ کسی سے
نہ فرمائیں۔ خود پہل کریں۔ مسلمان سمجھ جائیں گے کہ جنگ کرنی نہیں وہ
دیکھ کر ارشاد کی تعمیل کریں گے۔ چنانچہ رسول اللہ نے بی بی سلمہ کے مشورہ
پر عمل کیا۔ یعنی سر منڈوا کر قربانی کی۔ اب آپ کو دیکھ کر سب مسلمانوں
نے ایسا ہی کیا۔

استیعاب میں ہے کہ بی بی سلمہ جنگ خیبر میں شریک تھیں۔ مرحب
کے دانتوں پر جب حضرت علی کی تلوار پڑی تو اس کی آواز اُن کے کانوں میں آئی۔
سورۂ احزاب کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھ رہے ہیں کہ ایک دن
اُم المومنین حضرت اُم سلمہ نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ
اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر تو قرآن مجید میں آتا رہتا ہے لیکن ہم
عورتوں کا ذکر ہی نہیں آتا۔ (اس کے بعد) ایک دن میں اپنے گھر میں
بال سلجھا رہی تھی (ان کے بال بہت گھنے تھے) کہ میں نے حضور کی آواز منبر

ی۔ میں نے بالوں کو تو یوں ہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آکر آپ کی
ت سننے لگی۔ آپ اس وقت یہ آیت (سورۂ احزاب کی ۳۵ ویں آیت)
وت کر رہے تھے، (جس کا مفہوم یہ ہے)۔

"مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں
بردار مرد اور فرمانبردار عورتیں سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی
یں۔۔۔۔ ان سب کے لئے اللہ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب رکھا ہے۔"

مہاجر بن ابو امیہ جنھوں نے فتنۂ انداز ختم کرنے کے سلسلہ میں
ن کے اطراف میں غیر معمولی حصہ لیا تھا بی بی اُم سلمہ کے بھائی تھے جنگ
ک میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے رسول اکرم ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ ایک
ن اُم المومنین آپ کا سر دھو رہی تھیں کہ مہاجر کا ذکر رقت آمیز لہجہ میں
یا اور ان کی سفارش پر رسول اللہ نے مہاجر کا قصور معاف کر دیا۔

رسول اللہ سے ایک دفعہ اُنھوں نے ازواج مطہرات کی طرف
سے وکالت کی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ کی بیویوں کے دو گروہ تھے
ایک میں حضرت سودہ حضرت عائشہ حضرت حفصہ تھیں اور دوسرے
میں حضرت اُم سلمہ اور باقی بیویاں۔ حضرت عائشہ اپنی خداداد قابلیت
غیر معمولی ذہانت و فراست کی بنا پر رسول خدا کو بہت محبوب تھیں۔
اس وجہ سے صحابہ اور صحابیات اکثر آپ کی باری میں ہدیے بھیجتی تھیں۔
حضرت اُم سلمہ کے گروہ نے کہا سب بیویاں برابر ہیں۔ عائشہ کی تخصیص
کیوں کی جاتی ہے۔ انھوں نے بی بی سلمہ کو ہی اپنا نمائندہ بنا کر

رسول اکرم کی خدمت میں بھیجا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اُن کے فضائل اور خصائل کی سرورِ کائنات قدر فرماتے ہیں۔ دو دفعہ گئیں۔ آپ خاموش رہے تیسری دفعہ جب پھر گئیں تو فرمایا کہ "عائشہ کے بستر پر میرے پاس وحی آتی ہے۔ یہ خصوصیت کیا اور کسی بیوی کو بھی حاصل ہے"۔ اُم المومنین نے کہا "آپ کے اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں"

اُم المومنین کے بھائی مہاجر بن ابو امیہ جنگ تبوک کے موقعہ پر رہ گئے تھے اور اس وجہ سے رسول اکرم اُن سے ناراض ہو گئے تھے اس کا اُم سلمہ کو بہت رنج تھا ایک دن وہ رسول اللہ کا سر دھو رہی تھیں انھوں نے کچھ ایسی رقّت سے اپنے بھائی کی غلطی کا ذکر اور معافی کی درخواست کی کہ رسول اکرم نے مہاجر کا قصور معاف فرمادیا اور انھیں علاقہ کندہ امیر مقرر فرمایا۔

چند صحابہ نے اُن سے ایک دفعہ کہا رسول اللہ کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ بتائیے۔ جواب دیا کہ "آپ کا ظاہر و باطن ایک ہے"۔ جب سرورِ کائنات تشریف لائے انھوں نے واقعہ سنایا آپ نے فرمایا "ٹھیک جواب دیا"۔

آنحضرت اکثر بی بی اُم سلمہ سے حبش کے حالات دریافت فرماتے ایک دن اُم المومنین نے ایک معبد کا ذکر کیا جس میں بہت خوب صورت تصویریں تھیں۔ رسول اکرم نے فرمایا ان لوگوں میں جب کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو اس کی قبر پہ معبد بناتے اور اس میں اس کی تصویریں بناتے یہ لوگ خدا کی بدترین مخلوق ہیں۔

سرورِ کائنات رحلت سے قبل جب بیمار پڑے اور بیماری بڑھتی گئی تو بی بی عائشہ کے حجرے میں قیام فرمایا۔ آپ کی سب بیویاں روزانہ مزاج پرسی اور تیمار داری کو آتی تھیں۔ آپ کو زیادہ بے چین دیکھ کر بی بی اُم سلمہ کی چیخ نکل گئی۔ آپ نے منع فرمایا کہ "مسلمان کا یہ شیوہ نہیں ہے" مرض جب اور زیادہ بڑھ گیا تو آپ کی بیویوں نے دوا پلانی چاہی آپ نے انکار فرمادیا غشی کی حالت طاری ہوگئی تو بی بی اُم سلمہ نے دوا پلائی۔

مہینہ میں تین دن پیر۔ جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتی تھیں۔ رسول اکرم سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ کے موئے مبارک اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے۔ لوگ حاضر ہوتے تو اُن کو زیارت کراتی تھیں۔

اپنے غلام حضرت سفینہ کو آزاد کیا تو اس شرط پر کہ تاحیات رسول اکرم کی خدمت کریں گے۔

محرم ۶۱ھ میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ کہا جاتا ہے اُم المومنین نے ۱۰ محرم کو رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ سخت پریشان ہیں سر اور داڑھی غبار آلود ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا "رسول اللہ یہ کیا حال ہے" فرمایا۔ "مقتل حسین سے واپس آرہا ہوں"۔ ترمذی میں یہ روایت ابو رافع کی بیوی سلمیٰ کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ مسعودی طبری کی تحقیق ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے ۵۹ھ میں رحلت فرمائی۔

علمیت و فضیلت

بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کی طرح بی بی اُم سلمہ حافظ قرآن تھیں۔ اور خوش الحانی کے ساتھ بڑے درد سے پڑھتی تھیں اور صحابیات میں یہ خصوصیت بی بی اُم سلمہ

کی تھی کہ رسول اللہ کے طرز پر پڑھتی تھیں۔ کسی نے دیکھا اور پوچھا یہ رسول کیوں کر قرأت کرتے تھے۔ خود قرأت سے پڑھ کر بتایا کہ اس طرح ایک آیت الگ الگ۔

کئی بار جب عورتوں نے جماعت سے نماز پڑھی تو بی بی عائشہ کی طرح انھوں نے بھی نماز میں امامت کی ہے۔ بی بی حفصہ کی طرح لکھنا نہیں تھیں۔ لیکن بی بی عائشہ کی طرح پڑھنا آتا تھا۔

علم و فضل میں حضرت عائشہ صدیقہ کا درجہ سب سے بڑھا ہو اُن کے بعد حضرت اُم سلمہ کا نمبر ہے۔

حدیث میں اُن کا پایہ بہت بلند ہے۔ شوق و عقیدت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دن چوٹی گوندھوا رہی تھیں کہ مسجد نبوی میں رسول اللہ دیتے کھڑے ہوئے۔ ابھی ایھا الناس (لوگو) ہی زبان سے نکلا تھا فوراً کھڑی ہو گئیں اور کھڑے کھڑے خطبہ سنا۔

حضرت عائشہ کے بعد سب سے زیادہ حدیثیں انھیں سے مروی تعداد ۳۷۸ بتائی جاتی ہے۔ جن میں سے ۲۹ صحیحین میں ہیں

ابن اسعد میں محمد ابن لبید کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیویاں احادیث کا مخزن تھیں لیکن عائشہ اور ام سلمہ میں کوئی حریف نہ اصابہ کا بیان ہے کہ "وہ صاحب عقل اور صاحب الرائے تھی اُم المومنین اُم سلمہ سے جن مردوں اور جن عورتوں نے علم حدیث کیا اُن کے ناموں کی فہرست کئی درجن ہے۔

حدیث وفقہ کے علاوہ علم اسرار میں بھی بی بی اُم سلمہ کو بہت دخل تھا۔ مروان بن حکم اکثر ان سے مسائل دریافت کرتا اور کہا کرتا تھا کہ "ازواج النبی کی موجودگی میں دوسروں سے کیوں دریافت کریں"

سرور کائنات اُن کے حجرے میں رات بسر کرتے تو ان کا بستر آپ کی جائے نماز کے سامنے ہوتا اور آپ نماز پڑھتے تھے۔ شہادت امام حسین کے دوسرے سال ۶۳ھ میں یزید نے مسلم بن عقبہ مری کی سرکردگی میں بارہ ہزار فوج مدینہ بھیجی تھی جس نے تین دن تک مدینہ کو لوٹا اور اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور اُم المومنین بی بی سلمہ کا گھر بھی لوٹ لیا تھا اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے تھے۔

بی بی اُم سلمہ شعر بھی کہتی تھیں۔ اپنے چچا زاد بھائی خالد بن ولید بن مغیرہ کا انھوں نے مرثیہ کہا تھا جو الاستیعاب میں ہے۔

حدیثیں صحیحین میں اُن سے جو روایتیں ہیں اُن میں چند کا ترجمہ یہ ہے۔ بحوالہ صحیح بخاری۔

(۱) فرماتی ہیں "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا اگر میں ابو سلمہ کی اولاد پر جو میری اولاد ہے کچھ خرچ کروں"۔ رسول اکرم نے فرمایا "ان پر خرچ کرو تمھیں اِس کا اجر ملے گا" وقف علی الاولاد کے بارے میں بی بی سلمہ کی یہ بہت مشہور حدیث ہے:

(۲) حضرت اُم سلمہ نے کہا میں نے حج میں رسول خدا صلعم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں (پا پیادہ) طواف نہیں کر سکتی۔ آپ نے فرمایا۔

سوار ہو کر سب آدمیوں کے پیچھے جا کر طواف کر لو۔ چنانچہ میں طواف کرنے آپ اُس وقت صبح کی نماز خانہ کعبہ کے ایک پہلو میں پڑھا رہے تھے۔ اُس میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے (پ)

(۳) فرماتی ہیں "رسول خدا کے زمانہ میں عورتیں جب فرض نماز سلام پھیرتی تھیں تو فوراً کھڑی ہو جاتی تھیں اور رسول خدا اور وہ نماز پڑھتے تھے جتنی دیر اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے (پ)

(۴) رسول خدا نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کا ایلا کیا (ایک تک اُن کے پاس نہیں گئے) جب ۲۹ دن گذر گئے صبح کے وقت آپ ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔ کسی نے کہا آپ نے تو ایک ماہ کی کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا ہے۔

(۵) رسول اللہ نے فرمایا میں (بھی تمھاری طرح) بشر ہوں اور (اپنے آپس میں) جھگڑا کرتے ہو۔ (پھر میرے پاس فیصلہ کے واسطے آتے ہو) اور شاید تم میں سے کسی دوسرے سے زیادہ حجّت والا ہو اور جو کچھ اُس سے سنوں اس کے موافق فیصلہ کروں پس جس شخص کے واسطے اُس کے بھائی (مسلمان کے (مال میں) سے حکم لگاؤں وہ اس کو (بلا حق)

(۶) رسول اللہ صلعم نے اس چیز کے استعمال سے منع فرمایا ہے جو لائے اور جو دماغ میں فتور پیدا کرے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں ہے۔

(۷) فرماتی ہیں رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جب عورتیں نماز میں سلام پھیرتیں تو فوراً اُٹھ کر اپنے گھر چلی جاتیں اور رسول اللہ

در نمازی مرد سب بیٹھے رہتے پھر جب رسول اللہ کھڑے ہوتے تو اور لوگ بھی کھڑے ہوتے اور چلے جاتے۔

(۸) فرماتی ہیں نبی صلعم نماز فجر کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طیباً۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مانگتا ہوں علم نفع دینے والا عمل قبول ہونے والا اور پاک وحلال رزق (احمد ابن ماجہ بیہقی)۔

(۹) حضرت اُم سلمہ نے رسالتمآب سے عرض کیا میں اپنے سر کی چوٹی بہت مضبوط باندھتی ہوں کیا غسل کرتے وقت چوٹی کھول ڈالا کروں۔ آپ نے فرمایا تمھارے لئے یہی کافی ہے کہ تین چلّو اپنے سر پر ڈالو پھر تمام بدن پر پانی بہادو۔ مطلب یہ کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچا تو چوٹی کھولنا ضروری نہیں۔

(۱۰) فرماتی ہیں میرا بستر حضور کے نماز پڑھنے کے مقام کے بالکل سامنے تھا۔

رحلت عام طور پر مشہور ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ۶۱ھ میں انتقال فرمایا مگر ابو ہریرہ جنھوں نے کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھائی ۵۹ھ میں فوت ہوئے اور طبری۔ مسعودی۔ واقدی کے بیان کے مطابق اُم المومنین اُم سلمہ نے ۵۹ھ میں رحلت فرمائی۔

مزار بعض مورخین لکھ رہے ہیں بی بی اُم سلمہ نے وصیت کی تھی کہ ابوسفیان کا پوتا ولید بن عتبہ جو حاکم مدینہ تھا اُن کی نماز جنازہ

نہ پڑھائے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو طبری کا بیان ہے کہ وہ جنگل
نکل گیا اور نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی اور بقیع میں مدفون ہو
لیکن اُم المومنین کا مزار مدینہ میں نہیں دمشق میں ہے۔
اس کتاب کے مؤلف کو معلوم ہوا تھا کہ رسول اکرم کی ازوا
مطہرات میں سے دو کے مزارات دمشق میں ہیں۔ اکتوبر۔ نومبر ۵۶ء
جب راقم الحروف نے عراق شام لبنان کی سیاحت اور مقامات مقدسہ کی
کی تو اس تحقیق میں بھی مصروف رہا۔ بالآخر ۴ر نومبر کو اس جستجو اور تلاش
کامیاب ہوا۔ دمشق میں پرانے شہر سے باہر مشہور قبرستان باب الصغیر ہے
رسول اکرم کے موذن حضرت بلال حبشی دوسرے مؤذن حضرت عبداللہ ابن
(جو نابینا تھے اور جن سے سورۂ عبس و تولی کا تعلق ہے) جیسے بلند پا
اصحاب کی قبریں ہیں وہیں سرور کائنات کی دو ازواج مطہرات بی بی ام
اور بی بی اُم حبیبہ کے مزارات بھی ہیں۔
اُم المومنین حضرت اُم سلمہ کا مزار ایک کوٹھری سی ہے جو مقفل رہتی
اور کلید بردار سے کہنے پر کھلتی ہے اندر سے طول ۳½ گز اور عرض ۲½ گز کے
ہے۔ فرش اور قبر کے پتھر بھی سنگ مرمر سے ملتے جلتے عمدہ قسم کے ہیں۔
ترکی خلیفہ سلطان عبدالحمید خاں نے ۱۳۲۷ھ میں مزار کی از سر نو
کی تھی باہر دیوار پر دروازہ سے کوئی ایک فٹ اوپر یہ عبارت کندہ ہے۔
ہذا مرقد السیدہ اُم سلمہ زوجہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جدد ہذا المقام
المبارک السلطان الغازی عبدالحمید خاں ۱۳۲۷ھ

(۷)

اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش اسدیہ

نام اور خاندان

ان کا نام برّہ تھا جب رسول اللہ صلعم کے نکاح میں آگئیں تو آپ نے نام بدل کر زینب رکھا۔

کنیت اُمّ الحکیم۔ ان کے باپ جحش بن رباب تھے اور ماں اُمیمہ صاحبزادی تھیں عبد المطلب کی اور حقیقی بہن تھیں سرورِ کائنات کے والد عبد اللہ کی۔ یعنی بی بی زینب آپ کی حقیقی پھوپی امیمہ کی بیٹی تھیں اور یہ ایسی خصوصیت تھی کہ ازواجِ مطہرات میں سے اور کسی کو حاصل نہ تھی اور وہ ہمیشہ اِس پر فخر کرتی تھیں۔

زید بن حارث

زید بن حارث ایک شریف النسب آدمی تھے۔ یہ عرب کے اُس نامور قبیلہ طے سے تھے جس میں حاتم طائی گذرا ہے۔ جس کی فیاضی اور سخاوت آج تک مشہور ہے۔ یہ اپنی ماں سعدی کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ صحرائی ڈاکوؤں نے حملہ کر کے لوٹ لیا۔ اُن کو پکڑ کر لے آئے اور عکاظ کے میلہ میں فروخت کرنے کے لئے لائے۔ بی بی خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے انھیں اپنی پھوپی کے لئے چار سو درہم میں خریدا۔ اور جب بی بی خدیجہ کا رسول اللہ سے نکاح ہوا تو انھوں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اُن کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ

کیا اور بجائے غلام رکھنے کے آزاد کر دیا۔ تھوڑی مدت گذری تھی اُن کے
مکہ آئے تو اُن کو پہچان کر ساتھ لے جانا چاہا۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ
جانے کی اجازت دے دی۔ مگر زید نے اپنے چچا سے کہا کہ میں اس شخص
دامنِ شفقت کس طرح چھوڑ دوں جو باپ اور چچا سے زیادہ محبت
پیش آتا ہے۔ جو محتاجوں، حاجت مندوں، غریبوں اور مسکینوں کا
سے بڑا مددگار ہے۔

جب رسول اللہ کو معلوم ہوا کہ زید قبیلہ طے کے ایک شریف زادہ
آپ زید کو لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور جو لوگ موجود تھے اُن سے کہا۔ تم لوگ
رہنا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے۔ اُس دن سے زید بن حارث کہلانے لگے
محمد۔ متبنے یعنی لے پالک کے بارے میں ابھی تک خدا کا کوئی حکم نہیں آیا
متبنہ حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ زید کئی سال تک غلامی کی
میں رہے تھے اس لئے بعض لوگ اب بھی انھیں اچھی نظر سے نہ دیکھتے۔
رسول اکرم کا سلوک اُن کے ساتھ بیٹوں کا سا تھا۔ آپ نے اُن کا نکاح اپنی
آزاد لونڈی اُم ایمن سے کر دیا۔ جو بیوہ اور زید سے عمر میں کافی بڑی تھیں۔
اِس نکاح سے ایک لڑکا اُسامہ پیدا ہوئے۔ یہ وہی اُسامہ بن زید ہیں جن کی
سرکردگی میں رسول اللہ نے اپنے آخری زمانۂ علالت میں شام کی طرف لشکر
اسلام روانہ کیا تھا۔

زید کے تعلقات اُم ایمن کے ساتھ نہایت خوشگوار تھے۔

...ہلا نکاح ...یدبن حارث سے ...۳ھ

حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رسول اللہ کی حقیقی پھوپی، امیمہ کی بیٹی جب ہجرت کرکے مدینہ آئیں تو مختلف مورخین کے بیانات سامنے رکھ کر ۳۳ سال کی تھیں اور اب تک کنواری تھیں اور ۳ھ ہجری ...جب ان کی عمر ۳۶ سال تھی اور اُم ایمن کا انتقال ہوچکا تھا۔ رسول اکرم ...چاہا کہ اُن کا نکاح زیدبن حارث سے کردیں۔ چنانچہ آپ خود زید کا ...یام لے کربی بی زینب کے پاس گئے۔

انھوں نے کہا "میں اُن کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی۔ میں اُن سے نکاح ...کروں گی"

آپ نے فرمایا "ایسا نہ کہو۔ ان سے نکاح کرلو"

عربوں کو اپنی نسل پر بڑا فخر تھا جنگ بدر میں قریش کی طرف سے سب ...سے پہلے تین بڑے سردار عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ اور ولید لڑنے کے لئے نکلے ...اور اُن کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی طرف سے تین انصار تو سرداران قریش ...نے یہ کہہ کر اُن سے جنگ کرنے سے انکار کردیا کہ یثرب کے کسانوں پر ہاتھ ...اٹھانا سرداران قریش کی شایان شان نہیں مرتے وقت ابوجہل نے حسرت ...سے کہا تھا "کاش میں کسی قریشی سردار کے ہاتھ سے مارا جاتا"،

...یہ نسلی غرور عربوں میں پشتہا پشت سے چلا آرہا تھا پھر غلام بہرحال غلام تھا۔ ...بی بی زینب اور ان کے بھائی عبداللہ دونوں نے اس تجویز کو ناپسند کیا کہ کہاں ...زینب، قریش جیسے مقتدر خاندان کی ایک معزز خاتون، عبدالمطلب کی نواسی

جحش کی بیٹی اور کہاں ایک آزاد غلام، زید آزاد تھے۔ اور زید بن محمد کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام ہی۔ قبل از اسلام کی روایات کے مطابق یہ رشتہ سخت باعث ذلت تھا۔ دونوں بھائی بہن چاہتے تھے کہ خود سرورِ عالم بی بی زینب سے نکاح کرلیں مگر آنحضرت کو تو جہالت کی باتیں ختم اور اعلیٰ ادنیٰ کا امتیاز مسلمانوں سے دور کرنا تھا۔ بی بی زینب کو اس رشتہ کے قبول کرنے میں پس وپیش تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تجویز کی تائید فرمائی اور انہی دنوں میں سورۂ احزاب کی چھتیسویں آیت[1] نازل ہوئی۔

"اور کسی صاحب ایمان مرد اور کسی صاحب ایمان عورت کو شایان نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول (اُن کے بارے میں) کوئی بات ٹھہرا دیں تو اپنی رائے کو دخل دیں، اس بات میں اُن کا (اپنا) اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اب بی بی زینب کو رضا مند ہونے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اُن کے صاحب ایمان ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ خود اللہ تعالیٰ ان کے صاحب ایمان ہونے کی شہادت دے رہا ہے! رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق اُن کا نکاح دس درہم سات دینار مہر پر[2] ۳ھ میں زید بن حارثہ سے ہو گیا۔

---

[1] وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

[2] انگریزی تفسیر قرآن میں علامہ عبداللہ یوسف علی کا یہ بیان کہ ہجرت سے آٹھ سال قبل زید سے زینب کا نکاح ہوا تھا خلاف تاریخ ہے۔

اور بی بی زینب اور زید کے نکاح سے عربوں کا نسلی غرور ختم کر دیا گیا
نچہ جب بلال حبشی آزاد غلام نے نکاح کی خواہش کی تو سہ

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اُس حبش زادہ کی اُٹھتی تھی نظر (شبلی)

لاق

ہونے کو تو بی بی زینب کا نکاح زید سے ہو گیا اور اُنھوں نے اُن کے ساتھ سال ڈیڑھ سال بھی کسی نہ کسی طرح گذار دیئے میاں بیوی کے تعلقات شروع ہی سے اچھے نہ رہے اور یہ کوئی تعجب کی ت نہ تھی کسی چھوٹے خاندان کے مفلوک الحال لڑکے سے کسی بڑے خاندان کی مند لڑکی کی شادی کر دی جائے تو خاوند کی کوئی عزت اُس کی نظر میں نہیں لی۔ یہ دن رات کا مشاہدہ ہے چنانچہ ایک بہت اونچی ذات اور بہت معزز فتخر خاندان کی آزاد لڑکی کا ایک غلام سے یہ نکاح شاید دنیا میں ابنی ریت کا پہلا نکاح تھا۔

ابن سعد اور ابن حجر کا بیان ہے کہ زید کے چار نکاح اور ہوئے تھے۔ اُم لثوم بنت عقبہ۔ درّہ بنت ابی لہب۔ اُمّ ایمن (اسامہ کی ماں) ہند بنت عوام سے لا انھوں نے چاروں کو طلاق دے دی۔ زینب کو اپنے خاندان وقار اور نسلی اعزاز پر ملاوہ زید کو خاطر میں نہ لائیں تو زید نے اُن سے بھی علیحدگی اختیار کرنے کا خیال آنحضرت ظاہر کیا اور روح سیرت النبی میں فتح الباری تفسیر سورۂ احزاب کے حوالے سے یہ قل کی ہے کہ زینب زید سے زبان درازی کرتی تھیں۔ چنانچہ زید نے رسول اکرم سے الی زینب کی شکایت اِس طرح کی تھی۔ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی

ہیں۔ میرا ارادہ ہے اُن کو طلاق دے دوں رسول اکرم نے زید کو بار بار سلوک
محبت سے رہنے کی تاکید فرمائی اور قرآن مجید گواہی دے رہا کہ یہ الفاظ بھی...

"اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔

"اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ"۔ (الاحزاب آیت ۲۷)

مگر زید کی اُن سے موافقت نہ ہو سکی۔ اور اُنھوں نے بی بی زینب
کو طلاق دے دی۔

دوسرا نکاح رسول اللہ سے ۵ ہجری

اِس طلاق کا بی بی زینب کے خاندان پر بہت ا...
اور خود رسول اکرم صلعم کو افسوس ہوا کیونکہ بی
زینب کی تربیت میں آپ کا بھی حصہ تھا۔ اور ا...
نکاح آپ نے ہی زید سے کرایا تھا۔ بی بی زینب ...
ان کے بھائی عبداللہ تو پہلے ہی نسلی غرور خاندانی وقار کی وجہ سے رضامند...
پھر ہوئی طلاق تو اب آپ کے سامنے سخت مشکلات تھیں اور سوچتے...
کہ بی بی زینب کی دلجوئی کس طرح کی جائے جو اُن کے خاندان کو بھی ...
رہے۔ ایک صورت یہ تھی کہ آپ خود بی بی زینب سے نکاح کر کے اس ...
جس میں اضافہ ہوا تھا اب طلاق سے عزت سے بدل دیں۔ لیکن ملک...
تمدن یہ تھا کہ متبنیٰ یعنی لے پالک لڑکے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور...
بن حارث کہلانے لگے تھے زید بن محمد۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ...
زید کو بن محمد کہنے سے منع فرمایا۔

"محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے

رسول ہیں۔ اور سب نبیوں کے آخر میں ہیں اور ہے اللہ ہر چیز کا جاننے والا۔"
الاحزاب ۔ آیت ۴۰

عرب کے رواج کے مطابق سوتیلی ماں اور ساس سے تو شادی جائز تھی، تبنیٰ یعنی لے پالک بیٹے کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح نہیں ہو سکتا تھا اور لام کو جہالت کے اس رواج کو ختم کرنا تھا ۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی ۔

ماجعل ادعیاءکم ابناءکم ... ...

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹے کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی باتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے۔ اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے تم ان کو (لے پالکوں کو) ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک راستی کی بات ہے" سورۂ احزاب آیت ۴-۵

اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کے بعد لے پالک یا منہ بولا بیٹا بلحاظ منبنی ا لی بیٹا نہیں ہے اور اس کی مطلقہ کا وہ درجہ نہیں جو حقیقی بیٹے کی مطلقہ ہو سکتا ہے، رسول اللہ کو بی بی زینب کی دلجوئی کی خاطر خود اُن سے نکاح انحال ہوا۔ اگرچہ عرب کے تمدن کی رُو سے اس میں بدنامی تھی مگر طلاقن لت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اور اس نظریہ کو بھی اپنے طرزِ عمل سے یکسر بدلنا تھا۔ لیکن شروع میں آپ متامل متردد اور متفکر رہے یہاں تک

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما (قرآن مجید)

کہ قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی ۳۷ ویں آیت نازل ہوئی۔

"اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کرنے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا چاہیے خدا سے" لہ

رسول اللہ نے حکم خداوندی کے مطابق پیام نکاح بی بی زینب کو بھجوایا اس نکاح کے بارے میں سورۂ احزاب آیت ۳۷ میں ہے۔

فلما قضی زید .. .. .. مفعولا

"پھر جب زید اُس عورت (یعنی زینب) سے بے تعلق کر چکا (یعنی طلاق دیدی) اور عورت کا زمانہ (زمانۂ عدت) پورا ہو گیا تو ہم نے (اے نبی) تمھارے ساتھ اُس عورت کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں کے لئے پالک جب اپنی بیویوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے اُن (عورتوں) سے نکاح کر لینے میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے"

سرور کائنات کا یہ نکاح بذریعہ وحی ماہ ذی قعدہ ۵ ہجری (مطابق جون ۶۲۳ء) میں ہوا تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب عدت کی میعاد گذر گئی تو سرور کائنات نے زید سے کہا کہ تم خود جا کر زینب کو میرا پیام دو۔ چنانچہ انھوں نے تعمیل ارشاد کی۔ اُس وقت حضرت زینب آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید نے مکان کے دروازہ پر جا کر کہا۔

"بیرہ! رسول اللہ نے تم کو اپنے نکاح کا پیام بھجوایا ہے" انھوں

لہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخ

ٹھیر و میں استخارہ کرلوں" یعنی جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔ ابھی میں کچھ
کہہ سکتی۔ یہ جواب دے کر ادھر وہ کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں ادھر
تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فلما قضیٰ زید ..... مفعولا
زید اس عورت سے بے تعلقی کر چکا تو ...... ہم نے (اے نبی) تمہارے
اس کا نکاح کر دیا۔ . . "

اور پھر پیام منظور کر لیا۔ وہ دوسری ازواج مطہرات سے
فخر کے ساتھ کہا کرتی تھیں کہ "تمہارے نکاح تمہارے ولی وارثوں
نے کئے اور میرا نکاح خدا نے آسمان پر کیا"

مسلموں اعتراض

سپرنگر۔ اوزبورن۔ کیتانی۔ میور وغیرہ مغربی مورخین نے
رسول اکرم صلعم کے اس نکاح پر سخت اعتراض کیا ہے
اور آپ پر تہمت یہ لگائی ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ نے
زینب سے نکاح کرنے کی غرض سے ان کو زید سے طلاق دلوائی۔ واقدی
غیر معتبر اور طبری جیسے غیر مستند مصنفین کی غلط روایتوں پر عیسائی
فوں نے سب سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔ حالانکہ محدثین کا اس رائے
تفاق ہے کہ واقدی اپنے دل سے روائتیں گھڑتا ہے اس کے متعلق
گیا ہے حاطب الیل یعنی اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا۔ اسی طرح
ی کا بیان بھی محققانہ نہیں۔ واقدی اور طبری کے بیان میں مورخین
دل کھول کر رنگ آمیزی کی ہے۔ ولیم میور کی تحریر کا مفہوم یہ ہے
کفر کفر نباشد)۔

"آپ ایک دن زید کے ہاں گئے وہ موجود نہ تھے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ زینب اُس وقت تیس سال سے اوپر تھیں مگر تھیں بہت خوب صورت اپنے گھر میں بے تکلفی کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ جلدی سے اُنھوں نے لباس درست کیا۔ اور اسی حالت میں آپ نے اَدھ کھلے دروازہ میں سے انھیں دیکھ لیا۔ زینب نے آنے کی اجازت دے دی۔ آپ اندر گئے اور پھر سبحان اللہ کہتے ہوئے (گویا آپ کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے) واپس آئے۔ جب زید اپنے گھر میں آئے تو فاتحانہ غرور کے ساتھ زینب نے یہ واقعہ اُن کو سُنایا۔ زید آپ کے پاس گئے اور آپ کی خاطر زینب کو طلاق دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو۔ اور اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ نہ کرو۔ مگر زید سمجھ گئے کہ آپ اوپری دل سے کہ رہے ہیں اور زینب کی تمنا دل میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ زید نے طلاق دے دی۔ آپ نے نکاح میں ذرا تامل کیا۔ اس لئے کہ عرب کے اخلاق کی رُو سے بدنامی تھی کہ ایک شادی شدہ عورت کے آپ خواہش مند تھے اور اُس کا شوہر اُسے رکھنا نہیں چاہتا تھا اور موجودہ حالت میں شوہر بھی آپ کا ہی لے پالک لڑکا تھا اور عرب میں ایسی شادی جائز نہ تھی مگر آپ نے بالآخر شادی کر ہی لی۔ حضرت) عائشہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وحی آئی اور جب آپ کی طبیعت معمول پر آئی تو آپ خوش ہوئے اور کہا کہ کون ہے جو زینب کو مبارکباد دے گا اور کہے گا کہ خدا نے میرے ساتھ زینب کی شادی مقرر کر دی ہے۔ آپ کی لونڈی سلمٰی اُس وقت خوش خبری لے کر زینب کے پاس گئیں۔ وہ اِس قدر خوش ہوئیں کہ جسم پر جو زیور تھا سب سلمٰی کو دے دیا۔ آپ نے

مسجد کے صحن میں بہت بڑی دعوت کی"

(لائف آف محمد۔ اڈیشن ۱۹۱۲ء صفحات ۲۹۰-۲۹۱)

اعتراضات کا جواب

(۱) موٹی سی بات ہے کہ بی بی زینب بجد حسین تھیں تو ۳۸ سال میں آنحضرت کی ہزار دفعہ کی دیکھی ہوئی تھیں۔ آپ اُن سے نکاح کے خواہشمند ہوتے تو بہت پہلے نکاح کر سکتے تھے۔ خود وہ اور اُن کے بھائی چاہتے تھے کہ آپ اُن سے نکاح کر لیں۔ اگر آپ اُن کے حسن سے متاثر تھے تو اُس وقت کیوں نہ تھے جب وہ جوانی میں بھرپور تھیں؟ اُن کے کنوارپنے کے زمانہ میں کیوں پیام نکاح نہ دیا؟ اس وقت کون سی رکاوٹ تھی؟

(۲) حضرت زید کے ساتھ آپ کا برتاؤ شروع ہی سے انتہائی شفقت کا تھا۔ اِس درجہ کا کہ بدگمانی کی رتی برابر گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اخلاص کی یہ کیفیت کہ جب زید کے چچا نے اُنھیں لے جانا چاہا تو زید نے ساتھ جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ ماں باپ چچا سب کو چھوڑنا اپنی خوشی سے منظور کیا مگر نہ چھوڑا تو آپ کا دامن شفقت۔ وہ آزاد کئے جا چکے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت اُنھیں آپ کے پاس رہنے پر مجبور نہ کر سکتی تھی مگر آپ کے سلوک میں اس قدر پیار اور محبت تھی کہ وہ چچا کے ساتھ نہ گئے۔

شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ نے طائف کا دورہ کیا تو بڑے بڑے جاں نثاروں کی موجودگی کے باوجود صرف زید آپ کے ہمراہ تھے۔ طائف میں آپ پر اس قدر سنگباری کی گئی کہ بے ہوش ہو گئے اور زید بیٹھ

پر اُٹھا کر آبادی سے باہر لے گئے اور پانی کے چھینٹے دئے تو آپ ہوش
اُم المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دن کسی سفر سے زید واپس
تو رسول اللہ اُن کی پیشوائی کو دوڑے۔ گلے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا
خوشی کا یہ عالم تھا کہ آپ کا چادرہ زمین پر گرا تھا اور آپ اُسے سنبھال
تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ہی کی یہ رائے ہے کہ زید اگر زندہ رہتے تو رسول
اپنا جانشین نامزد فرماتے۔ فتح مکہ کے وقت آپ شہر میں داخل ہوئے
زید کے بیٹے اُسامہ جن کی پرورش و پرداخت خود آپ نے کی تھی اور
پیٹھ پر آپ کے ساتھ تھے۔ آنحضرت ایک زانو پر امام حسن کو بٹھاتے اور
زانو پر اُسامہ کو اور اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں عرض کرتے "الٰہی ان دونوں
محبت ہے۔ تو بھی ان دونوں سے محبت کر" شہادت زید کے تین سال بعد
لشکر اسلام رومیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا تو آپ نے اُس کی سپہ
اُسامہ بن زید کو بخشی جو کچھ ایسے تجربہ کار تو تھے نہیں حالانکہ لڑائیوں کے
بڑے ماہر تجربہ کار صحابہ موجود تھے۔
بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ اسامہ کی امارت
پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو حضور اکرم نے فرمایا کہ "اس کے باپ زید
کی سرداری پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا خدا کی قسم وہ سرداری کے قابل تھا
اس کا باپ مجھکو بہت سے لوگوں سے زیادہ عزیز تھا اور اسامہ بھی
سے لوگوں سے زیادہ عزیز ہے" صحاح میں ہے کہ ایک موقعہ پر فرمایا کہ
ہے مگر مجھے عزیز۔ لڑکی ہوتے تو پوشاک اور زیور سے زینت دیتا۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب صحابہ کے وظیفے مقرر کئے تو اسامہ بن زید کا وظیفہ اپنے بیٹے عبد اللہ سے زیادہ مقرر کیا حضرت عبد اللہ نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "رسول اللہ اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے"

مورخین یورپ کی من گھڑت کہانی میں ایک فیصدی اصلیت بھی ہوتی تو سرشت انسانی کے خلاف تھا کہ آنحضرت خود زید کی زبانی پیام نکاح بھجواتے یا زید پیام لے کر جاتے یا اسامہ بن زید زینب کو قبر میں اُتارنے والوں میں سے ہوتے!!

اِن تاریخی واقعات کی موجودگی میں کوئی منصف مزاج ذی عقل دم بھر کو بھی باور کر سکتا ہے کہ آپ نے خود نکاح کرنے کی غرض سے زید سے بی بی زینب کو طلاق دلوائی ہو؟ اور جس شخص کے ساتھ مسلسل ۲۳ سال سے باپ سے بڑھ کر آپ نے سلوک کیا ہو ایک ساعت کے لئے بھی اُسے یہ خیال آسکتا ہے کہ آپ "اوپری دل" سے کہہ رہے تھے کہ طلاق نہ دو۔ اللہ سے ڈرو؟ زید کو اگر ذرا سی بھی بدگمانی یا شبہ ہو جاتا تو انسانی فطرت کے یہ قطعی خلاف تھا کہ اُن کے رویہ میں فرق نہ آتا مگر تادمِ حیات زید اور اسامہ کی اطاعت اور عقیدت غیر متزلزل رہی۔

(۳) لے پالک پر جو اعتراض ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کو بھی آپ بیٹا سمجھتے اور کہتے تھے۔ اُن کی شادی آپ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی سیدۃ النسا حضرت فاطمہ زہرا سے کی تو اُس پر اس نظریہ کے تحت کیوں اعتراض نہیں کیا گیا؟

(۴) بی بی زینب نے رسول اللہ سے شادی کی خوش خبری سنتے ہی اُن کے جسم پر جو زیور تھا سب اُتار کر لونڈی کو دے دیا یہ شہادت کسی مستند اور معتبر روایت سے نہیں ملتی اور لو فرضاً اگر کسی طرح ثابت بھی ہو جائے تو اس سے

یہ کہاں ظاہر ہوتا ہے کہ سرور کائنات نعوذ باللہ نفس پرور عیش پرست جیسا کہ غیر مسلم مورخین نے افترا پردازی کی ہے؟ بلکہ اس سے تو تائید ہے اس بیان کی کہ زید سے نکاح سے قبل ہی بی بی زینب اور اُن کے بھائی عبداللہ کی دلی خواہش تھی کہ آپ خود زینب سے نکاح کر لیں۔

رسول اللہ کی بیویوں میں سے جن بیوی نے یہ معلوم ہونے پر کہ آپ اُن سے نکاح کے خواہش مند ہیں خوش خبری لانے والی لونڈی کو اپنا زیور دے دیا تھا وہ بی بی زینب بنت جحش نہیں بلکہ اُم حبیبہ تھیں۔ مغربی مورخین کی اس قسم کی تاریخی غلطیاں بہت ہی افسوس ناک بلکہ شرم ناک ہیں۔

(۵) رسول اللہ نے "بہت بڑی" دعوت کی اس میں بھی مبالغہ ہے۔ بڑی بڑی دعوتیں تو وہ شخص کرتا ہے جس کے پاس مال و زر ہے۔ اللہ کے رسول کے گھر میں تو مہینہ مہینہ بھر تک چولھا روشن نہ ہوتا اور کئی کئی وقت اوپر تلے فاقے ہوتے تھے۔ تمام عرب میں جن کی حکمرانی تھی مگر رحلت کے بعد جن کے گھر میں سوائے تھوڑے سے جو کے کچھ نہ نکلا اُن کے پاس رکھا کیا تھا جو بڑے بڑے پیمانے کی دعوتیں ہوتیں۔ معمولی دعوت کی گئی تھی۔ دس دس آدمی آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے۔ بخاری صحیح میں انس بن مالک کی چار روایتیں درج ہیں کہ وہ لوگوں کو بُلا لاتے وہ کھاتے اور چلے جاتے مگر تین آدمی بیٹھے رہے۔ رسول اللہ باہر آ گئے تاکہ یہ لوگ چلے جائیں۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ اُٹھے۔ بی بی زینب بھی اس مکان میں دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھی تھیں اس موقع پر سورۂ احزاب کی ترپنویں آیت نازل ہوئی جو آیت حجاب کہلاتی ہے اور

ـزنے پر دروازہ پر پردہ ڈال دیا گیا۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے ایمان والوں نبی کے گھر میں مت جاؤ مگر جب کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ تم تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے اُس وقت جاؤ۔ جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور فضول باتیں بیٹھے نہ کیا کرو کہ نبی کو ناگوار گزرتی ہیں اور وہ لحاظ میں نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو"

یہ ۵۳ دیں آیت اُسی موقع کی ہے مگر چھٹی آیت جس کا ذکر اس آیت ـکے ساتھ ساتھ مستشرقین سپرنگر۔ کیتانی میور وغیرہ نے کیا ہے اُس موقعہ سے اس کا ـکوئی تعلق نہیں ہے۔ چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ

"نبی مسلمانوں کے لئے اُن کی اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں اور نبی کی بیویاں (عزت و حرمت میں) اُن کی مائیں ہیں"۔

یہ آیت کئی سال بعد نازل ہوئی تھی مگر مورخین یورپ نے تحقیق کی تکلیف گوارا فرمائے بغیر پڑھنے والوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے اس آیت کو بھی ۵۳ دیں آیت کے ساتھ ہی ملا دیا!!

حضرت انس کا بیان ہے کہ آنحضرت نے زینب کے برابر کسی بیوی کا ولیمہ نہیں کیا۔ کیونکہ ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ گویا ایک بکری کے گوشت کی دعوت سب سے بڑا ولیمہ تھا مگر عبدالرحمان بن عوف کی روایت، بخاری کتاب البیوع میں یہ ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ آئے اور ان کے اور سعد بن

ربیع کے درمیان بھائی چارہ کرایا گیا اور انھوں نے ایک انصار
نکاح کیا تو رسول اللہ نے فرمایا "ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کا ہی
کم جو ولیمہ ہو وہ کچھ نہیں تو ایک بکری کا ہو اور یہ ایک بکری کا ولیمہ
انس کے بیان کے مطابق آنحضرت کا سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

صحیح بخاری کے پارہ اکیس میں صفیہ بنت شیبہ کہتی ہیں کہ نبی
بعض بیویوں کا ولیمہ چار سیر جو ہی کر دیا تھا۔ بی بی زینب کے ولیمہ
حضرت اُم سلیم نے ایک لگن میں ملیدہ بنا کر اپنے بیٹے حضرت انس
بھیجا تھا اور کہلوایا تھا کہ اس ہدیہ کو قبول فرمائیں۔

تعصب سے ہٹ کر۔ غیر جانب داری سے کام لے کر اور صحیح
اور تاریخی واقعات سامنے رکھ کر یہ تسلیم کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا
زینب بنت جحش کے نکاح سے رسول اللہ کی نفسانی خواہشیں
اغراض وابستہ نہ تھیں۔

اس نکاح کے صحیح اسباب یہ تھے۔

(۱) یہ نکاح اُس زمانہ میں ہوا جب مسلسل لڑائیوں کی وجہ
مرد راہِ خدا میں شہید ہو رہے تھے اور اسلام اُن کی بیواؤں کا مستقبل
انداز نہ کر سکتا تھا۔ بغیر شوہروں کی جو عورتیں تھیں اُن کی عصمت کی
سب سے مقدم تھی۔ اُنھیں بے سہارا بغیر کسی سر دھرنے کے نہ چھوڑا جا
تھا۔ بی بی زینب بالکل ابتدا کے اسلام لانے والوں میں سے تھیں۔ اُ
نے محض اسلام کی خاطر ترکِ وطن کیا اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو چھو

سے مدینہ آئیں۔ ان کی حفاظت کی بھی ضرورت تھی اور ان کے اسلامی حقوق کا بھی اقتضا تھا کہ ان کا مستقبل نظر انداز نہ کیا جاتا۔

(۲) زید آزاد غلام تھے اور بی بی زینب ایک معزز خاندان کی بیٹی۔ زید سے شادی کرنے کو زینب اپنی ذلت سمجھتی تھیں۔ ان کی اور ان کے بھائی کی دلی خواہش تھی کہ رسول اللہ ان سے نکاح کر لیں مگر زید کو ناپسند کرنے کے باوجود (آپ کے ارشاد کی جب اللہ تعالیٰ نے تائید فرمائی) تو انھوں نے زید سے شادی کر لی۔ گویا رسول اللہ کی خاطر انھوں نے اپنے خیال کے مطابق جو ذلت گوارا کی تھی اس میں اور اضافہ ہوا طلاق سے اور اس کی تلافی اور ان کی دلجوئی سرور کائنات رسول اکرم کا اخلاقی فرض تھا۔

(۳) اگر یہ دونوں وجوہ نہ ہوتیں جب بھی یہ نکاح عربوں کی اصلاح کی غرض سے کیا گیا۔ عرب کے تمدن کے مطابق طلاق ہونے کے بعد بی بی زینب کی قدر و منزلت میں فرق آ گیا تو اپنے طرز عمل سے رسول اللہ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ نظریہ محض جہالت پر مبنی ہے۔

(۴) اگر مندرجہ بالا تینوں اسباب نہ ہوتے (حالانکہ تھے اور ضرور تھے) جب بھی یہ نکاح ایک نہایت اہم مسئلہ صاف کر رہا ہے کہ اسلام میں منہ بولے یا لے پالک بیٹے یا متبنّےٰ کی قطعی کوئی حیثیت نہیں لہذا اس کی بیوہ یا طلاقن سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔

(اس کے بعد دیکھئے صفحہ ۴۱۶ میور۔ اسپرینگر۔ واٹ)

خصائل وفضائل

بی بی عائشہ کا مقابلہ کوئی کرسکتا تھا تو بی بی
حضرت عائشہ نے ایک دفعہ کہا کہ "مجھے رسو
بیویوں میں جو یہ امتیاز حاصل ہے کہ میری برات کی آیتیں آسمان سے
بی بی زینب نے کہا "اور میرا نکاح آسمان سے اترا" خود حضرت عائشہ
ہیں کانت تسامینی وہ میرا مقابلہ کرتی تھیں۔ انصاف پسندا
اس درجہ کی تھیں کہ فتنۂ افک کے موقع پر جب سرور کائنات نے
رائے معلوم کی تو حالانکہ بی بی عائشہ سے مقابلہ رہتا تھا اور معاملہ
کا۔ مگر انھوں نے جو سچی بات تھی وہ کہہ دی مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا
تو ہمیشہ عائشہ میں خوبیاں ہی دیکھی ہیں۔ اُن کی اس راست بازی
بی بی عائشہ متاثر رہیں۔ فرمایا کرتی تھیں " جب مجھ پر تہمت لگائی
زینب سے پوچھا گیا تو انھوں نے جو حقیقت تھی وہی بیان کی"

حضرت زینب کے صاحب ایمان ہونے کی اس سے بڑھ کر
کیا ہوگی کہ خود اللہ تعالیٰ اُن کی ایمان داری کی گواہی اُس مو
جب انھیں حضرت زید سے نکاح کرنے میں پس وپیش تھا سو
کی چھبیسویں آیت میں دے رہا ہے "اور کسی ایمان دار مرد اور ایما
عورت کو شایاں نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول اُن کے بارے
کوئی بات ٹھیرا دیں (تو اپنی رائے کو دخل دیں)"

بی بی اُم سلمہ فرماتی ہیں "زینب نیک خو۔ روزہ دار نماز گزار
بی بی عائشہ فرماتی ہیں "ہم میں سب سے زیادہ سخی زینب

میور۔ کیتانی۔ سپرینگر۔ واٹ

انگریز مورخ ولیم میور نے کہانی گھڑی ہے
جرمن مورخ ڈاکٹر سپرینگر کی کتاب

Das leben und die lehre des Muhammad

جلد سوم مطبوعہ برلن ۱۸۶۹ء سے متاثر ہو کر اور اطالوی مورخ کیتانی نے بھی اپنی کتاب *Annali dell Islam* caetani مطبوعہ میلان ۱۹۰۵ء جلد اول صفحہ ۶۱ پر سپرینگر کی ہاں میں ہاں ملائی ہے۔ اس جرمن مورخ نے حضرت عائشہ صدیقہ پر طرح طرح کی تہمتیں تراشیں ہیں۔ ام المومنین زینب بنت جحش کے حالات میں لکھتا ہے (نقل کفر کفر نباشد)۔

"محمد زینب کے عشق میں مبتلا ہو گئے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا کہ آزاد غلام کو دلی ہوئی زینب سے دست بردار ہو جائے اور خود شادی رچا لیں۔ ... اور چونکہ یہ محبت عائشہ کی بے وفائی کے زمانہ میں ہوئی۔ اس لئے غم غلط کرنا چاہا[1]

ڈاکٹر سپرینگر کی کتاب کے ۷۰ سال بعد ۱۹۵۶ء میں یورپ ہی کے ایک مورخ ڈبلیو منٹگمری واٹ نے جو انگریز ہے *Muhammad at Madina*[2] میں اس کہانی پر بحث کی ہے اگرچہ اس نے زیادہ تعصب سے کام نہیں لیا اور نہ ہی کھلم کھلا کیتانی اور ولیم میور کی طرح رسول اکرم کی ذات پاک پر حملے نہیں کئے لیکن بی بی زینب سے آپ کے نکاح کو اس نے سیاسی بتایا ہے حالانکہ یہ نکاح سیاسی نہیں تمدنی اصلاحی تھا ڈبلیو منٹگمری واٹ بی بی زینب بنت

---

[1] معاذ اللہ تتمہ صفحہ ۵

[2] مسلمانوں کی مانچسٹر کی پہلی اڈیشن شائع ہوئے کے بعد یہ کتاب آکسفورڈ سے ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی۔

جحش کے رسول اللہ سے نکاح کے سلسلہ میں اور سپرینگر کیتانی میور کی بیا
کہانی کے بارے میں لکھتا ہے۔

"کہانی کے خاص خاکہ کے متعلق تو کم جھگڑا ہو سکتا ہے لیکن ہر
اہمیت پر بحث ہو سکتی ہے۔ دورِ اول کے مسلمانوں کے نزدیک ہوس کا ا
سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کی آیت یہ اہمیت رکھتی ہے کہ متبنہ لڑکا اسلام
اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کی طلاقن بیوی سے شادی ہو سکتی ہے۔ اس
سے اسلام نے پرانی توہمات اور رسوم توڑ دیں۔

یہ کہ رسول کی تمام شادیاں سیاسی اہمیت رکھتی ہیں کوئی بہت زیا
نہیں کہی گئی۔ زینب بنت جحش سے شادی میں بھی یہی مصلحت دربیش
رسول کی اور ابوسفیان کی عزیز تھیں۔ بعض اعتبار سے زید کو ابوبکر کے برا
تھی۔ فاطمہ کی شادی علی سے رقیہ اور ام کلثوم کی عثمان سے۔ ابوسفیان ا
مکہ سے لڑائیوں میں کمان کر رہے تھے اس لئے زید کی شادی زینب سے

زینب زید سے کیوں شادی کرنا نہیں چاہتی تھیں؟ رسول
وقت ان سے شادی کرنا کیوں طے نہیں کیا؟ محمد کے زید کے ہاں جا
زینب نے واقعی محمد سے شادی کی جدوجہد شروع کر دی شاید محمد نے
وقت آگیا ہے کہ وہ رائے عامہ کے خلاف عمل کر سکتے تھے۔ کہانیوں
یہ بعید از قیاس ہے کہ محمد زینب کے حسن سے مرعوب ہوئے۔ شادی
زینب کی عمر ۳۵ یا ۳۸ سال تھی۔ یہ عمر عرب عورت کے لئے کافی
(صفحات ۳۳۰-۳۳۱)۔

وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتی اور پھر راہ خدا میں صدقہ کر دیتی
۔ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑا پکا کر صاف کرتی تھیں۔ اور جو آمدنی ہوتی
ن پر صرف کر دیتی تھیں۔ محلہ اور اڑوس پڑوس کی نادار عورتوں اور یتیم
کے لئے بہت بڑا سہارا تھیں۔ اُن کی اِس صفت ہی کی وجہ سے
اللہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ تم میں سے جو لمبے ہاتھ والی ہوگی وہ سب
لے مجھ سے ملے گی۔ بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر سب ازواج اپنے
تھ ناپنے لگیں کہ دیکھیں کس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ کا
د سخاوت اور فیاضی سے تھا"

بی بی عائشہ یہ بھی فرماتی ہیں کہ دین میں کوئی عورت زینب سے زیادہ
ار نہیں دیکھی۔ وہ نہایت متقی۔ زبان کی سچی۔ عزیزوں سے بڑھ کر سلوک
والی اور بہت صدقہ دینے والی تھیں"

یہ بھی بی بی عائشہ کے الفاظ استیعاب میں ہیں کہ میں نے مذہبی نقطۂ نظر
ضرت زینب سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی اور طبقات میں محمد بن عمر نے
بن محمد کے سلسلہ میں حضرت عائشہ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ زینب
جحش پر رحم فرمائے۔ واقعی ان کو دنیا میں بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا۔ اللہ
نے نبی سے اُن کو بیاہ دیا اور اُن کے سبب قرآن کی بعض آیتیں نازل ہوئیں۔

جب اُن کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقرا اور مساکین کو بے حد رنج ہوا
ب دن رسول اللہ مہاجرین میں مال و اسباب تقسیم فرما رہے تھے۔ بی بی
ب نے دخل دیا۔ حضرت عمر کو یہ اچھا نہ معلوم ہوا۔ انھوں نے روکا۔

رسول اللہ نے فرمایا" انھیں کہنے دو۔ان کی بات کا برا نہ مانو۔بہت عابد، زاہد اور منصف مزاج ہیں"

ایک دن رسول اللہ ان کے گھر آئے تو نماز پڑھ رہی تھیں۔آپ نے فرمایا"بڑی رقیق القلب ہیں"

رسول اکرم کی خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتی تھیں۔آپ کو سرخ رنگ پسند نہ تھا۔ایک دن بی بی زینب سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں آپ تشریف لائے اور چلے گئے۔بی بی زینب سمجھ گئیں۔اسی وقت کپڑے دھو ڈالے۔فرماتی ہیں میرے پاس ایک پیتل کی کنگھی تھی یہ وہی رسول اللہ کے بالوں میں کیا کرتی تھی۔

بخاری اور مسلم میں حضرت زینب بنت جحش سے روایت ہے اور روایت اُم حبیبہ سے بھی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کو جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں مگر شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق جب خلیفہ ہوئے تو انھوں نے امہات المومنین کے وظائف بارہ ہزار درہم مقرر کئے۔بی بی زینب ساری رقم بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کی مدد پر صرف کر دیتی تھیں۔حضرت عمر کو جب واقعات معلوم ہوئے تو خود ایک ہزار درہم لا کر پیش کئے۔غالباً اس خیال سے کہ عمر نے مجھے فضول خرچ سمجھا اُنھوں نے لونڈی کو حکم دیا کہ سب درہم غربا میں تقسیم کر دیئے جائیں اور دعا کی کہ عمر کے عطیہ کے وقت اب میں موجود نہ ہوں۔اُن کی یہ دعا قبول

اسی سال اُن کا انتقال ہوگیا۔
سرورِ کائنات کے بعد اُمہات المومنین میں سب سے پہلے انھوں
نے رحلت کی۔ سرورِ کائنات سے نکاح کے وقت ۳۸ برس کی تھیں
میں رحلت فرمائی کفن کا سامان خود تیار کر رکھا تھا۔ اُن کی میت
آنحضرت کے تابوت پر اُٹھائی گئیں۔ اُن سے پہلے حضرت ابوبکر
تابوت نبوی پر قبر تک پہنچایا گیا تھا۔
حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ دفن کے
رت کی گرمی تھی۔ حضرت عمر نے خیمہ نصب کرادیا تھا یہ پہلا خیمہ تھا جو
قبر پر نصب ہوا۔ قبر میں اُتارنے والوں میں اسامہ بن زید بھی تھے۔
رت عائشہ صدیقہ کو بی بی زینب کی خبر رحلت ملی تو فرمایا "گئی دنیا
رہ دینے والی اور حمایت کرنے والی یتیموں اور بیواؤں کی" اور حضرت
ان کو معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا "منادی کردو کہ سب مسلمان جمع
ور اپنی ماں کے جنازہ کی نماز پڑھیں" اپنے بعد انھوں نے ایک
چھوڑا تھا جسے ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں خرید کر
ی میں ملادیا تھا۔

(۸)

اُم المومنین حضرت بی بی جوّیریہ

نام اور خاندان اصلی نام برّہ تھا۔ رسول اکرمؐ نے بدل کر[1] جو[یریہ] کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہوئیں۔

اُن کا باپ حارث بن ابی ضرار قبیلہ بنی مصطلق کا بہت مشہور و[با اثر] سردار اور رسول اکرمؐ کا سخت دشمن تھا۔ اُس کی بہادری اور شہ سواری [کی] دور دور دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ قبیلہ بنو مصطلق جس کی شجاعت مسل[م تھی] بنو خزاعہ ہی کی ایک شاخ تھا۔

عمر اور پہلی شادی بی بی جویریہ کی پیدائش ہجرت سے ۱۹ [سال] قبل کہی جاتی ہے اس حساب سے ش[ادی کے وقت] میں وہ ۲۴ سال کی تھیں۔ اُن کی پہلی شادی اُن کے باپ حار[ث] بن ابی ضرار نے اپنے ہی کنبہ کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان سے کر دی تھی جو ذی الشفر کے نام سے مشہور تھا۔ مسافع اپنے خسر سے [بھی] زیادہ جری اور بہادر تھا اور جہاں جاتے ہوئے بڑے بڑے دلیر گھبرا[تے] تھے مسافع بے خوف و خطر چلا جاتا تھا۔

---

[1] روایت حضرت ابن عباس (مسلم)

ل بنی مصطلق
شہ ہجری

ہجرت نبوی کے پانچویں سال (دسمبر ۶۲۶ء)
میں قبیلہ بنو مصطلق کی جنگی تیاریوں کی اطلاع
آنحضرت کو ملی تو آپ نے خبر کی تصدیق کے لئے
یدہ بن الحصیب اسلمی کو روانہ کیا۔ وہ مدینہ سے نکل کر ۹ میل کے فاصلہ پر
م فرع میں پہنچے جو بنو مصطلق کے مشہور چشمہ مریسیع سے ایک دن کی مسافت
قع ہے۔ وہاں جا کر انھوں نے جو حالات دیکھے تھے واپس آکر رسول اللہ کو
ئے کہ بنی مصطلق کی فوجیں پھیلی ہوئی ہیں اور حارث بن ضرار کے اکسانے پر
س پڑوس کے تمام قبائل مسلح ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے مریسیع پہنچنے
وع ہو گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملنے پر آپ نے زید بن حارث کو اپنا جانشین مقرر
ا اور مسلمانوں کا لشکر لے کر ۲ شعبان ۵ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور
یسیع پہنچ کر قیام کیا جو موضع قدید کے قریب ہے۔ بنی مصطلق اور دوسرے
ل نے جو مسلمانوں کو دیکھا تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ جن کے بڑے ذم
تھے جو دور دور سے مدینہ کو لوٹنے اور اسلام کو مٹانے کے لئے آئے تھے وہ تو
اگ گئے اور حارث اور اس کے ہمراہی جن کی تعداد سات سو سے اوپر تھی ڈٹیا
وجود رہے۔ سرور کائنات نے مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر اور انصار کا سعد
ن عبادہ کو عنایت فرما کر لشکر کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔ اور پیغام صلح بھیجا۔
مگر اس کی پرواہ نہ کی گئی لہذا جنگ شروع ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر میں مسلمان
لب آگئے۔ بنو مصطلق کے دس بارہ آدمی مارے گئے تھے کہ بی بی جویریہؓ کے
پہلے شوہر مسافع کے گرتے ہی بنی مصطلق کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حارث آنکھ بچا بھاگ

نکلا۔ اور سب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حارث کا تمام کنبہ عورتیں اور بچے جو شریک جنگ تھے۔ وہ گرفتار ہوئے اور مال غنیمت اکھٹا کیا گیا اور مدینہ پہنچ کر ان سب کی تقسیم ہوئی۔ مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں۔ چھ سو قیدیوں میں حارث کی بیٹی برّہ (بی بی جویریہ) بھی تھیں۔

دوسرا نکاح رسول اللہ سے شعبان ۵ھ مطابق دسمبر ۶۲۶ء

مدینہ پہنچ کر جنگی قیدیوں کی تقسیم ہوئی تو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ جن کا پہلا شوہر مسافع بن صفوان اس جنگ میں مارا گیا تھا ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ ثابت بن قیس انصاری تھے قبیلہ خزاعہ میں سے تھے اور بنو مصطلق سے رشتہ داریاں تھیں۔ انھوں نے برّہ کی آزادی ۹ اوقیہ[1] سونا ادا کرنے کی شرط منظور کرلی۔ جرمن مورخ اسپرینگر کا یہ بیان کہ رسول پہلے ہی نظر میں برّہ پر گھائل ہوگئے (سوانح و تعلیم محمد صفحہ ۷۰) بغیر کسی حوالے کے بے بنیاد اور گمراہ کن ہے۔ مستند مورخین کا ایک بیان یہ ہے کہ برہ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں مسلمان ہوچکی ہوں۔ ثابت نے اس شرط پر آزاد کیا ہے کہ میں اتنی رقم انھیں ادا کردوں مگر میں اس وقت مجبور ہوں آپ میری مدد فرمایئے آپ اُن کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور اُن کی رقم ادا کرکے آزاد کردیا۔ اُس وقت برہ (بی بی جویریہ) نے خواہش کی کہ آپ کو حرم

---

[1] ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا اور ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنے کا لہذا ۹ اوقیہ ۷۸ ہوئے اٹھتر روپے بارہ آنے کے۔

زوجیت بخشیں۔ چنانچہ آپ کا نکاح ہو گیا۔

تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ حارث کچھ سامان فراہم کر کے بیٹی کو لینے کی غرض سے مدینہ آیا۔ اُس نے دو اُونٹ جنھیں وہ بہت پسند کرتا تھا عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا دیئے کہ واپسی پر لیتا جاؤں گا ورنہ کہیں یہ بھی بیٹی کو چھڑانے میں ہاتھ سے نہ نکل جائیں۔ مدینہ آکر وہ سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میری بیٹی کا فدیہ قبول کر کے اُسے رہا کیجیے۔ آنحضرت نے فرمایا وہ دو اونٹ تو لاؤ جو تم چھپا آئے ہو۔ یہ سُن کر وہ ہکا بکا رہ گیا اور مسلمان ہو گیا۔ بیٹی کا حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا اور اُم المومنین سے ملنے گیا۔

دوسرا بیان یہ ہے کہ برہ (بی بی جویریہ) نے ثابت بن قیس کو آزادی کی قیمت ۹ اوقیہ سونا ادا کرنے کی تحریر دی تھی اور یہ واقعہ جب رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر سُنایا تو آپ نے قیمت ادا کر دی۔ اور ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ حارث بن ضرار مدینہ آیا۔ اور آپ سے کہا میں ایک معزز سردار ہوں میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ آپ اُسے آزاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا جویریہ جو پسند کرے وہی ٹھیک ہے۔ حارث نے بیٹی سے پوچھا اُنھوں نے کہا میں رسول اللہ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ بی بی جویریہ اور اُن کے باپ دونوں مسلمان ہو گئے اور حارث کی درخواست پر آپ نے بی بی جویریہ سے نکاح کیا۔

نتیجۂ نکاح مسلمان اِس رشتہ سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ بنو مصطلق رسول اللہ کی زوجہ محترمہ کے عزیز ہیں اب ان کو قید رکھنا سوء ادب ہے اس لئے نہ صرف سب قیدی رہا کئے گئے بلکہ مال و اسباب بھی

جو ہاتھ آیا تھا وہ بھی سب کا سب ان کو واپس کیا گیا۔ اُن لوگوں نے جو اسلام کا یہ سلوک دیکھا تو اُن میں سے بہت سے ایمان لے آئے کتاب العتاق اور سنن ابی داؤد میں تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

اس نکاح کی برکت سے جو قیدی آزاد کئے گئے تھے وہ دو سو سے اوپر اور بحساب بعض مورخین سات سو آدمی تھے۔

یہ اس نکاح ہی کا نتیجہ تھا کہ مؤلف "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" کے بیان کے مطابق اسلامی مملکت کی سرحد مکّہ کی طرف سو میل کے قریب بڑھ گئی۔

اُم المومنین بی بی عائشہ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں کہ جویریہ کا نکاح اُن کی قوم کے لئے انتہائی خیر و برکت کا سبب ہوا کہ ساری قوم غلامی سے نکل کر اس روز آزاد ہو گئی اور اُن میں سے بہت سے مسلمان ہوئے ہیں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لئے اس قدر بابرکت ثابت ہوئی ہو"

کہتے ہیں کہ بی بی جویریہ نے جنگ مصطلق سے تین دن قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور اُن کی گود میں آ گیا۔

خصائل

اُم المومنین حضرت جویریہ بڑی باہمت اور بہادر خاتون تھیں۔ جنگ یرموک۔ حضرت عمر فاروق کے زمانۂ خلافت کی بہت مشہور لڑائی ہے۔ جس میں حضرت اسماء بنت ابوبکر حضرت خولہ اور اسماء بنت یزید کے ساتھ اُم المومنین نے بھی حصہ لیا اور نہایت شجاعت اور دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا

بی بی جویریہ بہت پرہیزگار اور عبادت گذار تھیں۔ نماز کے علاوہ

اورادو وظائف میں بھی اُن کا کافی وقت صرف ہوتا تھا۔ ایک دن سرور کائنات نے صبح کے وقت اُن کو مصلے پر دیکھا۔ اور اُسی دن دوپہر کو دیکھا تو بھی اسی مصلے پر بیٹھی پڑھ رہی تھیں۔ دریافت فرمایا کیا صبح سے ابھی تک تم اسی مصلے پر بیٹھی پڑھ رہی ہو۔ عرض کیا "جی ہاں" رسالتمآب سے فرمایا میں تمھیں پڑھنے کے لئے چند کلمات نہ بتادوں تو سُنو ۳ دفعہ سُبحَانَ اللہِ عَدَدَ خَلقِہٖ (اللہ کی پاکی اس کی مخلوقات کے برابر) ۳ بار سُبحَانَ اللہِ رِضیٰ النفسہ (اللہ کی پاکی اس کی رضامندی کے مطابق) ۳ بار سُبحَانَ اللہِ زِنَۃَ عَرشِہٖ (اللہ کی پاکی اس کے عرش کے وزن کے برابر اور ۳ بار سُبحَانَ اللہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (اللہ کی پاکی اس کے کلموں کے برابر چاروں تین تین بار پڑھ لیا کرو۔

اُم المومنین بی بی جویریہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلعم جمعہ کے دن اُن کے ہاں تشریف لائے اور وہ روزہ سے تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا کل تم نے روزہ رکھا تھا۔ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کل تم روزہ رکھنا چاہتی ہو"، انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو روزہ توڑ دو۔ (صحیح بخاری)

ان سے کئی حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس۔ جابر بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر نے ان سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے اُن کی اس طرح بھی تعریف کی ہے۔

"جویریہ میں ایک شیریں دلکشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل

میں اُن کی جگہ ہو جاتی تھی۔"

رحلت ۵۶ھ ہجری میں جب امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔ ۷۰ سال سے قریب عمر پاکر رحلت کی بعض مورخین ان کا سال وفات ۵۰ھ ہجری لکھ رہے ہیں۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں مروان بن حکم نے جو اُس وقت مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی۔

(۹)

اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ

نام اور خاندان ان کا اصلی نام رملہ تھا مگر اپنی بیٹی حبیبہ کے نام پر (جو پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش سے تھیں) کنیت اُم حبیبہ رکھ لی تھی۔ یہ کنیت اُن کے اصلی نام سے زیادہ مشہور ہوئی اور تاریخ میں بھی اُم حبیبہ ہی مشہور رہیں۔

یہ بہن تھیں امیر معاویہ کی بیٹی ابوسفیان بن صخر بن حرب کی اور حرب بن اُمیہ بیٹا تھا عبد شمس بن عبد مناف کا جس کے دوسرے بیٹے عبدالمطلب دادا تھے رسول اللہ صلعم کے۔ گویا ایک ہی خاندان کی دو شاخیں اِس طرح تھیں۔

قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی

عبد مناف

ہاشم — عبد شمس

عبدالمطلب — اُمیہ

عبداللہ — حرب

محمد رسول اللہ — صخر

ابوسفیان (باپ) — صفیہ (ماں) — ابوالعاص (ددھیال)

رملہ (اُم حبیبہ) — معاویہ

بی بی اُم حبیبہ کی ماں تھیں ۹ صفیہ اور وہ بیٹی تھیں ابوالعاص بن امیہ
جو حضرت عثمان کا دادا تھا۔ گویا اُم حبیبہ حضرت عثمان کی پھوپھی زاد بہن تھیں
غرضکہ ددھیال اور ننھیال دونوں طرف سے شریف اور معزز خاندان کی تھیں

ابوسفیان

بی بی اُم حبیبہ اور معاویہ کے باپ ابوسفیان نہایت جاہ وجلال اور رعب و دبدبہ کے بہت دلیر اور جری شخص تھے اور بنو امیہ کو اُن کی شخصیت پر بڑا ناز تھا۔ نہ صرف عرب اُن سے مرعوب تھے اور اُن کا لوہا مانتا تھا بلکہ بیرون عرب شاہانِ فارس و روم بھی اُن کی عزت و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ابوسفیان کی رسالتمآب سے انتہائی دشمنی کی ایک بڑی وجہ خاندانی عداوت تھی۔ سرورِ کائنات کعبہ کے متولی عبد مناف کی چوتھی پشت میں تھے۔ اس کے دو بیٹے ہاشم اور عبدالشمس جوڑواں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح کہ عبدالشمس کے پاؤں کا تلوا ہاشم کے ماتھے سے ملا ہوا تھا۔ جسے تلوار سے کاٹ کر الگ کیا گیا اور جس پر اُس وقت کے نجومیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ان دونوں کی اولاد میں تلوار چلے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنی امیہ بنو ہاشم کے دشمن تو پہلے ہی تھے۔ اب جو سرورِ کائنات نے دعویٰ نبوت کیا۔ بنو امیہ یہ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ بنو ہاشم کا ایک شخص یکہ و تنہا غریب و بے یار و مددگار اُن کے آبائی عقائد کو باطل قرار دے اور قوم کی پیشوائی کرے۔ مکہ میں تیرہ سال تک رسول اکرم صلعم کو جو جو تکلیفیں اُٹھانی پڑیں اُن کی تہہ میں بنو اُمیہ کا ہاتھ تھا۔ جب رسول اللہ پر اور مسلمانوں پر قریش نے مظالم کی انتہا کر دی اور آپ اور مسلمان ترک وطن کر کے مدینہ

گئے جب بھی اُن کے کلیجے میں ٹھنڈک نہ پڑی۔ اور ۲ھ میں معرکہ بدر ہوا جس میں ابوجہل مارا گیا۔ اس کے بعد ابوسفیان قریش کا سب سے بڑا سردار ہوا اور اُس کی سرکردگی میں اور دو دفعہ مدینہ پر چڑھائی ہوئی پہلی دفعہ احد پر مقابلہ ہوا اور دوسری دفعہ جنگ احزاب (جنگ خندق) میں۔ سرور کائنات اور بنو ہاشم سے بنو امیہ کی دشمنی اِس درجہ کی تھی کہ جنگ اُحد میں سرور عالم کے چچا حضرت حمزہ شہید ہوئے تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے لاش سے کلیجہ نکال کر چبایا اور جب نہ نگل سکی تو تھوک دیا۔ ۸ھ میں بغیر لڑائی کے جب آپ نے مکہ فتح کر لیا۔ تو ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔ ایک ماہ بعد حنین کی لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت آیا تو ابوسفیان کو سو اونٹ اور چالیس اونس چاندی ملی۔ طائف اور تبوک کی لڑائیوں میں بھی انھوں نے شرکت کی

پہلا نکاح اور اولاد

سرور کائنات کو جس وقت نبوت عطا ہوئی تو بی بی اُم حبیبہ سترہ برس کی تھیں۔ گویا آپ سے ۲۳ سال چھوٹی تھیں ان کا پہلا نکاح جحش سے ہوا تھا۔ جس سے اُن کے ہاں ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا اور ایک لڑکی حبیبہ۔ اس کے نام پر ان کی کنیت اُم حبیبہ ہو گئی۔ حبیبہ کی تربیت میں رسول اللہ کا بھی حصہ تھا۔ اُن کی شادی قبیلہ ثقیف کے رئیس داؤد بن عروہ بن مسعود سے ہوئی۔

قبولِ اسلام

بی بی اُم حبیبہ شروع شروع کی اسلام قبول کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔ اُن کے باپ ابوسفیان

ابرہہ نے کہا بادشاہ نے یہ بھی کہلوایا ہے کہ تم کسی ایسے آدمی کو بتا
وکالت سے تمھارا نکاح کر سکے۔ خالد بن سعید حبش میں رہتے تھے
کہلا بھیجا۔ شام کو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب۔ عثمان بن عفان
حبش میں تھے اُن کو بلایا۔ اور جب سب آ گئے تو اُس نے خدا کی
کہا کہ رسول اللہ نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں ابوسفیان کی بیٹی اُم
سے نکاح کر دوں۔ رسول اللہ نے مجھے جس بات کا پیام بھیجا ہے
تسلیم کیا اور اُم حبیبہ کا چار سو دینار مہر[1] مقرر کیا۔ یہ کہہ کر شاہ حبش
دینار رکھ دیئے تو خالد بن سعید بن ابی العاص اُٹھے اور خدا کی
بعد کہا۔ میں نے رسول اللہ صلعم کا فرمان قبول کیا۔ جس کی آپ
فرمائی۔ اور میں نے ابوسفیان کی بیٹی اُم حبیبہ کو اُن سے بیاہ دیا
قبول کے بعد نجاشی نے چار سو دینار خالد کو دیئے اور انھوں
پاس بھیج دیئے۔ نکاح کے بعد جب سب جانے لگے تو نجاشی نے
اور کہا کہ انبیا کا طریقہ یہ ہے کہ طعام ولیمہ کھلایا جائے اس لئے آ
کھانا کھا کر جائیں۔ یہ کہہ کر اُس نے کھانا منگایا۔ اور سب کو کھلایا۔
ابرہہ لونڈی اُس کی طرف سے میرے لئے بہت سا مشک و عنبر لا
نے شرجیل بن حسنہ کے ساتھ مجھے جہاز میں بٹھا کر حفاظت سے
روانہ کر دیا۔ جب مدینہ پہنچیں تو آنحضرت خیبر میں تشریف رکھتے

---

[1] صاحب سیر الصحابیات کی رائے ہے کہ مہر کی تعداد میں کچھ غلطی معلوم ہوتی
ہے اور مسند میں بھی کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر چار چار سو د
چار سو دینار راوی کا سہو ہے۔

سرور کائنات کا یہ نکاح ۷ھ کے آخر میں ہوا۔ اُس وقت عیسوی سال
۔ آپ کی عمر اُس وقت ۵۹ سال تھی اور بی بی اُم حبیبہ ۳۶ سال تھیں
اکثر اُن سے نجاشی کے حالات معلوم کئے کرتے تھے۔

ابوسفیان کو جب معلوم ہوا کہ اُم حبیبہ کا نکاح رسول اللہ
سے ہوگیا ہے۔ تو باوجود اس کے کہ وہ رسالت مآب کے
بڑے دشمن تھے۔ اُن کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔
"ایک ایسا شخص ہے جس کی عزت پر کسی طرح کا دھبہ نہیں ہے"۔
اس نکاح سے سرور کائنات نے ثابت کر دیا کہ آپ قریش کے مخالف
۔ آپ کی مخالفت تو صرف اُن سے تھی جو بت پرستی کرتے اور خدا کے
اور کو شریک کرتے تھے ورنہ قریش جن کے ہاتھوں آپ نے سخت
تکالیف اٹھائیں۔ آپ کے اپنے ہی عزیز تھے۔ اس نکاح کا سب
بڑا یہ ہوا کہ ابوسفیان کی مخالفت اسلام میں کمی اور رسول اللہ کی طرف
کے دل میں نرمی پیدا ہو گئی اور یہ ترقی اسلام کے لئے معمولی بات نہ تھی۔

۸ھ ہجری میں ابوسفیان مدینہ آئے۔ اور آئے یوں
کہ قریش نے صلح نامہ حدیبیہ سے پھر کر قبیلہ بنو خزاعہ
کو قتل کیا۔ اس قبیلہ کا بھی رسول اللہ سے معاہدہ تھا۔ قریش نے
ان کو آپ سے عہد جدید کے لئے مدینہ بھیجا۔ وہ سیدھے اپنی بیٹی اُم حبیبہ
کے پاس آئے۔ اُنھوں نے باپ کو گھر میں بلا لیا مگر اس گدیلے کو اٹھا کر
جس پر سرور کائنات بیٹھتے تھے۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا بیٹی کی یہ حرکت

ناگوار گذری اور پوچھا "کیا تم نے یہ گدا اس لئے اٹھا کر رکھا ہے کہ
نہ بیٹھوں" بی بی ام حبیبہ نے کہا "جی ہاں - آپ بت پرست ہیں
خدا کے پاک نبی کے بیٹھنے کا گدا ہے"

بی بی ام حبیبہ کا یہ بھی عشق رسول ہی تھا کہ ایک دفعہ انھوں
رسول اللہ سے کہا آپ میری بہن سے نکاح کر لیں - آپ نے فرمایا "کیا
پسند ہے" کہا "جی ہاں - میں اکیلی تو حضور کے نکاح میں نہیں ہوں
ہونا پسند نہ کروں اور بھی آپ کی بیویاں ہیں) رسول اللہ نے ان کی
نہیں کی کیونکہ شرع کی رو سے ایک وقت میں دو حقیقی بہنیں کسی شخص
نکاح میں نہیں رہ سکتیں - پھر آپ فطرتاً متعدد شادیوں کی طرف مائل
تھے - یہ جو آپ تک نکاح کئے گئے یہ سب دینی اور سیاسی مصلحتوں کی

عشق رسول ہی کا یہ تیسرا واقعہ ہے کہ جب سے رسول اللہ
کہ روزانہ بارہ رکعت نفل پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے - اس وقت
بارہ نفل روزانہ پڑھے -

ان کے باپ ابوسفیان کا جب انتقال ہوا تو تین دن تک
پھر خوشبو منگا کر ملی اور کہا کہ رسول اللہ کا حکم ہے کہ کسی کے مرنے
سے زیادہ نہ کیا جائے البتہ شوہر کی وفات پر چار مہینہ دس دن
کرنا چاہئے - اس واقعہ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم کی
عظمت ان کی نظر میں اور کس قدر محبت ان کے دل میں تھی -

ارشادات رسول کو کس قدر ملحوظ رکھتی تھیں اس کا اندازہ

تھا کہ ایک دن اُن کے بھانجے ابو سفیان بن سعید آئے اور ستو کھا کر
تو بی بی اُم حبیبہ نے کہا تم کو وضو کرنا چاہیے رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ
چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے۔

اق | بی بی اُم حبیبہ بہت رحمدل ہمدرد صاف گو خوش مزاج اور
بہت دیندار تھیں۔

۳۵ھ ہجری میں خلیفہ سوئم حضرت عثمان بن عفان کے مکان کا محاصرہ
فسادیوں نے نائب رسول کا دانہ پانی بند کر دیا تھا اُم المومنین کو معلوم
خود پانی اور کھانے کی چیزیں لے کر حضرت عثمانؓ تک پہنچنے کی کوشش کی
فسادیوں نے اُن کے درجہ کو بھی ملحوظ نہ رکھا اور تلوار سے اُن کے خچر کا بند
دیا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خچر نہیں اونٹ تھا۔

حدیث کی کتابوں میں اُم المومنین سے ۶۵ روایتیں ہیں اور راویوں کی
ایک درجن کے قریب ہے جن میں زینب بنت اُم سلمہ عروہ بن زبیر صفیہ
شیبہ بھی ہیں۔

لت | انتقال سے قبل انھوں نے بی بی عائشہ اور بی بی اُم سلمہ سے کہا۔
"سوکنوں میں آپس میں تلخ باتیں بھی ہو جایا کرتی ہیں۔ میرا
کہا سنا معاف کرنا" دونوں نے خوشی سے معاف کر دیا۔

۴۴ھ ہجری میں جب ان کی عمر ۷۰ برس تھی انتقال کیا۔

زار | ایک روایت یہ ہے کہ مدینہ کے قبرستان البقیع میں مدفون ہوئیں دوسری
روایت ہے کہ ان کی قبر حضرت علی مرتضیٰ کے گھر میں تھی۔ مگر یہ

دونوں روایتیں صحیح نہیں۔ ان کا مزار دمشق میں ہے۔ جس کی زیارت کا
۴ر نومبر ۱۹۵۶ء کو اس کتاب کے مؤلف کو حاصل ہوا ہے۔
۴۴ھ میں جب انھوں نے رحلت فرمائی اُن کے بھائی امیر معاویہ
دور حکومت تھا۔ اس لئے اُن کا دمشق جانا عین قرین قیاس ہے۔
دمشق کے پرانے قبرستان باب الصغیر میں جہاں حضرت بلال حبشی حضر
عبداللہ ابن مکتوم اور بہت سے صحابہ رسول اور بی بی زینب صغرا دختر حضرت
ابن ابی طالب بی بی سکینہ دختر سیدنا حسین شہید کربلا کے مزارات ہیں د
رسول اکرم کی ازواج مطہرات میں سے دو یعنی بی بی اُم حبیبہ اور بی بی اُم
کے مزار بھی پاس پاس ہیں۔ شہر سے قبرستان آتے ہوئے دائیں طرف ۱۶ ش
کربلا کے سر مدفون ہیں اور سڑک کے بائیں جانب ذرا اور بائیں طرف دس
قدم پیچھے ہٹ کر پہلے بی بی اُم حبیبہ کا مزار ہے اور اس کے پیچھے بائیں طر
بی بی اُم سلمہ کا۔
اُم المومنین بی بی اُم حبیبہ کا مزار بھی ایک کوٹھڑی ہی ہے جو مقف
رہتی ہے اور کلید بردار زائرین کی درخواست پر کھولتا ہے باہر سے ا
طول ۴ گز اور عرض ۳ گز کے قریب ہوگا۔ اندر سنگ مرمر کا فرش
جس پر سنگ موسیٰ کی کالی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں اس کتاب کا مؤ
شام کی سیاحت کرتا۔ جب بی بی اُم حبیبہ کے مزار پر حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر
بہت دکھ ہوا کہ قبر کے پاس ہی کلید بردار کا بستر بچھونا۔ لالٹین چو
کی گیسلی بھی تھی۔

اُم حبیبہ کی قبر کے پتھر بی بی اُم سلمہ کی قبر کے پتھروں سے ہلکی قیمت کے ہیں
ہر پر سیاہ کپڑا پڑا ہوا تھا۔ یہ مزار بھی ۱۳۲۷ ہجری میں ترکی خلیفہ
ان عبدالحمید نے پھر سے تعمیر کرایا تھا باہر دروازہ سے کوئی ایک فٹ
یہ عبارت کندہ ہے۔

ھذا ضریح السیدہ اُم حبیبہ زوجہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جدد الخادم المبارک السلطان الغازی عبدالحمید خاں ثانی ۔
سنہ ۱۳۲۷ھ

(۱۰)

اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنت حُیّی

نام اور خاندان ان کا نام زینب تھا۔ عرب میں مال غنیمت کا ایک حصہ جو سب سے بڑے سردار یا بادشاہ کے لئے مخصوص کردیا جاتا تھا صفیہ کہلاتا تھا۔ جنگ خیبر میں وہ اسی طرح رسول اکرم کے حصہ میں آئی تھیں۔ اس وجہ سے صفیہ مشہور ہوگئیں۔ اُن کے باپ حُیّی بن اخطب بن سعنہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران کی نسل میں سے تھے اور چونکہ یہ پیغمبر کی اولاد میں سے تھے اس لئے اُن کے خاندان کو تمام یہودی نہایت عزت و وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اُن کے باپ حُیّی یہودیوں کے ایک معزز سردار تھے اور اُن کی ماں ضرہ بیٹی تھیں قریظہ کے نامور سردار سموئیل کی جس کی شجاعت دیانت اور ہمت سارے عرب میں مشہور تھی۔

پہلی شادی بی بی صفیہ کی عمر ۱۴ سال تھی کہ اُن کے باپ حُیّی بن اخطب نے اُن کی شادی مشہور شہسوار اور نامور شاعر سلام بن مشکم سے کردی مگر میاں بیوی میں موافقت نہ ہوسکی۔ تعلقات بجائے بہتر ہونے کے بدتر ہوتے چلے گئے۔ آئے دن کی ناچاقی اور روز کی کل کل چٹ پٹ کی

م بن مشکم نے انھیں طلاق دے دی۔

سری شادی

سلام بن مشکم سے طلاق ملنے کے بعد اُن کے باپ نے اُن کی دوسری شادی ایک مشہور شاعر کنانہ بن
یقیق سے کر دی جو بنو قریظہ کا ایک جری اور مقتدر سردار تھا۔ اور یہودیوں
ب سے مضبوط قلعہ القموص میں رہتا تھا۔ ۷ھ ہجری میں جب مسلمانوں
پر فتح کیا تو کنانہ لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس کی بیوی زینب المعروف بہ صفیہ
کے قیدیوں میں سے تھیں۔

ک خیبر ۷ھ
ریج ۶۲۸ء

مدینہ کے شمال مغرب میں آٹھ منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز جگہ تھی جسے خیبر کہتے تھے۔ یہاں یہودیوں کے دس (اور بقول بعض چھ) نہایت مضبوط قلعے
۔ مدینہ سے یہودیوں کے جو دو قبیلے بنو نضیر اور بنو قینقاع جلاوطن کیے گئے
ہ وہ یہیں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اور اب یہی مقام یہودیوں کی مرکزی جگہ
ں۔ یہودی شب و روز اس دھن میں رہتے تھے کہ لشکر عظیم سے حملہ کر کے
ینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ اور کوئی مسلمان نام کو نہ رہے۔ انھیں
ودیوں نے قریش اور قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا۔ انھیں کی
حریک سے ۵ھ ہجری میں جنگ خندق ہوئی تھی۔ جس میں قریش۔ قبائل
ر یہودیوں کی متفقہ اور متحدہ طاقت کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ
شکست کھانی پڑی تھی۔ صلح حدیبیہ سے یہودی سمجھے کہ مسلمانوں نے جو اس قدر
ب کر معاہدہ کیا ہے تو اُن میں دم خم نہیں رہا۔ یہی سمجھ کر انھوں نے پھر جنگ

کی تیاری شروع کر دی اور دس ہزار کی جمعیت مسلح ہو جانے کے بعد بنی غطفان
اور بنی اسد کو بھی یہ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا کہ فتح مدینہ کے بعد نخلستان
آدھا حصہ تم کو دیا جائے گا۔ انھیں ملا کر بہت بڑے پیمانہ پر سامانِ جنگ
ہونے لگا۔ یہودیوں کی اس تیاری کا رسول اللہ صلعم کو علم ہوا تو سباع بن عرفطہ
غفاری کو حاکم مدینہ مقرر کر کے مدینہ کی حفاظت کے لئے آپ چودہ سو مجاہدوں
لے کر خیبر کی طرف بڑھے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی، ناممکن تھا کہ خاموش
بیٹھتا۔ اس نے پہلے ہی اسلامی فوج کی روانگی کی اطلاع یہودیوں کو دے
قبائلی فوجیں سب ابھی تک جمع نہ ہوئی تھیں۔ عبداللہ بن ابی کی طرف سے
اطلاع پہنچی تو بجائے پیش قدمی کرنے کے یہودی کھلے میدان میں نکل آئے
جب مسلمان وہاں پہنچ جائیں تو مقابلہ کیا جائے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں
یہاں پہنچنے میں کچھ دن لگیں گے مگر مجاہدینِ اسلام نے بہت تیزی سے جلد
جلدی مسافت طے کی اور ابھی ایک منزل باقی تھی کہ شام ہو گئی لیکن رسول
نے رات کے اندھیرے کی پرواہ نہ کی۔ رات بھر چلتے رہے اور جب صبح ہوئی تو خیبر
دروازہ پر تھے۔ یہودیوں نے جو مسلمانوں کو سر پر دیکھا تو سناٹے میں رہ گئے
تو انھیں معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مسلمان روانہ ہو گئے ہیں مگر یہ اُن کے سان
گمان اور خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اس قدر جلد ساری منزلیں طے کر لیں
اُن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میدان میں ایک دم مقابلہ مشکل تھا۔ لہٰذا
ایک ہی صورت تھی کہ قلعہ بند ہو گئے۔ اُن کے قلعے بہت مضبوط تھے اور انھیں
یقین تھا کہ مسلمان ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں ہمارے قلعے ہرگز سر نہ کر سکیں

پھینک کر محاصرہ اُٹھانے پر مجبور ہوں گے۔ انھوں نے اپنے قلعوں
اکر مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔
مسلمان شروع شروع میں تو اُن کے پتھر اور تیر روکتے رہے لیکن پھر
ں اِس غضب کا جوش پیدا ہوا کہ اُنھوں نے یہودیوں کے قلعوں پر
بیر کی صداؤں میں دھاوا بول دیا اور تین قلعے تھوڑی ہی دیر میں سر کر لیے
ں جو سب سے مستحکم اور خاص قلعہ تھا اُس کو فتح کرنا آسان نہ تھا کئی
در گئے۔ اِس قلعہ کو سر کرنے میں جب مسلمانوں کی کوششیں بے سُود
ور رسول اکرم نے فرمایا "کل میں اُس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ
فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا
سول بھی اُس کو چاہتے ہیں۔" دوسرے دن صبح ہوتے ہی رسول اللہ نے
رت علی مرتضیٰؓ کو علم دے کر روانہ کیا۔ حارث اور مرحب یہودیوں کے دو
سردار جن کی شجاعت پر اُنھیں ناز تھا۔ اور دونوں سگے بھائی تھے بہت
سواروں کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے باہر نکلے۔ بڑے گھمسان کا
پڑا۔ دونوں طرف کے بہادر بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ
حارث کو قتل کر دیا بھائی کا یہ حشر دیکھ کر رستم یہود "مرحب" غضبناک ہو گیا اور
رتے ہوئے شیر کی طرح حضرت علی کی طرف یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا "خیبر مجھے
نتا ہے کہ میں مرحب ہوں سلح پوش ہوں۔ بہادر اور تجربہ کار ہوں۔ جبکہ
ائی کی آگ بھڑکتی ہے۔" اس کے جواب میں حضرت علی یہ کہتے ہوئے بڑھے
ادہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے۔ جھاڑی کے شیر کی طرح

مہیب اور ڈراونا۔"میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں
پینترا بدل کر ایسی تلوار دی کہ وہ زمین پر آگرا[1] اس کے گرتے ہی دشمن کی
چیرتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ حضرت علی کی اِس دلیری اور جاں
نے مسلمانوں میں ایسا جوش پیدا کیا کہ انھوں نے ایک دم عقب سے حملہ
اور یہودی سر پہ پیر رکھ کر بھاگے۔ اب حضرت علی مجاہدینِ اسلام کے ساتھ
القموص کے دروازہ پر تھے اتفاق سے چوکھٹ کے پاس ایک کواڑ
تھا حضرت علی نے اُسے اُٹھا لیا اور سپر کا کام لیا اور یہودیوں کو قلعہ میں
اسی دروازہ کو خندق کا پُل بنا لیا۔ اب مسلمانوں کے لئے کوئی رکاوٹ
وہ قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور یہودیوں کو ذلت کے ساتھ ہتھیار ڈال
عاجزی سے صلح کی درخواست کرنی پڑی۔ اُن کی یہ خواہش کہ زمین اُنھی
پاس رہے اور مسلمان پیداوار کا نصف حصہ قبول کریں منظور کر لی گئی
جنگِ خیبر پہلی لڑائی تھی جس میں زمینیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ مولانا
لکھتے ہیں یہ پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرزِ حکومت
بنیاد قائم ہوئی"

جنگ کے میدانوں میں صحابہ کے ساتھ صحابیات کے بھی ناقابل
کارنامے ہیں۔ زخمیوں کو پانی پلانا۔ اُن کی مرہم پٹی اُن کو اور شہدا کو اُ
میدان جنگ سے لے جانا۔ مجاہدین کو تیر اُٹھا کر دینا اُن کے حوصلے بڑھا
غیرت دلانا۔ اُن کے کھانے پینے کا انتظام اور شہداء کی قبریں کھودنا۔

---

[1] بعض مورخین لکھ رہے ہیں کہ "رستم یہود" مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا

ں انجام دیتی تھیں۔ اس جنگ میں علاوہ اِن خدمات کے سات صحابیات
رضہ کات کر مجاہدین کی مدد کی تھی۔
جنگ خیبر میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔
یوں کے مقتولین میں ان کا سردار کنانہ بن الحقیق بھی تھا جس کا سارا
ان پکڑا گیا۔ اسیرانِ جنگ میں اُس کی بیوی اور بنو نضیر کے مشہور سردار
ن اخطب کی بیٹی زینب المعروف بہ صفیہ بھی تھیں۔

ک دردناک منظر

مال غنیمت اور اسیرانِ جنگ ایک جگہ جمع کیے گئے۔ رسولِ اکرم کے مؤذن بلالؓ حبشی بی بی
یہ اور اُن کی چچازاد بہن کو لے کر آئے اور لائے اُس طرف سے جہاں
ں کے قبیلہ کے مقتولین خون میں ڈوبے خاک میں اَٹے بے حس و حرکت
یانک صورتوں میں پڑے تھے۔ اُن میں وہ بھی تھے جن کی گود میں یہ
نوں عورتیں کھیلی تھیں اور وہ بھی جن کا خون اُن کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔
بی صفیہ اپنے بزرگوں اور عزیزوں کی لاشیں دیکھتی اور سرد آہیں بھرتی
لی آئیں مگر دوسری عورت اِس ہولناک درد انگیز منظر کی تاب نہ لا سکی۔
اور بے تاب و بے قابو ہو کر چیخنی چلاتی اِدھر اُدھر دوڑنے لگی۔ حضرت بلالؓ
ان دونوں کو لے کر جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بی بی صفیہ
ایک طرف خاموش بیٹھ گئیں۔ مگر اُن کی چچازاد بہن سینہ کوبی کرتی اور سر
اور منہ پیٹتی رہی۔ آپ نے فرمایا اس کو دوسری طرف لے جاؤ۔ اور حضرت
بلال سے یوں مخاطب ہوئے "بلال تمہارے دل میں رحم بالکل ہی نہیں

کہ اِن عورتوں کو اُس راستے سے لائے جہاں ان کے باپ بھائی خاک میں لتھڑے پڑے ہیں"

تیسرا نکاح رسول اللہ سے ۷ ھ

مالِ غنیمت اور اسیرانِ جنگ تقسیم ہونے کا آیا تو بی بی صفیہ کو دحیہ کلبی نے اپنے لئے تجویز ... صحابہ نے رسول اکرم کی خدمت میں عرض کیا صفیہ بنو نضیر کے معزز سردار اور ایک بڑے ... کی بیٹی اور بنو قریظہ کے سردار کی بیوی ہیں۔ خاندانی وقار اور دُلا ... بشرے سے ظاہر ہے۔ سوائے آپ کے اور کسی کے لئے موزوں نہیں ... اس مشورے پر آپ نے دحیہ کلبی کو ایک لونڈی دے کر صفیہؓ کو واپس لیا ... ادا آزاد کر دیا۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر کے یہ اختیار دیا کہ چاہے وہ اپنے گھر چلی جائیں یا پسند کریں تو آپ کے نکاح میں آجائیں ... بی بی جویریہ کے ساتھ آپ کا نکاح قبیلہ بنو مصطلق کے لئے رحمت اور اسلام ... و ترقی کا باعث ہوا تھا۔ بی بی اُم حبیبہ آپ کے نکاح میں آئیں تو اُن کے باپ اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو سفیان کی مخالفت کا زور کم ہو گیا تھا ... آپ کا خیال ہوا کہ صفیہ اگر میرے نکاح میں آجائیں تو یہود کی مخالفت اسلام ... کمی آسکتی ہے لیکن نکاح کی تجویز سے قبل آزاد کر کے انھیں اپنے گھر جانے کا بھی اختیار دے دیا گیا تھا۔ باپ اور شوہر کے قتل اور خاندان کی تباہی و بربادی کے بعد بی بی صفیہ اسیرانِ جنگ میں سے تھیں یعنی انھیں لونڈی کی حیثیت سے رکھا جا سکتا تھا۔ مگر آپ نے اُن کے خاندانی وقار کو ملحوظ رکھ کر

ان کی دلجوئی کی خاطر اور یہود کی مخالفت میں کمی کی مصلحت سے نکاح کا خیال
ی ظاہر فرما دیا تھا۔ اُنھوں نے تباہ ہو کر واپس گھر جانے کے مقابلہ میں
پ کے نکاح میں آنا پسند کیا۔ چنانچہ اُن کا خیال معلوم ہونے پر آپ نے خیبر
ے واپسی میں اُن سے نکاح کر لیا۔ اور صہبا کے مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں (صحیح بخاری پارہ ۱۷) جب ہم مدینہ کی
ف روانہ ہوئے تو میں نے دیکھا آپ صفیہ کے واسطے اپنے پیچھے چادر کھینچتے تھے۔
ر اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا زانو مبارک ٹکاتے تھے پھر صفیہ آپ کے زانو پر پاؤں
رکھ کر سوار ہو جاتی تھیں"۔

اُس وقت اُن کی عمر ۱۷ برس تھی۔

رسول اکرم جب مدینہ پہنچے تو بی بی صفیہ کو حارث بن نعمان کے مکان پر
تارا جہاں بی بی عائشہ۔ بی بی حفصہ۔ بی بی زینب اور بی بی جویریہ حضرت صفیہ
و دیکھنے آئی تھیں۔ عطا بن یسار کی روایت کے مطابق انصار کی عورتیں بھی
نھیں دیکھنے آئی تھیں۔

اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود پھر کسی لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف
شریک نہیں ہوئے۔

مورخین یورپ کی غلط بیانی

غزوۂ خیبر اور بی بی صفیہ کی شادی کے سلسلہ میں
یورپین مورخین نے دروغ گوئی اور غلط بیانی کی حد
کردی ہے۔ جو افسانہ اُنھوں نے تصنیف کیا ہے۔
س کا خلاصہ یہ ہے "فتح خیبر سے مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑا خزانہ آیا۔

بی بی صفیہ کے حسن کی مدینہ میں شہرت تھی۔ کیونکہ اُن کا باپ مدتوں مدینہ
رہا تھا۔ اُن کے شوہر کنانہ نے جب خزانہ بتانے سے انکار کر دیا تو اُس کے
رسول اللہ کے حکم سے دہکتی آگ رکھی گئی۔ یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر م
اور اُس کے مرتے ہی بلال کو بھیج کر اُس کی بیوی صفیہ کو بلوایا گیا۔ اور بی بی
سے شادی کی خوشی میں رسول اللہ نے بہت بڑے پیمانہ دعوت ولیمہ کی"
یہ الزامات خصوصیت سے ولیم میور نے لگائے ہیں۔ اور ایسے ہی
خلاف تاریخ بیانات سامنے رکھ کر "دی آؤٹ لائن آف ہسٹری" میں ایچ
ویلز نے لکھا ہے "لڑائی کے دن شام کو صفیہ سے محمد نے شادی کی۔ اس کے
کو گرفتار کیا پھر مروا دیا گیا۔ شام کو محمد نے قیدی عورتوں پر ایک نظر ڈالی
کو اُن کی آنکھوں میں نظر عنایت معلوم ہوئی اور انھیں محمد کے خیمہ میں پہنچا
گیا۔ ... صفیہ کے لئے آپ کا خون آلود جذبہ ذہن حاضرہ کو حیرت اور نف
میں ڈال دیتا ہے"
ولیم میور کے الزامات قطعی غلط ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے
اُس نے جہاں چھوٹے موٹے واقعہ کا غلط سلط اور غیر مستند ہی کوئی نہ
حوالہ دیا ہے۔ وہاں خزانہ حاصل کرنے اور کنانہ کے سینے پر دہکتی آگ رکھ کر
ڈالنے کے قصہ میں اُس نے کوئی تاریخی کیا غیر تاریخی حوالہ بھی نہیں دیا۔ تا
بتا رہی ہے کہ کنانہ لڑتے ہوئے مارا گیا تھا۔ اور مقتولین کی بانویں ۹۲ لاشوں کے
ساتھ ترانویں ۹۳ لاش اُس کی تھی جسے دیکھ کر بی بی صفیہ کی ساتھن چیخ م
رونے لگی تھی۔ یہ بھی صریح جھوٹ ہے کہ رسول اکرم نے کنانہ کے مرنے پر صفیہ

بلوایا؟ ان کے آنے کے بعد وحیہ کلبی کا انھیں اپنے لئے منتخب کرنا اور پھر
صحابہ کا آپ کو یہ بتانا کہ وہ بنو نضیر کے ایک سردار کی بیٹی اور بنو قریظہ کے ایک
سردار کی بیوی ہیں ثابت کر رہا ہے کہ بی بی صفیہ کے متعلق آپ کو پہلے سے کچھ
علم نہ تھا کہ وہ کون تھیں۔ اگر واقعی مدینہ میں اُن کے حُسن کی شہرت تھی اور
آپ اُس سے باخبر تھے اور اسی وجہ سے خاص طور پر انھیں بلوایا تھا۔ تو
پھر وحیہ کلبی کو دے دینے کے کیا معنی؟

دعوتِ ولیمہ بڑے پیمانہ پر کرنا بھی صحیح روایات اور تاریخ کے قطعی خلاف
ہے۔ جس دعوت میں روٹی نہ ہو گوشت نہ ہو وہ بڑے پیمانہ کی دعوت ہوگی؟
صحیح بخاری پارہ ۱۷ میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایتیں اس سلسلہ میں
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم مدینہ اور خیبر کے درمیان تین شب ٹھیرے
اور میں نے لوگوں کو رسول اللہ صلعم کے ولیمہ کے واسطے بلایا۔ اس میں نہ روٹی
تھی نہ گوشت۔ کھجوریں، پنیر اور گھی تھا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس کے
پاس جو چیز کھانے کو ہو وہ لے آئے صحابہ کھجوریں اور پنیر لائے جو چمڑے کے
دسترخوان پر رکھ دی گئیں اور سب نے کھائیں یہی دعوت ولیمہ تھی۔ دوسری
روایت ہے کہ ملیدہ بنا کر دسترخوان پر رکھا گیا تھا۔ ترمذی، ابوداؤد اور
ابن ماجہ میں حضرت انس کا یہ بیان ہے کہ صفیہ کا ولیمہ ستو اور کھجور سے کیا گیا۔

بشارت

بی بی صفیہؓ کے چہرے پر چند اُبھرے ہوئے نشانات دیکھ کر
رسول اکرم نے دریافت فرمایا کہ "یہ کیسے نشانات ہیں؟"
"انھوں نے بتایا کہ "میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ٹوٹ کر

چاند میری گود میں آپڑا ہے۔ یہ خواب میں نے اپنے باپ کو سنایا۔" (مصنفین نے بی بی صفیہ کے باپ حیی کی بجائے ان کے "پہلے" شوہر کنانہ کا نام لکھا حالانکہ کنانہ پہلا نہیں اُن کا دوسرا شوہر تھا۔ بی بی صفیہ نے کہا "یہ خواب سُن کر میرے باپ کو سخت غصہ آیا۔ اور اُس نے اس زور سے میرے مارا کہ انگلیوں کے نشانات پڑ گئے۔ اُس نے کہا "کیا تو اپنی گردن یہاں تک اونچی کرے گی کہ ملکۂ عرب بن کر دُنیا میں مشہور ہوگی!!"

خصائل اُم المومنین کشادہ دل۔ سیر چشم۔ نیک نہاد۔ حق گو اور انصاف پسند تھیں۔ مدینہ پہنچ کر رسول اکرمؐ نے انہیں حارثہ بن النعمان کے گھر پر ٹھہرایا۔ یہیں تمام ازواج مطہرات اُن کو دیکھنے آئیں اور سب سے یہ خلق و تواضع سے پیش آئیں۔

بی بی عائشہؓ سے آنحضرت نے دریافت فرمایا "تم نے صفیہ کو کیسا پایا؟" انھوں نے کہا "ایک یہودن"! آپ نے فرمایا "وہ مسلمان ہے اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔"

بعض ازواج مطہرات نے اُنھیں کبھی کوئی سخت بات کہی تو انھوں نے جواب میں ایسی کوئی بات نہ کہی جس سے اُن کا دل دُکھے۔ بی بی عائشہؓ اور بی بی حفصہؓ نے اُنھیں ایک دن یہودن کا طعنہ دیا تو دونوں کو انھوں نے جواب نہ دیا۔ رسول اللہ صلعم کو واقعہ سُنایا تو آپ نے فرمایا "اگر وہ کہیں کہ ہم خاندانِ نبوت میں سے ہیں۔ تو تم بھی اُن سے کہو کہ میرے باپ ہارون پیغمبر ہیں۔ میرے چچا موسیٰ پیغمبر ہیں اور میرے شوہر محمد پیغمبر ہیں۔" رسول اکرم نے

ب ایک اور موقعے پر اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک دن صفیہ رضؓ
ہاں تشریف لائے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے معلوم کیا کیا بات ہے۔
ہوں نے کہا عائشہؓ اور زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم کو تمام بیویوں میں فوقیت حاصل
ہ ہم بیویاں ہونے کے ساتھ آپ کی چچا کی لڑکیاں بھی ہیں۔ اس موقعہ پر
نے فرمایا: "تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بھلا کس طرح افضل
کتی ہو کہ میرے باپ ہارون میرے چچا موسیٰ میرے شوہر محمد ہیں"۔ ترمذی
نسائی میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں کہ
بی حفصہ نے بی بی صفیہ کو "یہودی کی بیٹی" کہدیا تھا وہ رونے لگیں۔ آنحضرت
ریف لائے اور سبب معلوم ہوا تو فرمایا "تو نبی کی بیٹی نبی کی بھتیجی اور نبی کی
ی ہے" اس کے بعد بی بی حفصہؓ سے فرمایا "حفصہ خدا سے ڈرو"

اُم المومنین کس قدر نیک دل اور شریف طبیعت کی تھیں اس کا اندازہ
ں واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب رسول اکرم کی چھوٹی صاحبزادی سیدۃ النسا
ضرت بی بی فاطمہ اُن سے ملنے آئیں تو انھوں نے اپنے کانوں کے جھمکے جو
ل قیمت تھے اُتار کر فاطمۃ الزہرا کو دے دیئے۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی جو
ہیلیاں آئی تھیں۔ اُن کو بھی کوئی نہ کوئی زیور دیا۔

اُم المومنین یوں تو ہر شخص کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتی
یں مگر رسول اللہ کے متعلقین کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ ہمیشہ محبت
ے پیش آتی تھیں۔ اور آپ کی نظر میں ان کی اِس صفت کی وجہ سے بھی اُن کی
ت تھی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا اور یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ کی ہے

کہ اُم المومنین بی بی زینب اور اُم المومنین بی بی صفیہ دونوں آپ کے ساتھ تھیں
میں تھیں۔ بی بی زینب کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے اور بی بی صفیہ
کا اونٹ راستہ میں بیمار ہو گیا۔ آپ نے بی بی زینب سے کہا تم ایک اونٹ
کو دے دو۔ بی بی زینب بہت سخی ہمدرد اور بامروت تھیں۔ مگر وقت کی بات
تھی یا سوکن کا جلاپا اُن کی زبان سے نکل گیا "اس یہودن کو اپنا اونٹ
ہی دوں گی۔" رسول اکرم کو اُن کا یہ جواب اچھا نہ معلوم ہوا اور کئی دن
بی بی زینب سے بات نہیں کی۔ بی بی زینب کا بیان ہے کہ "رسول اللہ
خفگی سے مجھے نا امیدی سی ہو گئی۔ اور میں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایسی بات
نہ کہوں گی۔" ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ایک
میں نے رسول اللہ سے صفیہ کی بابت کہا کہ وہ ایسی ہے اور ایسی ہے
وہ پستہ قد ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا کہ اسے دریا
ملا دیا جائے تو وہ دریا پر غالب آ جائے۔ مطلب یہ کہ کسی کی غیبت جا
نہیں اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ تک کا حضر
صفیہ پر کوئی عیب نکالنا حضور کو پسند نہ تھا۔
حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ کسی بات
ایک دن صفیہؓ سے ناخوش ہو گئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ
کو خوش کر دو۔ میرا باری کا دن تمہارا رہا۔ بی بی عائشہ نے فرمایا۔ اچھا۔
ایک اوڑھنی زعفران کی رنگی ہوئی لے کر اس پر پانی چھڑکا تاکہ اُس کی خ
مہک جائے۔ اور یہ اوڑھنی اوڑھ کر رسول اکرم کے پاس جا بیٹھیں۔

ا عائشہؓ یہ دن تمہارا نہیں ہے"۔ انھوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل
بس کو چاہے عطا فرمائے" پھر سارا واقعہ سنایا۔ اور آپ حضرت صفیہؓ
وش ہو گئے۔

اسد الغابہ میں ہے کہ "صفیہ نہایت عقلمند تھیں"
زرقانی کا بیان ہے کہ "صفیہؓ عقلمند فاضل اور حلیم تھیں"۔
رسول اکرم صلعم سے اُنھیں کس قدر محبت تھی اِس کا اندازہ اِس واقعہ
وبی ہو سکتا ہے کہ آپ کو مرض الموت میں بے چین دیکھ کر انھوں نے
تھا "کاش مجھے آپ کی بیماری ہو جاتی" اور بیویوں نے آپ کی طرف
اور رسول اکرم نے فرمایا "یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں" یعنی اوپری دل سے
ں یہ ان کے حقیقی جذبات ہیں۔

رسول اکرم ایک دفعہ بی بی صفیہ کے ساتھ اونٹ پر جا رہے تھے کہ
کا پاؤں پھسلا آپ بھی گر پڑے۔ اور بی بی صفیہ بھی حضرت ابو طلحہ رسول
کو اُٹھانے کے لئے دوڑے تو آپ نے فرمایا علیک بالمراۃ پہلے عورت
خبر لو۔ اِس واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ پیغمبر اسلام کی نظر میں عورت کی
قدر وقعت تھی۔ اور بی بی صفیہؓ سے کس قدر محبت۔

صحیح نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ "میں نے کوئی
صفیہ سے اچھا کھانا پکانے والی نہیں دیکھی"۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اُم المومنین کی لونڈی نے اکر خلیفہ
سے کہا کہ بی بی صفیہؓ یہودیوں کی طرح سبت (ہفتہ) کو پسند کرتی ہیں

اور یہودیوں سے دلی لگاؤ ہے۔ حضرت عمرؓ خود اُن کی خدمت میں یہ معلوم کرنے کی غرض سے آئے کہ دونوں باتیں کہاں تک درست ہیں۔ اُم المومنین کی راست گفتاری کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا "جب سے خدا نے مجھے سبت کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا میں اس کو سبت سے زیادہ محترم سمجھتی ہوں۔ ہاں یہود سے بے شک مجھے محبت ہے۔ کیونکہ وہ میرے رشتہ دار ہیں" حضرت عمرؓ اُم المومنین کے اس جواب سے بہت خوش واپس ہوئے۔ حضرت عمر کے جانے کے بعد اُم المومنین نے لونڈی کو بلا کر کہا کہ تو نے میری شکایت امیر المومنین سے کی؟ اُس نے کہا مجھے شیطان نے بہکایا تھا۔ اُم المومنین نے فرمایا:۔

"جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کر دیا"

علم و فضل میں بھی اُن کا درجہ بلند تھا۔ خواتین اکثر اُن سے مسائل دریافت کرتی تھیں۔ صہیرہ بنت جیفر حج کر کے ان کے پاس آئیں تو کوفہ کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اُن سے انھوں نے مسائل دریافت کروائے۔ ایک مسئلہ تھا نبیذ کے متعلق۔ بی بی صفیہ نے فرمایا۔ اہل عراق اکثر اس مسئلہ کو پوچھتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ زوجۂ نبی کریمؐ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن وہ رسول اللہ کے پاس آئیں تو آپ رمضان کے آخر عشرہ میں نماز عشا کے بعد مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ جب وہ چلنے لگیں تو چونکہ رات زیادہ گذر چکی تھی آپ ان کے ساتھ اُٹھ کر چلے۔ یہاں تک کہ جب آپ مسجد کے دروازے کے قریب حضرت اُم سلمہ

نبی کریمؐ کے حجرے کے پاس پہنچے تو اُسی طرف سے دو انصاری جا رہے
انھوں نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا اور چل دیئے۔ اُن سے رسول اللہؐ
بلایا۔ ٹھیرو (یہ میری بیوی ہیں) انھوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ
آپ کی طرف سے کچھ اور خیال کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ نے فرمایا۔
(شیطان) انسان کے بدن میں مثل خون کے دوڑتا پھرتا ہے۔ اور میں نے ابھی
(یہ) خوف کیا کہ وہ تمھارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے"۔

بی بی صفیہؓ کی دردمندی کی یہ کیفیت تھی کہ ۳۵ہجری میں جب
(خلیفہ) سوم حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو وہ خود
(خ)چر پر سوار ہو کر حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلیں۔ اُن کے غلام کو
لے آگے چل رہا تھا پہچان کر مالک اشتر نخعی نے آکر خچر کو مارنا شروع
(کر د)یا۔ چنانچہ واپس آکر حضرت حسنؓ بن علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ کھانا پانی خلیفہ
کو بھیجتی رہیں۔

(وفات) عمر ساٹھ سال تھی کہ رمضان ۵۰ ہجری میں انتقال ہوا
قبرستان البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ترکہ ایک لاکھ چھوڑا اس کے
تہائی کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کے لئے کی تھی۔ طبقات میں ہے
وصیت کو پورا کرنے میں لوگوں نے تامل کیا تو بی بی عائشہ صدیقہ نے
بھیجا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔ یہ سن کر
(و)صیت کی تعمیل کی گئی۔

(۱۱)

اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ

نام اور خاندان

ان کا نام برّہ تھا۔ سرورِ کائنات نے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ یہ قبیلہ بنو ہلالیہ میں سے تھیں سرورِ عالم کی چار ازواجِ مطہرات غیر قریشیہ تھیں۔ بی بی جویریہ (۸) بنو مصطلق میں سے تھیں اور بی بی صفیہ (۱۰) یہود سے مسلمان ہو کر آپ کے نکاح میں آئیں دو قبیلہ الیہودین سے تھیں۔ بی بی زینب اُمّ المساکین (۵) اور بی بی میمونہ (۱۱) ان کی ماں قبیلہ حمیر سے تھیں ان کا نام نسب یہ ہے۔ ہند[۱] بنت عوف بن زہیر بن حارث۔ باپ حارث بن حزن بنو ہلال کا ایک معزز سردار اس کی سب ملا کر سولہ لڑکیاں تھیں۔ اُمّ الفضل سرورِ کائنات کے چچا جناب عباس بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں اور اُمّ سلمیٰ حضرت حمزہ کی بیوی لبابہ صغریٰ حضرت خالد بن ولید کی والدہ تھیں۔ حضرت اسماء بنت عمیس

---

[۱] کتاب المحبّر کے مؤلف محمد بن حبیب نے لکھا ہے "پورے عرب میں کوئی اور ایسی عورت معلوم نہیں جس کے داماد اس سے زیادہ شریف ہوں جتنے ہند بنت عوف کے جو میمونہ اور ان کی بہنوں کی ماں تھیں۔"

پہلے حضرت جعفر بن ابوطالب اُن کے بعد حضرت عمر فاروق اور اُن کی شہادت کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں۔ انھیں بہنوں میں سے ایک بہن بی بی میمونہ تھیں اور جیسا کہ اوپر بتایا گیا حضرت عباس بن عبدالمطلب ان کے بہنوئی تھے۔

پہلا نکاح ان کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو ثقفی سے ہوا۔ بعض مورخین اس کا نام حارث لکھ رہے ہیں۔ یہ بھی اُن کے ہی قبیلہ کا تھا۔ ایک بیان یہ ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی۔ دوسرا بیان ہے کہ وہ جوانی میں مر گیا تھا۔

دوسرا نکاح دوسرا نکاح قریش کے ایک شخص ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا اس کے ساتھ اُن کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ مگر اس کا انتقال ہوگیا تھا۔

تیسرا نکاح رسول اللہ سے ۷ھ اُم الفضل نے ایک دن اپنے شوہر حضرت عباس بن عبدالمطلب سے اپنی بہن میمونہ کے متعلق کہا کہ "محمد بن عبداللہ سے ذکر کیا جائے کہ وہ برہ سے نکاح کرلیں" حضرت عباس نے اپنے بھتیجے رسول اکرم صلعم سے اپنی سالی کا ذکر کیا اور یہ بھی کہ قرابت کا تقاضا ہے کہ تم اس سے نکاح کرلو۔ بی بی میمونہ کئی سال قبل اسلام قبول کر چکی تھیں۔ سمجھدار اور خوش اخلاق تھیں۔ آنحضرت کو یہ ثابت کرنا تھا کہ آپ حقیقتاً قریش اور اپنے کنبہ والوں کے خلاف نہیں تھے۔ اُن لوگوں کی دشمنی کا زور ڈھانا تھا۔ پھر بیواؤں کی حفاظت اور مدد کی ضرورت تھی۔ وہ اس نکاح سے آپ کی پناہ میں آرہی تھیں۔ ان باتوں کے

علاوہ آپ کو دین کی خاطر اپنے چچا کی خوشنودی بھی منظور تھی جو اب قریش کے بہت با اثر سرداروں میں سے تھے آپ نے حضرت عباس کی گفتگو سن کر رضامندی کا اظہار فرمایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے ذریعہ پیام نکاح بھجوایا۔ جب ادائے عمرہ کے لئے آپ دو ہزار جاں نثاران اسلام کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے تو حضرت عباس بن عبد المطلب کی سالی بی بی میمونہ سے آپ کا نکاح اپنے چچا حضرت عباس کی وکالت سے ہوا اور آپ نے پانچ سو درہم مہر کے ادا کئے۔ بعض یورپین مؤرخین نے اس وقت "جوان دلکش بیوہ" لکھا ہے لیکن بعض مستند مؤرخین اس وقت ان کی عمر ۵۰ سال سے اوپر لکھ رہے ہیں[1]

معاہدہ کی رو سے اس وقت چونکہ آپ تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ فرما سکتے تھے۔ اس لئے موضع سرف میں تشریف لے گئے جو مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں بی بی میمونہ بھی تشریف لے آئیں اور دوسرے دن آپ ان کو ساتھ لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

خالد بن ولید کا قبول اسلام

خالد بن ولید بن مغیرہ جنہوں نے جنگ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا رنگ بدل اور نقشہ پلٹ دیا تھا اور جن کی جنگی خدمات بے مثل اور بے نظیر ہیں۔ جن کی شجاعت، دلیری اور جانبازی نے اسلامی فتوحات میں زبردست اضافہ کیا۔ بی بی میمونہ کی بہن لبابہ صغریٰ کے بیٹے تھے۔ اور بی بی میمونہ کو اپنے اس بھانجے سے بہت محبت تھی۔ خالد کے قبول اسلام پر

[1] سپرٹ آف اسلام

رسول اللہ کے ساتھ نکاح کا اُن پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ انھوں نے خالد اور ولید کے مدینہ روانہ ہونے کے بعد ہی اہلِ قریش سے خطاب کیا کہ "جس شخص میں ذرا بھی عقل ہے اُس پر روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ محمدؐ نہ تو شاعر ہیں نہ جادوگر۔ اور جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا کہلواتا ہے۔ وہ خدائے واحد ہے سارے جہان کا مالک ہے۔ ہر سمجھدار آدمی کا فرض ہے کہ محمدؐ جس راستہ پر چلاتے ہیں اس پر چلے"

ابوجہل کے لڑکے عکرمہ نے کھڑے ہو کر کہا "خالد تم بھی کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو"

خالد نے جواب دیا "میں بچہ نہیں ہوں مسلم ہوں"

عکرمہ جھلا گیا "واللہ تم سب سے آخری قریش ہوتے جس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے"

"کیوں؟" خالد نے دریافت کیا اور عکرمہ نے جواب دیا "اس وجہ سے کہ جب تمھارا باپ زخمی ہو گیا تو محمدؐ سے اُن کو تکلیف پہنچی۔ اور اُس نے تمھارے چچا اور چچا کے بیٹے کو بدر میں قتل کیا۔ اس لئے نہ تو میں مسلمان ہوں گا نہ یہ الفاظ زبان سے نکالوں گا جو تم نے کہے ہیں۔ قریش کو اُس (محمدؐ) سے کوئی سروکار نہیں سوائے اس کے کہ اُسے قتل کر دیں"

خالد نے کہا "یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ قسم ہے خدائے واحد کی کہ میں محمدؐ پر ایمان لایا۔ کیونکہ صداقت اور حقانیت مجھ پر واضح ہو گئی ہے"

اس کے بعد خالد کی ابوسفیان سے بہت سخت گفتگو ہوئی یہاں تک

کہ تلواریں میان سے باہر نکل آئیں اور عکرمہ کو بیچ میں دخل دینا پڑا۔ انہوں نے ابوسفیان سے کہا "اگر تم نے خالد کو قتل کر دیا تو تمام قریش ترک کر کے مدینہ چلے جائیں گے"۔

قریش کے مشہور شاعر عمر جس کے اشعار قریش کی لڑائیوں میں جوش کر دیتے تھے اور عثمان بن طلحہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے اُن دونوں کے ساتھ خالد بن ولید بن مغیرہ مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچے اور خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا۔

خصائل و فضائل

بی بی میمونہ ہمیشہ یہ کوشش فرماتی تھیں مسلمان زنانہ مسائل میں بھی رسولِ اکرم کے ارشادات اور طرزِ عمل کو پیش نظر رکھیں۔ اُن کی کنیز بدیہ ابن عباس کے ایک دفعہ گئی تو اُس نے دیکھا کہ میاں بیوی کے بچھونے کافی فاصلے سے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھی شاید کسی بات پر بدمزگی ہو گئی ہے۔ اُس نے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس بیوی کے مخصوص زمانہ میں اپنا بچھونا اُن سے دُور بچھاتے ہیں۔ بدیہ نے آکر یہ واقعہ بی بی میمونہ کو سنایا تو آپ نے کنیز سے کہا کہ جا کر ابھی ابن عباس سے کہو کہ رسول اکرم کے طریقے سے تمہارا طریقہ مختلف کیوں ہے؟ رسول اللہ ہمیشہ ہم لوگوں کے بچھونے پر آرام فرماتے تھے۔ یہ واقعہ ابن اسعد نے بیان کیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت اس طرح ہے کہ ابن عباس ایک دن پراگندہ حال آئے تو بی بی میمونہ نے فرمایا بیٹا کیا بات ہے انھوں نے کہا ام عمار

اُن کی بیوی (مخصوص زمانہ میں) ہے اور وہی ان کے سر میں کنگھا کرتی ہے۔
بی بی میمونہ نے فرمایا۔ آنحضرت ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور کلام مجید پڑھتے
تھے۔ اور ہم اس حالت میں مسجد میں چٹائی رکھ آتے تھے۔ کہیں یہ مرض ہاتھ
میں ہوتا ہے۔

ایک دن ان کا کوئی رشتہ دار ان کی خدمت میں حاضر ہوا اُس کے منہ
سے شراب کی بُو آرہی تھی۔ بی بی میمونہ نے اُسے جھڑک کے کہا کہ اس حالت میں
کبھی میرے یہاں نہ آنا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ احکام اسلام
کے خلاف وہ کوئی بات گوارا نہ کر سکتی تھی۔

یہ حدیث مسلم کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اکرم حضرت میمونہ
کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے۔

ایک عورت بیمار ہوگئی تو اُس نے منت مانی کہ تندرست ہو جائے
تو وہ بیت المقدس جاکر نماز پڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صحت عطا
فرمائی۔ وہ منت پوری کرنے کے لئے جب روانہ ہونے لگی تو اُم المومنین کی
خدمت میں حاضر ہوئی۔ انھوں نے فرمایا۔

"تمہاری منت یوں بھی پوری ہو سکتی ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو
یہاں کا ثواب دوسری مسجدوں سے بہت زیادہ ہے"

بی بی میمونہ رحمدل اور ہمدرد تھیں۔ لونڈی غلاموں کو اکثر آزاد
کرتی رہتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک لونڈی کو آزاد کیا تو رسول اکرم نے فرمایا
"اللہ تم کو اس کا اجر دے"

کرتیں۔
ایک دفعہ کسی نے بی بی میمونہ نے چند دینار قرض لیے کسی
اتنی بڑی رقم آپ کس طرح ادا کریں گی۔ فرمایا آنحضرت کا ارشاد
شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اس کا قرض اللہ تعالیٰ فرد
اصابہ میں ہے کہ ان کے متعلق بی بی عائشہ صدیقہ نے فرمایا
"میمونہ خدا سے بہت ڈرنے والی رحمدل ہیں"۔
کسی موقع پر رسول اللہ نے فرمایا۔ یہ چار بہنیں ہیں (۱۔ میمونہ
۳۔ سلمیٰ۔ اسماء کی رضاعی بہن۔ ۴۔ اسما بنت عمیس کہ یہ چاروں (کا
مفسر قرآن حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ سے اکتساب
کیا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علم و فضل میں حضرت میمونہ کی کیا
یزید بن اصم کا بیان ہے کہ ام المومنین گھر کے کاموں میں مصروف
یا نماز پڑھتے میں ورنہ مسواک کرتی رہتی تھیں۔

حدیثیں ام المومنین بی بی میمونہ سے ۴۶ حدیثیں بیان کی گئی ہیں
(۱) بی بی میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے بکری
شانہ کھایا۔ بعد اس کے نماز پڑھی اور جدید وضو نہیں کیا (صحیح بخاری)
(۲) فرماتی ہیں حضور رسول کریم نماز پڑھتے رہتے اور میں آپ
ہوتی تھی کہ بعض وقت آپ کا کپڑا سجدہ میں ہوتے وقت میرے
آجاتا۔ (ابن ماجہ)
(۳) عرفہ کے دن کچھ لوگوں نے نبی کریم کے روزہ دار ہونے میں
کیا۔ انھوں نے دودھ آپ کے پاس بھیجا۔ آپ اس وقت اونٹ پر بیٹھے

[و]زے سے نہ تھے۔ آپ نے دودھ پی لیا۔ (صحیح بخاری پارہ ۸)

رحلت بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ازدواج النبی میں جس طرح سب سے آخر میں بی بی میمونہ کا نکاح ہوا تھا اُسی طرح ان کی وفات [ب]ھی سب کے بعد ہوئی ۵۰ھ میں بی بی جویریہ نے رحلت فرمائی ۵۸ھ میں [ب]ی عائشہ نے اور ۵۹ھ میں بی بی اُم سلمہ نے۔ بی بی میمونہ نے علامہ ابن جریر طبری کی تحقیق کے [مط]ابق ۵۱ھ میں انتقال فرمایا اُن کی رخصتی موضع سرف میں ہوئی تھی۔ اور وہیں [س]ے رسول اللہ کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئی تھیں۔ عجب اتفاق تھا کہ اُن کا [ان]تقال بھی اُسی موضع میں ہوا۔ اور اُسی جگہ دفن ہوئیں جہاں رسول اللہ [ص]لعم سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔

موضع سرف نواح تنعیم میں ہے جسے العمرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اہل مکہ [ا]سی جگہ احرام باندھتے ہیں۔

نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عباس نے پڑھائی اور انھوں نے [ہ]ی قبر میں اُتارا۔

بخاری و مسلم میں حضرت عطا کی روایت ہے کہ ہم مقام سرف میں ابن [ع]باس کے ساتھ حضرت میمونہ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ جب جنازہ اُٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا "جنازہ کو زیادہ حرکت نہ [د]و۔ ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلو۔ یہ رسول اللہ کی بیوی ہیں"۔

برٹن مغربی سیاح لکھتا ہے کہ ان کا مزار وادی فاطمہ میں ہے اور آج [ب]ھی زیارت گاہ خلق خدا ہے[1]

---

[1] [ع]لامہ برٹن آف اسلام۔

آخری بیوی

بی بی میمونہ سے سرورِ کائنات کا نکاح ۷ھ میں ہوا تھا۔ اور وہ آخری بیوی تھیں۔

حدیث کی بعض کتابوں میں اوزاعی، زہری یا ابواسید، سہل بن سعد سے ایک نام دخترِ جون یا امیمہ یا اسما بنت نعمان بن شراجیل یا جونیہ ہے۔ ہشام بن محمد کے حوالے سے اور بغیر حوالے کے بھی طبری اور ابن سعد نے اور دئے ہیں۔ نیز تفسیر ابن کثیر میں بھی یہ نام ہیں۔ ابن سعد اور طبری سے مونٹ گمری واٹ کی کتاب "محمد ایٹ مدینہ" مطبوعہ ۱۹۵۶ء میں آکسفورڈ پریس میں نشاۃ بنت رفاعہ۔ بنت جندب۔ شیبا بنت عمر الغفاریہ۔ غزیہ بنت جابر۔ فاطمہ بنت شریح۔ خولہ بنت الہذیل کے نام بھی ہیں بن محمد اور ابن ابی حاتم کی روایات اور طبری اور ابن سعد کا بیان عقل اور منطق اور شرعِ اسلام کے خلاف ہے اور ان کے الفاظ خود ہی واقعات کی تردید کر رہے ہیں۔ طبری کا ایک بیان اس طرح ہے۔

"اس کے علاوہ آپ نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ بنت ... سعدی کرب سے نکاح کیا مگر قبل اس کے کہ آپ اس کے پاس جائیں ... وصال ہو گیا"

اس بیان کے غلط ہونے کا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ اشعث بن قیس اور اس کے قبیلہ بنی کندہ نے ۱۰ھ ہجری میں اسلام قبول کیا اور رحلت سے

ل قبل رسول اکرم کو اور کوئی نکاح کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا
سورہ احزاب آیت ۵۲) اللہ کے حکم کے خلاف آپ کا بعد میں کوئی اور
رنا افترا پردازی اور صریحاً غلط بیانی ہے۔
طبری اور ابن سعد کے بیان کو بنیاد ٹھہرا کر مونٹ گمری واٹ نے جو
رست دی ہے اس میں یہ بیانات کس قدر مضحکہ خیز ہیں، جون سلسلہ ھ میں
ت نعمان (کندہ) سے شادی کی اور پھر طلاق دے دی۔ ملکیہ بنت کعب
ی سے قبل طلاق دے دی یا جنوری سنہ ۶۳۰ء میں شادی ہوئی اور جلد
ی۔ عادیہ بنت جابر کو شادی سے قبل ہی طلاق دے دی۔ قتیلہ بن
شادی کرنے آرہی تھی کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا خولہ بنت الہذیل کی
ے شادی ہوئی مگر وہ آپ کے پاس آرہی تھی کہ راستہ ہی میں فوت ہو گئی۔
سنہ ۶۳۲ء میں رسول اللہ کا انتقال ہوا چار سال قبل اللہ تعالیٰ نے
ہ نکاح کرنے سے منع فرما دیا اور یہ مورخین اس منع کرنے کے بعد آنحضرت
اموں کا تذکرہ فرما رہے ہیں!! عجب ثم العجب!
کسی مستند حدیث یا کسی مستند تاریخ سے نہ یہ ثابت ہے کہ جب
یا اللہ نے اپنی بیویوں کو وہ آیت سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ تم میں
نیا کی آسائش اور آرام چاہے وہ علیحدہ ہو سکتی ہے تو کسی ایک بیوی
ی دنیا کو اختیار کیا اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت نے بی بی میمونہ
بعد اور کسی عورت سے زن و شو کے تعلقات قائم کئے۔ سورۂ احزاب

سورۂ احزاب آیت ۲۸۔

آیت ۵۲ میں آیندہ نکاح کرنے سے حضور اکرم کو منع کر دیا گیا۔ آ
مفسرین نے ہشام بن محمد اور ابن ابی حاتم کی بے بنیاد روایات پر
اسی سلسلہ میں حضرت عمر کے آنے اور اپنی بیٹی بی بی حفصہ کو روتے
کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق اس موقع کا ہے جب
بی نے نہیں سب بیویوں نے توسیع نفقہ کا مطالبہ کیا تھا اور مو
ایک ماہ کا ایلا فرمایا تھا۔ آیت ۵۱ کا اشارہ حضرت سودہ کی طر
جرمن مورخ ڈاکٹر اسپرنگر کا یہ بیان[1] کہ سودہ کے پاس ایک خزا
ایک شخص جو مرونہ تھا سودہ کا دوست تھا انتہائی گمراہ کن ہے
دینے کا یہ سبب بغیر کسی حوالہ کے من گھڑت ہے جس کی تصنیف
اس مورخ کو یہ بھی خیال نہ رہا کہ بی بی سودہ نہ خوش حال تھیں نہ
حقیقت یہ ہے کہ بی بی سودہ عمر میں زیادہ تھیں انھیں خیال ہوا
مجھے علیحدہ نہ کر دیں اس لئے انھوں نے کہا تھا میں نے خوشی سے
عائشہ کو دی۔ میرے لئے یہی فخر کم نہیں کہ قیامت کے دن رسول
بیوی کہلائی جاؤں۔ (بخاری و مسلم)۔

رسالتماب کا نکاح بی بی میمونہ سے سنہ ہجری میں ہوا
کے بعد (سنہ ہجری) بیواؤں کے نکاح کی مجبوری یعنی کسی بیوہ کی
حفاظت کی ضرورت نہ رہی تو جہاں بیویوں کی کوئی گنتی ہی نہ تھی
تھا نہیں کا مسلمانوں کو چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ممانعت کر دی

---

[1] سوانح اور تعلیم محمد از ڈاکٹر اسپرنگر جلد سوم صفحہ ۱۶ (مطبوعہ ۱۸۶۹ء)

نک بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی گئی تو مشروط[۱]
اس وقت دنیا میں کہیں بھی بیویوں کی تعداد مقرر نہ تھی۔ مرد جس قدر
بیویاں رکھتا۔ کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ مسلمانوں کو انصاف اور مساوات
پر چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی۔ اگر سرور کائنات بھی چار بیویاں
باقی کو چھوڑ دیتے تو وہ کہاں جاتیں۔ یا نساء النبی لستن کاحد
نساء "پیغمبر کی بیویوں تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں۔ لہذا
ل ہوئی کہ (اے پیغمبر) تم آئندہ نکاح نہیں کر سکتے (کیونکہ اب بیواؤں
کی مجبوری نہیں رہی تھی۔ نہ دینی نہ سیاسی مصلحتیں) نہ بیویوں کو
ملتے تبدیل سکتے ہو۔ (سورۂ احزاب آیت ۵۲)
اور جب رسول اکرم کو بیویوں کی علیحدگی کا اختیار نہ رہا۔ تو انہیں
(تعظیم کی رو سے مسلمانوں کی ماؤں کا شرف بخشا گیا۔

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

اور جب رسول اللہ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ٹھہریں تو ——
تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے۔
"اور تمہارے لئے درست نہیں کہ تم رسول اللہ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ
کے بعد کبھی بھی رسول کی بیویوں سے نکاح کرو۔ اللہ کے نزدیک
(بہا جا) بات ہے" (سورۂ احزاب آیت ۵۳)۔

---

[۱] سورۃ النساء آیت ۳

مسلمانوں کی ماؤں کی معاشرت

رسول اکرمؐ کی خانگی زندگی

انسانی زندگی کے دو رخ ہیں۔ بیرون خانہ (لائف) اور درون خانہ (پرائیویٹ لائف) جب تک یہ دونوں رخ سامنے نہ ہوں کس کی سیرت مکمل نہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں میں یہ خصوصیت پیغمبر اسلام صلعم ہی کی ہے کہ آپ کی بیرونی زندگی ہی نہیں مدینہ کی زندگی کا بھی ایک ایک واقعہ صفحات تاریخ پر موجود ہے۔ اور ان سے آپ کی ایک ایک انسانی حیثیت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی۔

رسالتمآب کی بیرونی زندگی کے واقعات ہمیں صحابہ کی جلیل جماعت سے معلوم ہوئے اور گھر کے اندر کی باتیں ازدواج مطہرات سے۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو ہمیں کس طرح معلوم ہوتا کہ گھر والوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور تنہائی کی گھڑیاں آپ کس طرح گزارتے تھے؟ عورتوں بہت سے خاص مسائل اور خلوت کے بہت سے راز جو غیر آدمی نہیں

۱؎ غیر مسلم مورخین کے اعتراضات پیغمبر اسلام کی مدینہ کی گھریلو زندگی کیا

بیویوں ہی کے ذریعہ معلوم ہوئے انھیں کے توسط سے عورتیں اپنے
دریافت کرتی تھیں۔ رسول اکرمؐ کی سیرت پاک کے مختلف انسانی
امہات المومنین ہی کے بیانات سے روز روشن کی طرح واضح ہوئے
دوں (صحابہ) کی روایتوں کے علاوہ رسول اللہ کے ایثار و نفس کشی
اور محنت، مشقت۔ تحمل و بردباری۔ عدل و انصاف۔ عورتوں کی
بیویوں کی دلجوئی۔ اور اُن میں مساوی برتاؤ کے واقعات کو گھر والوں
مطہرات) نے بیان کرکے آپ کی گھریلو زندگی کی کامیابی اور تکمیل
کی شہادت دی ہے۔

مسلمانوں کی ماؤں کے گھر

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے مکہ معظمہ میں اور اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ اُم المساکین نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلعم کی حیات میں
فرمائی۔ وفات کے وقت آپ کی نو بیبیاں تھیں جنھوں نے عورتوں
احکام اسلام سے واقف کیا اور انھیں کے ذریعہ بہت سے نسوانی
مسائل حل ہوئے۔

ازواج مطہرات کے کھانے پینے۔ کپڑے لتے۔ زیور گہنے میں جس طرح
سادگی نمائش نہ تھی۔ اسی طرح جن گھروں میں وہ رہتی تھیں وہ اُن کی
سادگی اور غریبی کا نمونہ تھے مسجد نبوی سے ملی ہوئی زمین حضرت عثمان غنی
نے مسلمانوں کی ماؤں کے لئے خرید کر رسول اکرم کی خدمت میں پیش کی تھی۔
حجرے گرائے گئے قریب تھا حضرت عمر بن عبد العزیز حاکم مدینہ تھے انھوں نے

رسول اللہ کی بیویوں کے حجرے توڑ کر مسجد نبوی میں ملا دیئے تھے۔ عبداللہ بن یزید نے یہ حجرے دیکھے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ "مسجد نبوی سے ملے ہوئے نو حجرے تھے۔ یعنی صحن تھے نہ کوٹھریاں اور دالان تھے نہ برآمدے۔" اُن کی چوڑائی چھ سات ہاتھ اور لمبائی دس ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں کچی مٹی کی تھیں جو جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھیں۔ چھتیں کھجور کی شاخوں اور زیتون کی تھیں۔ جب بارش ہوتی اُن پر کمبل بچھا دیے جاتے تھے۔ چھتیں زیادہ اونچی نہ تھیں۔ میں نے دیکھا آدمی ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ دروازہ میں ایک پٹ کے کواڑ تھے۔ یا اُن پر کمبل پڑے رہتے تھے۔ اُم سلمہؓ۔ اُم حبیبہؓ۔ حفصہؓ۔ جویریہؓ۔ میمونہؓ۔ زینبؓ بنت جحش کے حجرے شمالی جانب تھے۔ اور عائشہؓ صدیقہ اور سودہؓ کے مقابل جانب۔" ان حجروں کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا جس میں ایک ماہ ایلا کرنے کے زمانہ میں موچ آنے یا گھوڑے سے گرنے کے بعد رسول اللہ نے قیام فرمایا تھا۔

رسول اکرم کی رحلت کے بعد بھی یہ حجرے ازواج مطہرات کے پاس رہے۔ اور اُن کے بعد اُن کے عزیزوں کے پاس۔ امیر معاویہ حاکم ہوئے تو اُنھوں نے حجرے خرید لئے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہ۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر کے مزارات ہیں۔ اور باقی کے حجرے ۸۸ہجری میں خلیفہ عبدالملک کے حکم سے مسجد نبوی کو وسیع کر کے اس میں ملا دیے گئے تھے۔

لمانوں کی ماؤں کے ںس کے تعلقات

عورتوں کی کہاوت ہے "سوکن زہر کی پُڑی - ایک بھی بڑی" رسول اللہ کی ازواج مطہرات مافوق البشر تو تھیں نہیں
وکن کا جلاپا اُن میں نہ ہوتا۔ فطرت نسوانی تو یہ ہے کہ دوسری بیوی
کا شکار
بیوی کی موت کے بعد ہوتا ہے شوہر سے اُس کی پہلی بیوی
اِما نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے
لم مجھے جس قدر اُن پر رشک آتا تھا اور کسی پہ نہیں آیا
بی خدیجہ کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن بی بی
سے کہہ دیا کہ "وہ تھیں کیا۔ ایک بُڑھیا۔ رانڈ۔ خدا نے آپ کو
سے بہتر بیوی دی" (یعنی میں) یہ سُن کر رسول اللہ نے فرمایا۔
"خدا کی قسم مجھے اُن سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ اُنھوں نے میری تصدیق
وقت کی جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے۔ وہ ایمان لائیں اُس وقت
سب کافر تھے۔ اُنھوں نے اپنی ساری دولت اسلام پر لٹا دی"
تو جب شوہر کی مردہ بیوی جسے دیکھا تک نہیں اُس سے رشک و
ندکا یہ حال ہو تو سوکنوں میں آپس میں جو رقابت ہو کم ہے۔ اور ازواج
رات میں بھی ایک دوسرے سے رشک تھا اور ضرور تھا۔
ایک دفعہ حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے متعلق کہا کہ "ان کا
سب کچھ کم ہے کہ قد چھوٹا ہے" اُسی وقت آنحضرت نے فرمایا "تمھاری
زبان سے ایسی بات نکلی ہے کہ اگر سمندر میں ملا دی جائے تو سمندر کی تلخی

اس بات کو بھی کڑوا کر دے"۔

رسول اللہ نے حضرت عائشہ سے حضرت صفیہ کے متعلق پوچھا کہ کیسا پایا" تو انھوں نے کہا "ایک یہودن"

حضرت حفصہ نے بھی ایک دفعہ یہودن کا طعنہ دیا تھا۔

ایک سفر میں بی بی صفیہ اور بی بی زینب دونوں آپ کے ساتھ تھیں۔ بی بی صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ چونکہ بی بی زینب کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے رسول اللہ نے فرمایا "انھیں ایک اونٹ دے دو" تو بی بی زینب نے جواب دیا "اس یہودن کو اپنا اونٹ ایسے ہی دوں"۔

بی بی زینب نہایت فخر سے اپنی سوکنوں سے کہا کرتی تھیں کہ تمھارا نکاح تمہارے بزرگوں نے زمین پر کئے اور میرا نکاح خود خدا نے آسمان پر کیا ہے"۔

ایک دن حضرت عائشہ کی باری تھی اور آپ اُن کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت اُم حبیبہ نے حلوا بنا کر بھیج دیا حضرت عائشہ نے لانے والے کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو حلوا زمین پر گرا سو الگ اور برتن ٹوٹا سو جدا۔

نسائی میں ایک واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ جو عمدہ کھانا پکاتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ کے لئے کھانا بھیجا۔ آپ حضرت عائشہ کے ہاں تشریف رکھتے تھے۔ انھوں نے خادم سے پیالہ چھین کر زمین پر پھینک دیا۔ آپ نے پیالہ جوڑا اور دوسرا منگا کر تاوان ادا کیا

بی بی عائشہ کا ایک بیان اس طرح بھی ہے کہ "میں نے آنحضرت کے لئے کھانا تیار کیا اور حفصہ نے بھی۔ میں نے لونڈی سے کہا حفصہ کھانا لائیں تو میرے کھانے سے پہلے دسترخوان پہ رکھ دیں تو گرا دیجو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا لونڈی نے گرا دیا اور رکابی ٹوٹ گئی دسترخوان چمڑے کا تھا اس لئے ضائع نہیں ہوا رسول اکرم نے جمع کیا اور حفصہ سے فرمایا بدلہ لو یعنی اپنے برتن کے بدلہ میں"۔ چوں کہ حضرت عائشہ کی باری کا دن تھا انھیں حضرت حفصہ کا کھانا بھیجنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔

بخاری میں بھی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرم کی بعض بیویوں نے اپنی طرف سے وکیل بنا کر پہلے حضرت ام سلمہ کو پھر بی بی فاطمہ کو آپ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ معلوم کریں کہ حضرت عائشہ میں کیا خصوصیت ہے بی بی ام سلمہ تین بار گئیں۔ اور تینوں دفعہ رسول اللہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بی بی فاطمہ کو بھیجا گیا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔

"بیٹی! کیا تم اس کو نہیں چاہتیں جسے میں چاہتا ہوں"۔

فاطمۃ الزہرا یہ سن کر واپس آگئیں۔ اور ازواج مطہرات سے کہا "تم جانیں اور آپ کا کام میں اس معاملہ میں نہیں پڑتی"۔ اب حضرت زینب سے کہا گیا جو حضرت عائشہ کے مدمقابل رہتی تھیں۔ خاصیت نہ مقابلہ میں کچھ زیادہ تر رسول اللہ کے پاس حاضر ہوئیں اور ایک چھوٹی سی بات تصنیف ہوا تاریخ اور تعلیم کی خاموش بیٹھی حضرت زینب کی باتیں سنتی رہیں۔ ص ۳۶ پہ لکھتا ہے عائشہ انگلیوں کا ابھی کوئی دخل نہیں دیا۔ اور خاموش اور اطلس کے کپڑے پہنتی تھیں لیکن یہ

کھڑی ہوئیں اور جوابی تقریر کی۔ بی بی زینب سے اس تقریر کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ رسول اللہ نے اسی موقع پر حضرت عائشہ سے کہا تھا۔

"آخر کیوں نہ ہو۔ ہو بھی تو ابوبکر کی بیٹی"۔

بہر حال یہ تو تھی نسوانی فطرت مگر رسول اللہ کی بیویاں معمولی عورتیں تو تھیں نہیں جو ایک دوسرے کی چھاتی پر مونگ دلتیں۔ جہاں آئے دن جوتیوں میں دال بٹتی۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (پیغمبر کی بیویوں! تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں) لاکھ بڑھاپا سہی مگر حضرت سودہ کا اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دینا معمولی بات تو ہے نہیں۔

حضرت زینب اکثر حضرت عائشہ کے مقابلے میں رہتی تھیں۔ جیسا کہ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ان سے واقعہ افک کے موقعہ پر جب رسول اللہ نے حضرت زینب سے دریافت کیا تو حضرت عائشہ کو نیچا دکھانے کا بہت اچھا موقع تھا۔ لیکن وہ اس قدر نیک نفس بی بی تھیں کہ انھوں نے حق بات تھی وہی کہی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"اے اللہ کے رسول۔ میرے علم میں عائشہ بے قصور ہیں"۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ میں باوجود سوکن ہونے کے اسی طرح ٹوٹا سو جذ تھی جیسی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں۔ شہد اور راز کے واقعات میں نسائی میں آیا ہے دونوں برابر کی شریک ہیں۔ جنگ جمل کے سلسلے میں ... جو عمدہ کھانا پکاتی تھیں۔ ایک ۲۹ سال گذر گئے تھے۔ حضرت حفصہ ... حضرت عائشہ کے ہاں تشریف رکھتے ...

زمین پر پھینک دیا۔ آپ نے پیالہ جوڑا،

بی بی جویریہ جب رسول اللہ کے نکاح میں آئیں اور اُن کے قبیلہ کے سب آدمی آزاد کر دئے گئے اور اُن آدمیوں کا سب مال واسباب واپس کر دیا گیا تو بی بی عائشہ نے فرمایا "اُن کا نکاح ان کی قوم کے لئے نہایت خیر و برکت کا موجب ہوا" اور اُن کی رحلت کے بعد فرمایا "جویریہ میں ایک ایسی دلکشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں اُن کی جگہ ہو جاتی تھی" اور بی بی میمونہ کے متعلق کہا تھا "میمونہ خدا سے بہت ڈرنے والی رحمدل ہیں"

بی بی صفیہ کے متعلق انھوں نے کہا تھا "میں نے صفیہ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا پکانے والی نہیں دیکھی"۔

مساوات مسلمانوں کو بیویوں میں عدل حقیقی قائم رکھنے اور یکساں سلوک کا حکم تو اللہ تعالیٰ نے کئی سال بعد دیا مگر رسالتمآب کا تو شروع ہی سے ازواج مطہرات کے ساتھ یکساں برتاؤ تھا مورخین یہ تو بڑے شد ومد سے لکھ رہے ہیں کہ حضرت عائشہ آپ کی محبوب بیوی تھیں مگر مسلم یا غیر مسلم کسی مورخ نے سوائے ڈاکٹر اسپرینگر کے یہ بیان نہیں کیا کہ بی بی عائشہ کے ہاں کا کھانا یا اُن کا لباس دوسری بیویوں سے بہتر ہوتا تھا یا بی بی عائشہ کے حجرے میں اوروں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ یا کچھ بہتر سامان واسباب تھا۔ جرمن مورخ اپنی تصنیف "سوانح اور تعلیم محمد" (مطبوعہ برلن ۱۸۶۹ء) جلد سوم میں صفحہ ۶۳ پر لکھتا ہے "عائشہ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں اور ریشم اور اطلس کے کپڑے پہنتی تھیں لیکن یہ

محض قیاس آرائی ہے اور بالکل غلط کہ کسی معتبر و مستند مورخ کا حوالہ
دیا گیا۔ بخاری کی پہلی جلد میں بی بی عائشہ کے یہ الفاظ ہیں سما کان
لاحدنا الاثواب واحد ہم سب بیویوں کے پاس صرف ایک جو
کپڑا تھا۔

کھانے پینے میں، پہننے، اوڑھنے میں رہنے سہنے میں کسی بیوی کے
کوئی امتیازی برتاؤ نہ تھا۔ سب کے ساتھ یکساں سلوک تھا۔

رسول اللہ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر بیویوں کے ہاں تشریف
جاتے تھے۔ سب سے پہلے بی بی اُم سلمہ کا حجرہ تھا جو اُم المساکین بی بی ز
ہلالیہ کے انتقال کے بعد اُن کو ملا تھا پہلے ان کے ہاں تشریف لے جا
پھر حجروں کی ترتیب سے دوسری بیویوں کے ہاں۔

رسول اللہ صلعم پر ازواج مطہرات کے ہاں باری باری رات گذ
کی پابندی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ سورۂ احزاب آیت ۵۱ میں فرما رہا ہے۔

آپ ان بیویوں میں سے جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جس کو
چاہیں نزدیک اور جن کو آپ نے الگ رکھا ہے ان میں سے کسی کو پھر طلب
کر لیں جب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس انتظام میں زیادہ توقع ہے کہ
کہ ان بیبیوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ نہ ہوں گی اور
راضی رہیں گی جو کچھ آپ اُن کو دے دیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ
تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ بڑا علم والا بڑا حلم والا ہے۔"

یہ پابندی نہ ہونے کے باوجود آپ ایک رات ایک بیوی کے

میں گذارتے۔ دوسری رات دوسری بیوی کے حجرے میں۔ جن بیوی کے ہاں کی باری ہوتی اُن کے ہاں جانے سے قبل باقی سب بیویوں کے ہاں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے روزانہ ضرور تشریف لے جاتے۔ بی بی عائشہ فرماتی ہیں "کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ ہم سب بیویوں کے پاس ایک ایک کر کے تشریف نہ لاتے ہوں"۔

جب آپ کسی سفر پر روانہ ہوتے تو قرعہ اندازی کر کے جس بیوی کا نام نکلتا ساتھ لے جاتے۔ کبھی ایک سے زیادہ بیویاں بھی سفر میں ہوتیں۔ نان نفقہ سب کا یکساں تھا۔ اسی طرح آپ کا وقت بھی یکساں سب کے پاس گزرتا تھا۔ اس پابندی اس باقاعدگی اور اس عدل حقیقی کے ساتھ رحلت سے قبل جب بی بی میمونہ کے گھر میں آپ بیمار پڑے تو اس وقت تک اس معمول میں فرق نہ آیا جب تک چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا مشکل نہ ہو گیا۔

تاریخ وحدیث کی کسی کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ نے کسی بیوی سے ترش مزاجی یا سخت کلامی کی ہو۔ بیویوں سے کیا آپ نے دشمنوں تک سے ہمیشہ اخلاق کا برتاؤ کیا۔ ازواج مطہرات البتہ کبھی کوئی ایسی بات کہہ دیتیں جو ناگوار خاطر ہوتی تو آپ ضبط و تحمل سے ہمیشہ کام لیتے اور کبھی کوئی سخت لفظ زبان سے نہ نکالتے۔ حضرت عائشہ کی جو وقعت آپ کے دل میں جو عظمت آپ کی نظر میں تھی وہ اُن کی غیر معمولی فراست، ذہانت اور غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے تھی مگر برتاؤ سب بیویوں کے ساتھ یکساں رہا۔ اور مساوات میں تادم واپسیں رتی برابر فرق نہ آیا۔

آپ کی خانگی زندگی کس قدر خوشگوار اور کامیاب اور آپ کی نظر میں عو
کی کس قدر وقعت تھی اس کا اندازہ ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي مَا أَكْرَمَ النِّسَا
إِلَّا كَرِيمٌ وَمَا أَهَانَهُنَّ إِلَّا لَئِيمٌ۔

"تم میں اچھا وہ ہے جس کا برتاؤ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا
اور میرا برتاؤ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تم سب سے اچھا ہے۔ جو شخص عور
کی عزت کرتا ہے وہ شریف ہے۔ اور جو ان کی توہین کرتا ہے وہ پاجی ہے
اور پھر نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔

"تمہارے ہاتھ جن کے مالک ہیں اُن کو ایسی تکالیف نہ دو جو ان
طاقت سے زیادہ ہو۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کہ وہ تمہار
پاس قید ہیں۔ اور خدا کے عہد سے تم نے ان کو حاصل کیا ہے"

افلاس

فتح مکہ کے بعد تقریباً سارے عرب میں رسول اکرم کی حکو
تھی۔ فتوحات نے اسلامی خزانہ کو کہیں سے کہیں پہنچا
تھا۔ یہ سب زر و مال آپ کے اختیار میں تھا۔ اور آپ اپنی ذات پر
اپنی بیویوں پر اُس میں سے صرف فرماتے تو کون اعتراض کر سکتا تھا۔
اُس زمانہ میں بھی آپ نے اور آپ کے ساتھ آپ کی بیویوں نے اور آ
چھوٹی بیٹی فاطمۃ الزہرا نے تنگ دستی کی زندگی گذاری۔

فتح مکہ کے بعد بھی آپ کے ہاں صرف ایک کھری چارپائی اور
کا مشکیزہ تھا بورئیے کے نشانات اکثر آپ کی پشت پر پڑ جاتے تھے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ کے پاس ایک چٹائی تھی دن کو اُسے بچھا لیتے اور رات کو اُس کی ایک کوٹھڑی سی بنا لیتے۔

حضرت نعمان ابن بشیر کا یہ بیان ابن ماجہ میں ہے کہ میں نے نبی کریم بھوک کی وجہ سے کروٹیں بدلتے پیٹ کو دباتے دیکھا آپ کو ردّی کھجوریں میسّر نہ آئیں حالانکہ تمام دنیا آپ کی تھی۔

حضرت انس بن مالک کا بیان اس کتاب میں ہے کہ میں نے آنحضرت فرماتے سُنا کہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آل محمد بعض بعض دنوں میں کھجوروں یا اناج کا ایک صاع میسّر نہیں آتا۔ ں وقت حضور کی ۹ بیویاں تھیں۔

بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم نے "تین تین دن متواتر ہوں کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا"

آپ کی ازواج مطہرات کے حجروں میں چھلنی تک نہ تھی۔ بے لے جَو کے آٹے کی روٹی آپ کی غذا عام طور پر ہوتی تھی اور وہ بھی اکثر ناکافی۔

بی بی عائشہ یہ بھی کہتی ہیں کہ "مہینہ مہینہ بھر ہمارے ہاں چولھا نہ جلتا تھا۔ آل محمد پر پورا مہینہ گذر جاتا تھا اور ہمارے پاس تھوڑی کھجوروں اور پانی کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا"

حضرت حفصہ کے حجرے میں رسول اکرم کے آرام کرنے کے لئے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا اُسے دوہرا کرکے بچھا لیا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ کے حجرے میں آپ کا بستر چمڑے کا تھا
اندر کھجور کے پتے بھرے تھے۔

حضرت عمر فاروق کا زمانہ خلافت تھا ایک دن حضرت عا
حضرت حفصہ نے اُن سے کہا امیر المومنین اب خدا نے مرفہ الحالی
فرمائی ہے۔ بادشاہوں کے سفراور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں
آپ کو نرم کپڑے اور بہتر غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے مناسب ہے کہ
طرز معاشرت کو بدل لیں۔ حضرت عمر نے کہا افسوس تم دونوں
المومنین ہو کر دنیا کی ترغیب دیتی ہو۔ عائشہ تم رسول اللہ کی
کو بھول گئیں کہ تمھارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا جسے آپ د
بچھاتے اور رات کو اوڑھتے تھے۔ اور اے حفصہ کیا تم کو وہ واقعہ
نہیں کہ تم نے فرش تہہ کرکے بچھا دیا تھا جس کی نرمی کے با
رسول اللہ رات بھر سوتے رہے۔ بلال نے اذان دی اُس و
رسول اللہ کی آنکھ کھلی تو آپ نے فرمایا" حفصہ تم نے یہ کیا کیا
دوہرا کرکے بچھا دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا۔ افسوس تم رسول اللہ
عشرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں۔ خدا کی قسم میں اپنے آقا کے
قدم پر چلوں گا۔

بی بی اُم سلمہ کا جب رسول اللہ سے نکاح ہوا تو اُنھیں اُم المومنین
زینب ہلالیہ کا حجرہ دیا گیا جس میں ایک چکی اور تھوڑے سے جو کے
کچھ نہ تھا۔ اُنھوں نے جو چکی میں پیس کر چکنائی ڈال کر نکاح کے دن اپنے

سے علیدہ تیار کر کے آنحضرت کو کھلایا۔
ابن عباس کا بیان ہے کہ اُن کی خالہ حضرت میمونہ کے حجرہ میں ایک
پانی ہوتا تھا۔
ایک دن ایک سائل حاضر ہوا اور کہا کئی وقت کا فاقہ ہے آپ نے
اج مطہرات کے یہاں بھیجا کہ کھانے کو کچھ موجود ہو تو بھیج دیں۔ کسی کے
پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔
ترمذی میں نوفل بن ایاس الہذلی کی روایت ہے کہ ایک دن ہم
الرحمان بن عوف کے گھر گئے انھوں نے ہمارے سامنے روٹی اور گوشت
اور پھر رونے لگے ہم نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے رسول اللہ کا
قال ہو گیا اور انھوں نے اور اُن کے اہل بیت نے کبھی پیٹ بھر
جو کی روٹی بھی نہیں کھائی۔
اولاد سے بڑھ کر دنیا میں اور کچھ نہیں ہوتا۔ رسول اکرم کے لڑکے بچپن
میں فوت ہو گئے اور تین شادی شدہ لڑکیاں ایک ایک کر کے اُٹھ گئیں۔
ور آخر میں صرف چھوٹی بیٹی فاطمۃ الزہرا رہ گئی تھیں۔ اُن سے محبت کی
کیفیت یہ تھی کہ جب وہ حاضر خدمت ہوتیں تو آپ فرطِ مسرت سے کھڑے
ہو جاتے حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ جب جمیع بن عمیر نے اُن سے
پوچھا کہ "رسول اللہ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا" تو انھوں نے فرمایا
فاطمہ۔ اُن کی دلجوئی اور دلداری جتنی بھی کی جاتی کم تھی۔ مگر اللہ کے رسول
کو آسائش کی زندگی پسند نہ تھی۔ چکی پیستے پیستے بی بی فاطمہ کے ہاتھوں میں

چھالے۔ مشکیں ڈھوتے ڈھوتے اُن کے کندھوں پر گٹے پڑ گئے اور گھر کی صفائی
جھاڑو۔ بہار دے اُن کے کپڑے میلے اور دھوئیں سے سیاہ ہو گئے تو حضرت علی
کے کہنے پر ایک دفعہ وہ اپنے مقدس باپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں
اُس وقت اور بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ واپس آگئیں دوسرے دن
خود تشریف لائے۔ دریافت کیا "کل کیوں آئیں تھیں بیٹی!" بی بی
خاموش رہیں تو حضرت علی نے عرض کیا "محنت مشقت سے ان کا
ہو گیا ہے۔ اس لئے حاضر ہوئی تھیں کہ گھر کے کام کاج کے لئے ان کو
کوئی لونڈی عنایت ہو"۔ تو انکار فرما دیا کہ حاجت مندوں کا حق ہے
ایک دفعہ بی بی فاطمہ کو اس حالت میں ملاحظہ فرمایا کہ چادر اس
چھوٹی ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں ڈھانکتی
ہیں تو سر کھلا رہ جاتا ہے!
ایک دن بی بی فاطمہ کے پاس سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا "بیٹی
تم یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول کی بیٹی آگ کا ہار پہنے ہوئے ہے"
ایک دن بی بی فاطمہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ دیواروں پر پردے
پڑے ہوئے ہیں۔ واپس چلے گئے۔ حضرت علی نے وجہ پوچھی فرمایا
پیغمبری شان کے خلاف ہے کہ زیب و زینت کے مکان میں داخل ہو۔
بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ میرے میکے سے مچھلی آئی
تو یوں ہی سوندھ ساندھ کر پکالی۔ تیل تک میسر نہ آیا۔
ازواج مطہرات میں سے اکثر آسودہ خاندانوں سے تھیں مگر

ں و آسودگی کی زندگی گذار چکی تھیں۔ مگر آپ نے نکاح دنیاوی خواہش
ی اغراض سے تو کئے نہیں تھے جو آپ کی محبت بیویوں کے اچھے
ے۔ اچھے کھانے۔ اچھے مکان سے ظاہر ہوتی۔ حالانکہ آپ ازواج
ت کی خاطرداری اور دلجوئی کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ کلام الٰہی
ں گواہی ان الفاظ میں دے رہا ہے۔

تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (سورۂ تحریم آیت ۱)

نبی اپنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتا ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت تہجد کی نماز پڑھتے تھے جب نماز
ارغ ہو جاتے تو لیٹ رہتے۔ اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے
گر میں سوتی ہوتی تو سو جاتے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپ کی خدمت میں
ر ہوتا۔

ازواج مطہرات کے احترام و وقعت کی یہ کیفیت تھی کہ اونٹ کا
ں پھسلا اور رسالتماب اور بی بی صفیہ گر پڑیں اور حضرت ابوطلحہ
ل اللہ کو اٹھانے کے لئے دوڑے تو آپ نے فرمایا۔

"علیک بالمراۃ"

پہلے عورت کی خبر لو۔

ان کا خیال اس درجہ تھا کہ جب ازواج مطہرات کے اونٹ ایک
فر میں تیز چلنے لگے تو ساربان سے فرمایا۔

"دیکھنا یہ آبگینے (شیشے) ہیں"۔

عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے متعلق ابوہریرہ سے پارۂ ۲۱ میں یہ روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا "عورتوں کے حق بھلائی کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا ہوئی جو سب بڑی پسلی ہے۔ وہ سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے۔ اگر سیدھا کرنا چا ٹوٹ جائے گی" مطلب یہ کہ نرمی سے پیش آؤ۔

حضرت انس کا بیان ہے کہ "اپنے خاندان سے محبت کر میں نے کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ جتنی محبت حضور اپنے خا سے کرتے تھے۔"

لیکن عورتوں کے نرمی کے برتاؤ۔ خاندان کے ساتھ انتہا اور بیویوں کی دقعت اور دلجوئی کے باوجود آپ نے انھیں آسائش کا توگر نہیں بنایا۔ اور جب ایک بار منافقین کے اکسانے پر اُن بشریت نے توسیع نفقہ کا تقاضہ یعنی اچھے کپڑے۔ اچھے کھانے کا م کیا تو آپ نے ایلا کیا جس کی تفصیل بی بی حفصہ کے حالات میں با تخیر کے تحت آچکی ہے۔

ازواج مطہرات سے محبت بدرجۂ غایت کے ساتھ افلاس ک بی بی عائشہ صدیقہ کی اس روایت سے ہوتا ہے جو ترمذی میں ہے ا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ "جتنی چیزیں میں اپنے پیچھے چھوڑ جاؤ اُن میں سب سے زیادہ فکر کی چیز تم بیویاں ہو کہ تمھارے خرچ راحت کی صورت کیا ہوگی۔ (کیونکہ آپ نے کوئی اثاثہ چھوڑی تھی

وک شفقت (اور فکر قدمت کریں گے جو صابر اور صادق اور اپنے
اپنے اور محبت میں راسخ) ہوں گے[1]

بنیادی آسائش اور رسول اللہ کے ساتھ انتہائی سادہ زندگی بلکہ
۔ ان دو چیزوں میں سے ایک چیز پسند کرنے کا ازواج مطہرات
ر دیا گیا، تو آپ سے علیحدگی کسی بیوی نے نہ کی اور سب نے خوشحالی
کو ترجیح دی اور فقر و فاقہ کی زندگی اور اللہ اور اس کے رسول اور
و اختیار کیا۔ آپ کے بعد وہ کوئی اور نکاح نہ کر سکتی تھیں۔ ان کو
ں کی مائیں قرار دیا گیا۔ ان کے لئے آپ کوئی میراث بھی نہیں چھوڑ
ے یعنی ان کے گزارہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ انھیں باتوں کی وجہ
ی کی طرف سے آپ متفکر تھے۔

سارے عرب میں حکمرانی کے باوجود عسرت کا یہ حال تھا کہ بی بی عائشہ
ی ہیں کہ "آپ کے پاس ایک جوڑا ہوتا تھا۔ دوسرا نہ ہوتا کہ تہہ کر کے
یا تا" اور انھیں کی روایت ابوداؤد میں ہے کہ "رسول اللہ نے دینا
نہ درہم، اونٹ نہ بکری"

بعد رحلت بی بی عائشہ نے ایک کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے
اور گاڑھے کی ایک تہمد دکھائی کہ وقتِ رحلت یہ کپڑے اللہ کے
ول کے جسم پر تھے!!

---

[1] اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے لئے بھی رسول اللہ نے دعا
ئی تھی جنھوں نے ازدواج مطہرات کے مصارف کے لئے ایک باغ دیا تھا۔

من

رسول اکرم نو سال کی عمر سے بکریاں چراتے جوانی میں مکہ کے تاجروں کے ہاں مزدوری پائی۔ ان کا مال لے کر یمن اور نجد جاتے اور فروخت کرتے۔ جب خدیجہ سے شادی ہو گئی تو بازار میں تجارتی لین دین کرتے یہ سلسلہ پچیس کی عمر تک جاری رہا پھر تجارت کی طرف توجہ کم ہوتی گئی۔ نبوت ملنے قریش کی مخالفت میں اضافہ ہوتا رہا جسمانی و روحانی تکالیف زیادہ زیادہ پہنچائی جاتیں۔ ان حالات میں خود سلسلہ تجارت پہلے کی طرح رکھنا ممکن نہ رہا تو زید بن حارثہ حج کے زمانہ میں آپ کی طرف سے کام کرتے تھے۔ مکہ سے ہجرت کر کے جب آنحضرت مدینہ تشریف آئے تو اب صرف اللہ کے رسول ہی نہ تھے اور بھی بہت سی ذمہ داریاں تھیں۔ ناظم مملکت بھی تھے لڑائیوں میں سپہ سالاری بھی فرماتے مسلمانوں کی گتھیاں بھی سلجھاتے۔ یہودیوں سے معاملات بھی کرتے ان مصروفیات کی وجہ سے باقاعدہ کوئی آمدنی نہ تھی اور یہی سبب تھا آپ تنگدست رہتے اور آپ اور آپ کی پاک بیویاں جفاکشی کر کے تنگی زندگی گذارتیں۔ اور کئی کئی دن گذر جاتے چولہا روشن نہ ہوتا تھا۔ ابو ایوب انصاری آپ کے پڑوسی تھے وہ اور سعد بن معاذ اکثر دودھ بھیج دیا کرتے۔ سعد بن عبادہ دودھ اور شام کو کھی یا سالن بھی کبھی کبھی بھیج دیا کرتے تھے۔ سنہ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ فدک بغیر لڑے مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اس کے باشندوں کی یہ تجویز کہ پیداوار کی نصف آمد

مسلمانوں کو بخشی دی جائے گی منظور کر لی گئی۔ اور یہ پیداوار مسلمانوں کی منظوری سے رسول اللہ کا حق قرار پائی۔ خیبر کی آمدنی کا ⅕ حصہ ازواج مطہرات کے لئے تھا ہر بیوی کے لئے ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جو سالانہ مقرر کئے گئے تھے۔ فدک کے باغات سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ مسلمانوں پر خرچ کی جاتی تھی۔ بنو نضیر کی آمدنی مساکین پر صرف ہوتی جن میں اہل صفا بھی تھے مدینہ باغات کی آمدنی بھی آنحضرت اپنے اوپر یا ازواج مطہرات پر صرف نہ کرتے بلکہ مساکین پر خرچ فرماتے تھے۔ پس بنو قریظہ کے نخلستان میں رسالتماب کی بیویوں کا حصہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس میں آپ اور آپ کے اہل وعیال بہت تنگی سے گذارہ کرتے تھے۔ کئی کئی وقت کا بعض دفعہ فاقہ ہوتا کئی کئی دن روٹی میسر نہ آتی اور رات کو جلانے کو تیل بھی کبھی کبھی نہ ہوتا تھا۔

حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی مالی حالت اچھی ہو گئی اور فتوحات نے اسلامی خزانہ کو دولت سے بھر دیا تو عمر فاروق نے اُمہات المومنین کے احترام اور آسائش کو خصوصیت سے ملحوظ رکھکر رسول اکرم کی ازواج مطہرات کی تنخواہیں سب سے زیادہ یعنی بارہ بارہ ہزار مقرر کیں مگر رسول اکرم کی حیات پاک میں اِن پاک بیبیوں کو ڈھنگ کا کپڑا میسر آیا نہ دونوں وقت پیٹ بھر کر روٹی!!

مسلمانوں کی ماؤں کے مہر

سرور کائنات کی ازواج مطہرات کے مہر کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ

کی ایک حدیث ہے، جو ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی ہے کہ اُن کے سوال کے جواب میں اُم المومنین نے فرمایا کہ رسالتمآب کا مہر جو بیویوں کے لئے ٹھہرایا گیا تھا ساڑھے بارہ اوقیہ ہوتا تھا۔ ایک اوقیہ سونے میں چالیس درہم ہوتے ہیں۔ ساڑھے بارہ اوقیہ برابر ہوئے پانسو درہم کے۔ ایک درہم چار آنے کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ازواج مطہرات کے مہر کی رقم ایک سو چھپن روپے چودہ آنے ہوتی ہے۔

بی بی اُم حبیبہ بنت ابوسفیان کا مہر حبش کے بادشاہ نے رسول اکرم کے خط کے مطابق نکاح کے وقت ادا کر دیا تھا۔ بی بی صفیہ جنگ خیبر کے قیدیوں میں سے تھیں اور ان کو آزاد کر دیا گیا تھا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آزادی ہی ان کا مہر قرار دیا گیا۔ بی بی جویریہ کی آزادی کی قیمت ۹ اوقیہ ثابت بن قیس بن شماس کو ادا کر کے اُن سے نکاح کیا گیا تھا۔

اللہ کا خطاب مسلمانوں کی ماؤں سے

مسلمانوں کی ماؤں کے حالات میں کلام پاک کی جن آیتوں کا ذکر آیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی آیتیں رسول اکرم کی ازواج مطہرات کے متعلق ہیں۔ سورۂ احزاب میں اللہ نبی کی بیویوں سے خطاب فرما رہا ہے۔ (مفہوم یہ ہے)۔

(۱) اے پیغمبر کی بیویو۔ تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اُس کو دوگنی سزا دی جائے گی (آیت ۳۰)

(۲) اور جو تم میں سے خدا اور اُس کے رسول کی فرماں بردار رہے

اور عمل نیک کرے گی اس کو ہم دوگنا ثواب دیں گے۔ اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ (آیت ۳۱)

(۳) اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (نا محرم مردوں سے) نرمی سے باتیں نہ کرو۔ تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کھوٹ ہے کوئی امید (نہ) پیدا کرے۔ اور ان میں دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ (آیت ۳۲)

(۴) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں میں) اظہار زینت کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو۔ اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کی بیویو) خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں پاک صاف رکھے۔ (آیت ۳۳)

(۵) اے نبی کی بیویو! اللہ کی وہ آیتیں اور حکمت کی باتیں جن کا چرچا تمہارے گھروں میں رہتا ہے تمہیں خاص طور سے یاد رکھنی چاہئیں۔ (آیت ۳۴)

(۶) اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور تمام مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں) تو اپنے (منہ) پر چادر ڈال لیا کریں (سر کے اوپر سے کپڑے کو ذرا آگے کی طرف نیچے کر لیا کریں) یہ گھونگھٹ ان کی شناخت بن جائے گا اور پھر کوئی انہیں چھیڑے گا نہیں۔ (آیت ۵۹)

ماریہ قبطیہ اور ریحانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں لونڈی غلاموں کا عام دستور تھا۔ اُمہات المومنین کے علاوہ تین کنیزوں کو بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔

(۱) ماریہ قبطیہ۔ (۲) ریحانہ۔ (۳) نفیسہ۔

نفیسہ کے متعلق تاریخ سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتاتی کہ اُنھیں حضرت زینب بنت جحش نے ہبہ کیا تھا۔

ماریہ قبطیہ اور ریحانہ کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔

ماریہ قبطیہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ماریہ قبطیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکی تھیں اُن سے بھی آپ نے نکاح کیا۔ لیکن اکثر و بیشتر مورخین نے اُن کا ذکر کنیزوں میں کیا ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے دس ملکوں کے حکمرانوں کو اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھیجے تھے۔ عرب کے پڑوس میں چار سلطنتیں

بہت زبردست تھیں۔ (۱) فارس جہاں خسرو پرویز شہنشاہ تھا۔
(۲) روم جہاں ہرقل کی حکومت تھی۔ (۳) مصر جس کا بادشاہ مقوقس تھا۔
اور (۴) حبش جس کا حکمراں نجاشی کہلاتا تھا۔

مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس حضرت حاطب بن بلتعہ کو بھیجا گیا تھا۔ اس نے آپ کے دعوت نامہ کے جواب میں اپنے خط کے ساتھ سونا۔ کپڑے۔ شہد اور دو لڑکیاں ماریہ اور سیرین بھیجی تھیں جو سگی بہنیں تھیں بعض مورخین نے چار لڑکیاں لکھی ہیں۔ تیسری کا نام بریرہ بتایا گیا ہے۔ جو ابوجہم بن حذیفتہ العدوی کو دی گئی تھی۔ اور جس سے زکریا پیدا ہوئے یہ وہی زکریا بتائے جاتے ہیں جنھیں عامل مصر عمرو بن عاص کا جانشین قرار دیا گیا تھا۔ چوتھی لڑکی کا نام قیس بتایا گیا ہے مگر دو لڑکیوں ماریہ قبطیہ اور سیرین کو محققین نے تسلیم کیا ہے۔ مصر کے فرماں روا نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ان لڑکیوں کو مصر میں وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لونڈیاں نہ تھیں۔ خط میں لفظ جاریتین ہے۔ جاریتین جمع ہے جاریہ کی اور جاریہ کے معنی لڑکی بھی ہیں اور کنیز بھی۔ شاہانہ ادب وقواعد کے خلاف تھا کہ عوام کو انھیں دے دیا جاتا اور شرع اسلام کی رُو سے دو حقیقی بہنیں ایک وقت میں ایک شخص کے پاس نہ رہ سکتی تھیں۔ رسول اللہ نے سیرین کو مشہور شاعر حسان کو دے دیا۔ اور ماریہ قبطیہ کو اپنے پاس رہنے دیا۔ وہ اسلام قبول کر چکی تھیں۔ آٹھویں ہجری (اپریل ۶۳۰ء عیسوی میں) رسول اکرم صلعم

کا ایک لڑکا ماریہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ نام ابراہیم رکھا گیا۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا گیا۔ دو مینڈھے ذبح کئے گئے اور بچے کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی گئی اور بال دفن کر دئے گئے۔ آپ کو اس بچے سے بہت محبت تھی اور اُسے گود میں لے کر بہت خوش ہوتے تھے۔ بچہ کو دیکھنے کے لئے روز ماریہ قبطیہ کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ جن کو علیحدہ مکان دے دیا گیا تھا۔ ازواج مطہرات کو جن سے آپ کی کوئی اولاد نہ تھی قدرتی طور پر یہ ناگوار گذرتا تھا اور ماریہ قبطیہ سے اُن کا رشک اس لحاظ سے تھا بھی فطرت نسوانی۔

لیکن ایچ۔ جی۔ ویلز وغیرہ کا بیان کہ آنحضرت بچہ کی وجہ سے ماریہ قبطیہ پر بہت مہربان تھے اور بیویوں میں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے تھے، صحیح نہیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے ذکر میں ولیم میور، واز بورن اور سپرنگر نے رسول اکرم اور بی بی حفصہ کی لڑائی کی جو کہانی بغیر کسی مستند تاریخ حوالے کے لکھی ہے۔ وہ گھڑی ہوئی ہے۔ حدیث و تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق ایک روایت بھی نہیں۔ اور قرآن مجید کی جن آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی اس مرقعہ کی نہیں۔

اس جھوٹی کہانی کا جیسا کہ ہم نے بی بی حفصہ کے حالات میں صفحہ ۲۶۰-۲۶۱ پر لکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ "بی بی حفصہ اپنے میکے گئی ہوئی تھیں واپس آئیں تو انھوں نے اپنے گھر میں ماریہ قبطیہ کے ساتھ رسول اللہ کو پایا اور جب تک ماریہ گھر سے باہر نہ آگئیں بی بی حفصہ باہر کھڑی انتظار کرتی

رہیں۔ ماریہ کے جانے کے بعد حفصہ آنحضرت پر بہت خفا ہوئیں اور آپ نے قسم کھائی اور وعدہ کیا کہ ایک خاص مدت تک ماریہ سے کوئی التفات نہ فرمائیں گے"

اِن متعصب مورخین نے قرآن مجید کی جن آیتوں کا اس سلسلہ میں حوالہ دیا ہے۔ وہ سورۂ احزاب کی ابتدائی آیتیں ہیں۔

پہلی آیت یہ ہے "اے نبی اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے کیوں حرام کرتے ہو اُس چیز کو جسے اللہ نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت سے اس جھوٹے قصہ کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ اُس موقع کی ہے جب سرورِ کائنات شہد کھا کر بی بی زینب کے ہاں سے تشریف لا رہے تھے اور بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ نے کہا تھا کہ مغافیر کی بُو آرہی ہے۔ اس پر آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ آئندہ شہد نہ کھائیں گے۔ یہ آیت شہد نہ کھانے کی قسم کھانے کے بارے میں ہے اور اس آیت کا ذکر کیا جا سکتا ہے بی بی عائشہ کے حالات میں۔ بی بی حفصہ کے حالات میں یا بی بی زینب کے حالات میں نہ کہ ماریہ قبطیہ سے متعلق جھوٹی کہانی میں۔ اللہ کے رسول کو بدنام کرنے کی نیت سے !!

ایک خاص مدت (ایک ماہ۔ ایلا) کا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت ابراہیم سے آنحضرت کو جو محبت تھی اس کی وجہ مصنفین یورپ نے یہ لکھی ہے کہ "اُن سے آپ کی نسل چلے گی" لیکن رسول اللہ تو بیٹیوں سے بھی بے انتہا محبت کرتے تھے حالانکہ نسل بیٹیوں سے نہیں

چلتی۔ اگر اولاد کی محبت فطری چیز نہیں اور نسل کا خیال ہی وجہ محبت ہو سکتی ہے۔ تو آپ عمر سے اتری ہوئی عورتوں سے شادیاں نہ کرتے اُدھیڑ اور بڑھیوں کو شرف زوجیت نہ بخشتے!

حضرت ابراہیم سولہ ماہ کی عمر پاکر گذر گئے۔ رسول اللہ صلعم عبدالرحمٰن بن عوف کے کندھے کے سہارے انھیں دیکھنے تشریف لائے اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ بعض صحابہ کو تعجب ہوا تو فرمایا "یہ انسانی فطرت ہے میں چیخنے چلّانے سے منع کرتا ہوں۔ رنج سے منع نہیں کرتا" ۲۹ شوال سنہ ۱۰ھ مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۶۳۲ء کو جس روز حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا۔ اُس دن سورج گرہن تھا۔ لوگوں نے سمجھا زمین آسمان پیغمبر کے بیٹے کی رحلت پر رو رہے ہیں۔ آپ نے منع فرمایا "ایسی بات زبان سے نہ نکالو سورج چاند کسی کے مرنے پر نہیں گہناتا" پھر فرمایا "خدا کو یاد کرو نماز پڑھو"

رسول اکرم کی رحلت کے پانچ سال بعد سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں کہ زید بن حارث کہلانے لگے تھے زید بن محمد۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب آیت ۴ میں فرمایا ہے۔

"اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹے کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا" اور آیت ۴۰ میں ارشاد ہے۔

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"

ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔

چار سال بعد رسول اکرمؐ کے ہاں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے [حض]رت ابراہیم پیدا ہوئے تو ماریہ قبطیہ اُمّ الولدؔا[1] اور رسول اللہ صلعم بھر [ا]یک کے باپ بن گئے۔ حضرت ابراہیم کی پیدائش کا مندرجہ بالا آیت [س]ے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا کہ محمد کسی بچہ یا لڑکے [کے با]پ نہیں ہیں یا کسی بچہ یا لڑکے کے باپ آیندہ بھی نہیں ہوں گے تو لفظ [رج]ل۔ صبی۔ یا فتیٰ ہوتا۔ لفظ رجل کے معنی ہیں مرد۔ بالغ مرد۔ دس [بار]ہ سال کے لڑکے کو بھی رجل نہیں کہیں گے۔ رجل جوان یا بڑھے [ک]ے لئے بولا جاتا ہے۔ لڑکے یا بچے کے لئے نہیں۔ آنحضرت کی کوئی اولاد [ن]رینہ بلوغت کو پہنچی ہی نہیں جو رجل (مرد) کہی جا سکتی۔ بی بی خدیجہ [ک]ے بطن سے جو لڑکے ہوئے بچپن میں فوت ہو گئے۔ حضرت ابراہیم بھی [ش]یر خوار تھے پس آنحضرت ننھے بچوں کے باپ تھے بالغ مردوں کے باپ نہیں بنے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"[2]

---

[1] اُمّ الولد جمع اُمہات الاولاد۔ وہ کنیزیں جن کے بچے ہو جاتے ہیں اُمہات الاولاد کہلاتی ہیں۔ حضرت ابراہیم کی پیدائش کے بعد ایک دفعہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بارے میں صحابہ کے سامنے ذکر آیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ان کے بچے نے انھیں آزاد کرا یا یعنی ان کی حیثیت اب آزاد عورت کی ہے وہ کنیز نہیں رہیں۔ چنانچہ وہ بھی اُمہات المومنین کی طرح پردہ میں رہتی تھیں۔

[2] سورۂ احزاب آیت ۴۰۔

ریحانہ مشہور یہودی قبیلے بنو قریظہ کے سردار شمعون بن زید بن قنا
بیٹی اور حکم کی بیوی اور قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں
یورپین مورخین نے ان کے ذکر میں بھی پیغمبر اسلام صلعم کے متعلق
تعصب سے غلط سلط باتیں لکھی ہیں اور دنیا پر اس سلسلے میں یہ ظاہر کر
ناکام اور ناپاک کوشش کی ہے کہ رسول اکرم (نعوذ باللہ) "انتہا
دل کٹر جابر اور بے رحم تھے کہ بنو قریظہ کے آٹھ نو سو قیدی دن بھر میں
کے گھاٹ اتار دئے اور صبح سے شام تک قتل ہوتا رہا" حالانکہ مقتو
تعداد ڈھائی سو سے زیادہ نہ تھی۔ اور اُن کے قتل کا حکم رسول اللہ
نہیں دیا تھا بلکہ خود بنو قریظہ کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ نے فیص
تھا۔ جن کے قبیلہ اوس سے بنو قریظہ کی دوستی کا عہد و پیمان تھا۔ سع
معاذ جنگ میں زخمی ہو گئے اور دوسرے دن ان کا انتقال ہو گیا تھا
حضرت سعد نے بنو قریظہ کے قتل کا فیصلہ توریت کے مطابق دیا تھا
اکرم کا سعد بن معاذ کے اس فیصلہ میں کوئی دخل تھا ہی نہیں۔ یہ
یہودیوں کی کتاب یہودیوں کی شریعت یہودیوں کے قانون کے
ہی سعد بن معاذ نے دیا تھا اور اُس زمانہ کے قوانین جنگ کے مطا
تھا بھی ایک عام دستور۔
یہی مغربی مورخین لکھ رہے ہیں کہ چونکہ ریحانہ بہت حسین تھیں
اس لئے رسول اللہ کے لئے انھیں الگ کر دیا گیا تھا ریحانہ کے حسین
ہونے کے ثبوت میں کسی مستند تاریخی بیان کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے حت

یہ خیال کہ بی بی عائشہ ہمیشہ بی بی فاطمہ اور حضرت علی سے رنجیدہ یا کبیدہ خاطر رہیں درست نہیں۔ بی بی عائشہ کے یہ الفاظ تاریخ میں موجود ہیں کہ "میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی کی اولاد ہو"۔

امام حسن نے آخری وقت امام حسین کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد اُم المومنین عائشہ کے پاس جانا اور کہنا کہ اپنے گھر میں دفن کرنے کی اجازت دیں۔ چنانچہ جب حضرت امام حسین گئے اور یہ درخواست کی تو انھوں نے کہا "ہاں اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں"۔ حاکم مدینہ مروان نے اس کی اجازت نہیں دی تو یہ دوسری بات ہے۔ بہر حال تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے (استیعاب)۔

جنگ جمل کے بہت بعد ۵۱ھ میں جب امیر معاویہ مدینہ آئے اور امام حسین سے بیعت کے لئے کہا اور انھوں نے انکار فرمادیا تو شامی سپاہیوں نے تلواریں نکال لیں۔ یہ خبر اُم المومنین کو ملی۔ غصہ سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ اسی وقت مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور معاویہ کو بلا کر کہا "دیکھ میرے ہاتھ میں یہ تلوار ہے۔ سنا ہے تو نبی برحق کے نواسے کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ تجھے نہیں معلوم میں ابھی زندہ ہوں اور دم بھر میں تیری احادیث خاک میں ملادوں گی۔"

جنگ جمل
۳۶ھ مطابق
دسمبر ۶۵۶ء

اُم المومنین حضرت عائشہ کے والد خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق نے ۲۲ جمادی الاول ۱۳ھ (مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء) کو انتقال سے قبل

اُم المومنین حضرت حفصہ کے والد حضرت عمر فاروق بن خطاب کو خلیفہ [منتخب] کر دیا تھا۔ مگر مجوسی غلام ابو لولو کے خنجر سے زخمی ہونے کے بعد (محرم ۲۴ھ مطابق نومبر ۶۴۴ء) خلیفہ دوم نے وفات سے قبل چھ آدمیوں کے نام تجویز کر دیئے تھے کہ اُن میں سے ایک کو اُن کا جانشین یعنی تیسرا خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان چھ آدمیوں میں اُن کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر نہ تھے۔ حضرت عمر کی آنکھ بند ہوتے ہی کئی دن بحث مباحثہ اور دوڑ دھوپ میں گذر گئے۔ خلافت کے [لئے] زیادہ موزوں دو صحابہ سمجھے گئے۔ حضرت علی اور حضرت عثمان اور فیصلہ حضرت عثمان کے حق میں ہوا۔

حضرت علی مرتضیٰ کی طرح حضرت عثمان بھی رسول اللہ صلعم کے داماد تھے بلکہ اُن کو یکے بعد دیگرے حضرت رقیہ پھر حضرت اُم کلثوم سرور کائنات کی دو بیٹیاں بیاہی گئی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ "ذوالنورین" کہلاتے ہیں۔ عمر میں وہ آنحضرت سے چھ سال چھوٹے تھے۔ حضرت ابو بکر کی طرح اُنھوں نے بھی اسلام کی خاطر بہت تکلیفیں اُٹھائی تھیں اور اپنی ساری دولت اسلام پر لُٹا دی تھی۔ رسول اکرم صلعم نے جب مدینہ ہجرت فرمائی اور دیکھا کہ سوائے بیر رومہ کے جو یہودیوں کی ملکیت تھا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں اور مسلمان سخت تکلیف اُٹھا رہے ہیں تو صحابہ سے فرمایا "تم میں کون ہے جو بیر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے" اُس وقت انھیں عثمان غنی نے اپنے پاس سے بارہ ہزار درہم دے کر اور کنوئیں کا نصف حصہ[1] اور پھر کچھ دنوں بعد مزید

---

[1] نصف حصہ کی خریداری اس طرح تھی کہ ایک دن مسلمان پانی بھرتے اور اپنا [بھر لیتے] ... کا ... تھا، دوسرا دن یہودیوں کا ہوتا۔ آخر تنگ ہو کر یہود نے اپنا حصہ بھی ... ہونے کے ثبوت میں ...

نے ہیں کہ آنحضرت نے ریحانہ سے شادی کی درخواست اِس شرط پر کی
سلمان ہو جائیں مگر انھوں نے صاف جواب دے دیا۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ ریحانہ کے متعلق مورخین کے تین بیانات ہیں:۔
(۱) ریحانہ اسیران جنگ میں سے تھیں۔ چند روز تک اُم المنذر بنت قیس
نھیں ٹھیرایا گیا پھر جب رسول اللہ کے سامنے لائی گئیں اور آپ کو بتایا
ہ ایک سردار کی بیٹی ہیں۔ تو آپ نے اُن کے سامنے اسلام پیش کیا۔
نے کہا :۔ "مجھے میرے حال پر رہنے دیجئے"۔ آپ کو یہ جواب اچھا معلوم
آپ کھڑے ہو گئے اور تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ ثعلبہ بن سعید نے
ہو کر اطلاع دی کہ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ نے ایک دن
سے فرمایا "اگر تم پسند کرو تو میں تم سے نکاح کر لوں۔ اور جس طرح اور
ں پردہ میں رہتی ہیں تم بھی پردہ میں رہو"۔ ریحانہ نے جواب دیا۔
کنیزوں میں رہنے دیں۔ میں اس قابل نہیں کہ بیویوں میں شامل ہو سکوں"
چہ اُن کی حیثیت کنیز کی رہی۔
ریحانہ کے کنیز کی حیثیت سے رہنے کی روایت ابن اسحاق کی ہے۔
(۲) ابن اسعد اور حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق آنحضرت نے
کو آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا۔ یہی رائے واقدی کی ہے۔ واقدی کا حوالہ
ور ڈاکٹر اسپرینگر وغیرہ نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ دیا ہے۔ چنانچہ
مورخ ڈاکٹر اسپرینگر یہ لکھنے کے بعد کہ "اپریل ۶۲۷ء میں رسول نے

ریخ اور تعلیم محمد جلد سوم مطبوعہ برلن ۱۸۶۹ء)۔

ان کے شوہر کو ظالمانہ طریقے سے مروا ڈالا حالانکہ ریحانہ نے رسول
لکھتا ہے کہ "ریحانہ نے اپنے آبائی مذہب کی وجہ سے شادی سے ا
بعد میں ایک یہودی نے ان کی رضامندی کی اطلاع دی۔ شادی
رسول نے ۱۲½ اونس سونا مہر میں دیا" یہ بیان اقدی کی اس ر
پر ہے کہ خود ریحانہ کے الفاظ ہیں۔ فاعتقنی وتزوج بی۔ پھر
نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔ تاریخ مدینہ سے اصا
روایت نقل ہے کہ "اور ریحانہ جو نبی کی زوجہ تھیں اسی مکان
تھیں"۔ ان روایتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ریحانہ آپ کی از
مطہرات میں سے تھیں۔

لیکن تمام مستند مورخین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اکرم
حیات میں آپ کی دو بیویوں کا انتقال ہوا اور وہ دو بیویاں
بی بی خدیجہ (جنھوں نے نبوت کے دسویں سال میں رحلت کی)
زینب ہلالیہ اُمّ المساکین (جنھوں نے ۳ھ ہجری میں نکاح کے
ماہ بعد ہی وفات پائی) ریحانہ نے ۱۰ھ ہجری میں رحلت کی یعنی رسول
کی حیات میں۔ اگر وہ بھی ازواج مطہرات میں سے ہوتیں تو مورخین
لکھتے کہ رسول اللہ کے سامنے دو بیویوں نے انتقال کیا بلکہ یہ لکھتے کہ
بیویوں نے آپ کی حیات میں رحلت کی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ واقدی
کا بیان غلط ہے۔ اور ریحانہ رسول اکرم کی ازواج مطہرات میں
سے نہ تھیں۔

(۳) سیرت النبی میں طبقات الصحابہ سے حافظ ابن مندہ کے الفاظ
لئے گئے ہیں کہ" ریحانہ کو گرفتار کیا پھر آزاد کر دیا۔ اور وہ اپنے
ن میں چلی گئیں۔ اور وہیں پردہ نشین ہو کر رہیں" اس بیان سے
ظر ابن اسحاق کی روایت بھی کہ ریحانہ کنیز تھیں صحیح نہیں۔ بلکہ
اد کر دی گئی تھیں۔ اور اپنے خاندان میں جا کر رہیں۔
ان کا انتقال سنلہ ہجری میں اُس وقت ہوا جب رسول اکرم
لوداع کے سفر سے مدینہ واپس آئے تھے۔

باب چوتھا

غیر مسلموں کے اعتراضات اور ان کے جواب

اعتراضات

حضرت محمد رسول اللہ کے یورپین سوانح نگاروں اور

پادریوں نے رسالتمآبؐ کے نکاحوں کے بارے میں یہ دو اعتراض

(۱) پیغمبر اسلام نے ذوقِ جمال یا عیش پسندی یا نفس پروری یا

دنیاوی خواہشات کے تحت متعدد نکاح کئے۔

(۲) پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کو چار بیویوں کا اختیار دیا

خود اس تعداد سے زیادہ بیویاں رہیں۔

ایک اعتراض اور ہے اور یہ تیسرا اعتراض ہے اسلام

(۳) اسلام میں چار بیویاں عورتوں پہ بہت ظلم ہے۔

اقوامِ عالم میں عورت کی حیثیت

ایک اکیلے عرب ہی پر منحصر نہیں، اب سے چودہ سو سال پہلے جب
تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو عرب ہی کی نہیں دنیا کی اصلاح کے لئے
یا تو کسی ملک اور کسی قوم میں عورت کی کوئی حیثیت اور بیوی کی کوئی وقعت
تھی۔ مرد کو اختیار تھا کہ جتنی چاہتا بیویاں رکھتا۔ بابل۔ فارس۔ اسریا
رہنے والے جاہے جتنی شادیاں کرتے کوئی پوچھ گچھ نہ تھی۔ یورپ اور
ری ایشیا میں ایک ایک آدمی کی کتنی ہی بیویاں ہوتیں۔ کوئی روک ٹوک
ر سکتا تھا مغربی یورپ کے کئی بادشاہوں کی متعدد بیویاں تھیں۔
لس کے گنتران سیجی برٹ چل پیرج۔ کیرں برٹے تھیوڈو برٹ کی جیسا کہ
لس امیر علی نے ہسٹری آف دی سراسنز میں تفصیل سے لکھا ہے کئی کئی
یاں تھیں اسی طرح ڈیگوبرٹ۔ کلوٹائر۔ ایری بارٹس۔ ہیرکیس۔
یانہ لوتھر۔ ارنف ہفتم۔ فریڈرک باربار وسا کے نام بھی کئی کئی بیویوں
شوہروں کی فہرست میں ہیں۔ شارلیمن اپنے زمانہ کا مغربی یورپ میں
سب سے طاقتور بادشاہ تھا جس کی ایک وقت میں ۹ بیویاں تھیں

اور کم سے کم ۵ تو سب ہی مورخین تسلیم کرتے ہیں۔ وہ رومن کیتھولک
پراٹسٹنٹ فرقہ کا مشہور مارٹن لوتھر بھی کثیر ازدواجی کی تائید کر رہا ہے
گیرلیوآت ہیسی کا کوئی لڑکا نہ تھا اس نے مارٹن لوتھر سے مشورہ لیا تو
جواب دیا شادی کوئی استثنائ نہیں ایک قانونی معاہدہ ہے اس
گیرلیوآت ہیسی بالکل مجاز ہیں کہ دوسری شادی کرلیں"۔

ہندو دہرم میں ویدک تعلیم سے ایک وقت میں ۲۷ تک بیویاں
اجازت ہے سناتن جی مہاراج دہرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک آدمی
پانچ بیویاں ہوں اور ایک صاحب اولاد ہو تو سب صاحب اولاد سمجھی
منو سمرتی ادھیاو۔ اشلوک ۸۳ دیوراجہ نانی کی بارہ ہزار بیویوں میں
دو ہزار کا اس کے ساتھ ستی ہونے کا واقعہ تاریخ بتا رہی ہے راجہ
کی بیویوں کے جھگڑوں کے قصے بھی صفحات تاریخ پر موجود ہیں۔

رام چندر جی کی تین اور سری کرشن جی کی کم سے کم ۱۰ بیویاں
ہندوؤں کا تمدن تو یہ رہا ہے کہ دروپدی کی طرح ایک ایک عورت
کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے۔

ڈیڑھ ہزار برس پہلے جب یونان کی تہذیب عروج پر تھی ایک
آدمی کئی کئی بیویاں رکھتا اور جب چاہتا بیویوں کا تبادلہ کر لیتا
میں بھی بیویوں کا تبادلہ ہوتا تھا۔ سپارٹا والوں میں بھی ایک
بیویاں ہوتی تھیں۔ اور ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر
بدھ مت کہتا ہے کہ علم اور معرفت اور نجات کے لئے ضرو

...مرے سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل اسرائیل میں تعدد ازدواج کا رواج تھا۔ اور حضرت موسیٰ نے بھی کوئی تعداد مقرر نہ کی ہاں یہودیوں کا ...علم ہلال جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے سو سال پہلے کا ہے کہتا ہے کہ ...اں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں چاہئیں۔ قیرطی جو یہودیوں کا ایک فرقہ ...س میں کثیر الازدواجی اب تک جاری ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...سال دنیا میں رہے۔ اور شادی نہ کی۔ قدرت کا منشاء شادی سے بقا ...ل انسانی ہے۔ اگر ساری دنیا اُن کی تقلید کرتی یعنی گناہ سے دُور ...ں اور شادی بھی نہ کرتی تو تقریباً ایک صدی میں انسانی نسل ختم ہو جاتی۔ ...سائیت کی تعلیم یہ ہے کہ شادی کرنا کوئی نیکی نہیں۔ اور اگر شادی کرو بھی ...ایک دفعہ سے زیادہ نہیں۔ دوسری شادی جرم مگر یہ جو مغرب میں ...ڑلے سے بدکاری اور کھلم کھلا حرام کاری ہو رہی ہے یہ جرم نہیں!!

حضرت یعقوب کی چار حضرت ایوب کی چھ۔ حضرت داؤد کی ۹۹ ...ریاں تھیں اور کہتے ہیں حضرت سلیمان کی ۷۰۰ بیویوں کے علاوہ تین سو ...نڈیاں تھیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور ...دوسرے پیغمبروں کی کئی کئی بیویاں تھیں۔۔۔۔۔۔ اُن پر کوئی اعتراض ...ہیں کرتا۔ ہاں پیغمبر اسلام کے نکاحوں پر مغرب نے بے سر و پا اُلٹے ...سیدھے غلط سلط اصت بو نگے اعتراضات، محض تعصب اور ہٹ دھرمی ...کی بنا پر اس تین صدی میں کئے ہیں۔ مگر آنحضرت کی حیات میں کسی

دشمن نے بھی آپ کے نکاحوں پر اعتراض نہیں کیا!
پڑوسی ملکوں کا عرب کے تمدن پر بہت گہرا اثر تھا اور یثرب
میں گھر کی دوسری چیزوں کی طرح عورت بھی ایک ایسی شے تھی جو ایک
دوسری جگہ منتقل کی جا سکتی تھی۔ باپ کے مرنے پر بیٹا جہاں اور چیزوں کا
ہوتا وہاں باپ کی بیوہ کا بھی۔ سوتیلے لڑکے سوتیلی ماں کو بیوی کی
سے رکھتے تھے یہودیوں میں بیٹی کی کوئی حیثیت باپ کے گھر میں نہ
فروخت کی جا سکتی تھی۔ اُسے باپ کا ترکہ اُس وقت مل سکتا
جبکہ اُس کا بھائی کوئی نہ ہوتا۔ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے قریش
سب سے معزز اور مقتدر قبیلہ تھا جس میں عیاشی اور بدکاری
بات تھی۔ اور مردوں عورتوں نے تعلقات کے قصے اور اشعار
شرمی اور بے حیائی کے ساتھ نہایت فخر سے علانیہ بیان کئے جا
تھے۔ مرد جب چاہتا جس بیوی کو چاہتا طلاق دے دیتا۔ اس
بیویاں ہوتیں۔ دو چار کا حساب تھا نہ پانچ دس کی گنتی۔
عربوں اور دوسری قوموں میں بیوی کی یہ حیثیت تھی۔
جب پیغمبر اسلام دنیا میں تشریف لائے۔

بیوی کی حیثیت اسلام میں

پیغمبر اسلام صلعم نے فرمایا
(۱) "نیک عورت دنیا
سے بڑی نعمت ہے"
(۲) عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ یہ تمہارے والے ہیں

لغزشوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو"
(۳) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنے گھر والوں کے
اچھا ہے۔ اور تم سب سے بہتر میرا سلوک اپنے گھر والوں کے ساتھ ہے"
(۴) "تم میں سے ہر ایک نگراں ہے ہر ایک کا اور ہر ایک سے
رعایا کے لئے بازپُرس ہوگی۔ خاوند اپنے گھر والوں کا نگراں ہے
ی اپنے شوہر اور اپنے بچوں کی"
(۵) "عورت مرد کی خدمت کرتی ہے۔ مرد کو بھی عورت کی خدمت
نہ کرنا چاہئے۔ مرد اپنی بیوی کو پانی بھی پلاتا ہے تو اُس کا اجر
ملتا ہے"
(۶) "حقیقی معنوں میں وہ لوگ اچھے ہیں۔ جن کے تعلقات اپنی
ں کے ساتھ اچھے ہوں"
(۷) "میں عورتوں کے ساتھ حُسن سلوک کی تمھیں وصیت کرتا ہوں"

پیغمبر اسلام کے نکاحوں پر ایک نظر

شادی مخلوق ہی کی نہیں خالق کی ضرورت ہے کہ نسل قائم رہے اور
سلہ رہتی دنیا تک چلتا رہے۔ لڑکی کے لئے جب رشتہ کی تلاش ہوتی
تو دیکھا جاتا ہے کہ خاندان بھلے آدمیوں کا ہو۔ لڑکا طبیعت کا شریف
ند تعلیم یافتہ۔ کماؤ ہو۔ اسی طرح لڑکی کے انتخاب میں مندرجہ ذیل
مد پیش نظر ہو سکتی ہیں۔

(۱) خاندان - (۲) تعلیم - (۳) ہنر سلیقہ - خانہ داری سے واقفیت
طبعی شرافت - (۴) دینداری - (۵) اولاد کی ضرورت - (۶) دولت -
سرورِ کائنات کے نکاحوں پر بحث شروع کرنے سے قبل ہم اس
کو نظر انداز نہیں کرسکتے کہ آپ بھی ایک انسان تھے اور خود اللہ تعالیٰ
کہہ "اے نبی کہو کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں"
اسلام نے اور مذاہب کی طرح اپنے پیغمبر کو خدا کا درجہ نہیں
آپ اللہ کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ بشر تھے اور ایک بشر کی
فطری خواہشیں ہوسکتی ہیں وہ آپ میں بھی تھیں ان سے آپ کی
رسالت میں کوئی فرق نہیں آتا - بقائے نسل انسانی کی جو خواہش
میں ہوتی ہے - ایک انسان کی حیثیت سے آپ میں بھی ضرور تھی
آپ کے نکاح نفسانی خواہش پر محمول تھے یا ان کی تہہ میں کچھ اور
کام کر رہے تھے ؟
یہ اس وقت سمجھ میں آسکتا ہے - جب ہم ان سب باتوں پر
جن کا لڑکی کے انتخاب کے وقت خیال رکھا جاسکتا ہے -

(۱) خاندان عرب کے یہودیوں، قبائلیوں اور اہل مکہ میں
تولیت کی وجہ سے آپ کا خاندان یعنی قریش
زیادہ معزز و مفتخر سمجھے جاتے تھے - اس لئے آپ پر کسی نکاح
کی دھونس تو پڑ سکتی ہی نہ تھی - جب قبائل قریش سے بڑھ کر ذی
اور باوقعت کوئی اور قبیلہ تھا ہی نہیں - تو یہ سوال ہی نہیں

ہے نہ بہ حیثیت انسان اپنی وقعت و توقیر بڑھانے کے لئے کسی بہتر قبیلہ میں
دی کی ہے۔ آپ کی زندگی کا اصلی مقصد تھا اشاعت اسلام اور دن رات
صبح شام ہر حالت میں ہر کیفیت میں اسی کی دُھن تھی جس کے مقابلے
میں ساری خواہشیں جو ایک بشر میں ہو سکتی ہیں مغلوب تھیں۔ اسلام کی
بہبودی۔ اسلام کی ترقی۔ اسلام کی توسیع اس کے سوا آپ کچھ اور سوچتے
ہی نہ تھے۔ نکاحوں کے معاملہ میں بھی اسلام کی تقویت آپ کے پیش
نظر رہی۔ بی بی اُم سلمہ بنی مخزوم میں تھیں۔ بی بی حفصہ بنی عدی میں سے۔
بی بی سودہ بنو عامر میں سے بی بی عائشہ بنی تیم۔ بی بی خدیجہ بنی عبدالعزیٰ سے
بی بی زینب بنی اسد اور بی بی اُم حبیبہ بنو امیہ سے اور یہ سب قبائل قریش
ہی تو تھے جن سے زیادہ معزز اور باقتدار مکہ بھر میں کوئی نہ تھا جب آپ کا
نکاح بی بی میمونہ سے ہوا تو اُس وقت آپ کی عمر اٹھاون سال تھی۔ اور
آپ کو اُن قریش پر جن کے ہاتھوں مسلسل بیس سال تک سخت تکلیفیں
پہنچیں یہ بھی ثابت کر دینا تھا کہ حقیقتاً آپ کو قبائل قریش کے کسی خاندان
سے کوئی دشمنی نہ تھی نہ کسی غیر قریشی سے (بی بی میمونہ یمن کے زبردست قبیلہ
بنی عامر بلالیہ میں سے تھیں) اور جب بی بی اُم حبیبہ کو نکاح میں لائے تو
قریش کے سب سے بڑے آدمی ابوسفیان اور اُس کے کنبے والوں کو یہ بھی
بتانا تھا کہ آپ کو ذاتی مخالفت اُن لوگوں سے نہ تھی۔ وہ بھی خاندانی
اعتبار سے آپ کے نزدیک اُتنے ہی ممتاز تھے جتنے آپ خود۔ دامادی رشتہ
ہی ایسا ہے کہ سسرال کو ناز برداری کرنی پڑتی ہے چنانچہ ان دونوں

محمد رسول اللہ
قریشی قبائل کی ازواج
(۱) بی بی خدیجہ
بنی اسد بن عبدالعزیٰ
(۲) بی بی سودہ
بنی عامر بن لوئی
(۳) بی بی عائشہ
بنی تیم
(۴) بی بی حفصہ
بنی عدی
(۶) بی بی ام سلمہ
بنی مخزوم
(۷) بی بی زینب بنت جحش
بنو اسد بن مدرکہ
(۹) بی بی ام حبیبہ
بنی امیہ
غیر قریشی قبائل کی ازواج مطہرات
(۵) ام المساکین بی بی زینب
بنو ہلال
(۸) بی بی جویریہ
بنو مصطلق
(۱۰) بی بی صفیہ
بنی اسرائیل
(۱۱) بی بی میمونہ
بنی عامر بن صعصعہ

[نکا]حوں سے ابوسفیان اور قریش کی مخالفتِ اسلام کا زور ڈھے گیا۔
[یہ]اں تک کہ سال بھر بعد وہی لوگ جو خون کے پیاسے تھے آپ پر ایمان لے
[آ]ئے۔ بی بی جویریہ مریسیع کے نہایت طاقتور قبیلہ بنو مصطلق میں سے تھیں اور
[ب]ی بی صفیہ یہود میں سے۔ ان نکاحوں سے دامادی کا دباؤ پڑا تو سسرال
[ک]ے قبیلوں کو جھکنا پڑا۔ بہت سے خود ہی مسلمان ہو گئے اور جو رہ گئے اُن کی
[مخ]الفت اسلام میں کمی آگئی ان نکاحوں سے بھی جو غیر قریش خاندانوں میں
[ہو]ئے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ خاندانی بزرگی یا اعزاز کے لحاظ سے
[ا]ن میں سے کوئی نکاح نہیں کیا گیا کہ اُن سے آپ کے خاندانی وقار میں
[چ]ار چاند لگ جاتے۔

(۲) تعلیم | جب آپ کو نبوت عطا ہوئی تو عرب میں تعلیم کا چرچا نہ تھا
کل ۱۷ آدمی قریش میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے جن میں
[ح]ضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت عبیدہ۔ طلحہ اور حضرت عمر کی بہن فاطمہ اور
اُن کے شوہر سعید بھی تھے۔ نکاحوں کے وقت آپ کی ازواج مطہرات
[م]یں سوائے بی بی حفصہ کے کوئی بیوی پڑھی لکھی نہ تھیں۔ اس لئے یہ سوال
[ب]ھی پیدا نہیں ہوتا کہ اعلیٰ تعلیم یا علم و فضل کسی نکاح کی وجہ ہوا۔

(۳) خانہ داری وغیرہ | اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد
خانہ داری کا سارا نظام درہم ہو گیا۔
[د]و بچیوں بی بی اُم کلثوم اور بی بی فاطمہ کی نگرانی کے لئے ایک بڑی بوڑھی
کی ضرورت تھی۔ اس لئے رسول اللہ نے بی بی سودہ سے نکاح کیا مگر یہ

نہ بھولنا چاہئے کہ وہ بڑھیا تھیں۔ اُس کے بعد کوئی نکاح کسی بی بی
سلیقہ انتظام خانہ داری یا کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے نہیں کیا

(۴) دینداری

سرورِ کائنات فرماتے تھے کہ بیوی کے انتخاب
نسب۔ صورت۔ مال۔ دینداری۔ ان چار
باتوں میں دینداری کو سب پہ ترجیح دینا۔ اور اِس میں ذرا شک نہ
کہ آپ کی تمام ازواج مطہرات دیندار تھیں اور اُن کے ذریعہ آپ
حیات میں بھی اور آپ کے بعد بھی عورتوں میں بہت کچھ اشاعت اسلام
ہوئی اور نسوانی زندگی کے بہت سے مسئلے اُن ہی کے ذریعہ حل ہو
اور آپ کے نکاحوں کی ایک بڑی مصلحت یہ بھی تھی کہ آپ کی ازواج کے
ذریعہ عورتوں کو احکام اسلام سے واقفیت ہو۔ مردوں میں بڑے
صحابہ عام مسلمانوں کو اسلام سے آگاہ کرنے والے تھے عورتوں کو ا
اسلام سے کون باخبر کرتا۔ عورتوں میں یہ فرائض بہترین طریقہ پر از
مطہرات نے انجام دئے۔ آپ نے دینداری کا خیال رکھ کر نکاح کئے
تو یہ بات قابل اعتراض نہیں ہو سکتی۔ دین توحید کی تبلیغ و تو
بڑھ کر تو آپ کا کوئی مقصد تھا ہی نہیں۔

(۵) اولاد کی ضرورت

بعض نکاح اولاد کی ضرورت سے کئے گئے
ہیں۔ اُمہات المومنین میں اللہ نے ت
حضرت بی بی خدیجہ کے بطن سے آپ کو اولاد دی جن میں سے لڑکے
زمانہ شیر خوارگی ہی میں رحلت کر گئے تھے مسلموں کی رائے ہے اولا

مسلم مورخین بھی اس رائے میں اُن کے ہمنوا ہیں کہ آپ نے بعض نکاح اس لئے کئے کہ آپ کا کوئی لڑکا زندہ نہ رہا تھا اور لڑکے ہو جانے سے آپ کی نسل چلے۔

ہم اس رائے سے متفق نہیں۔ ہر قوم اور ملک میں بیٹی کے مقابلہ میں بیٹے سے محبت زیادہ کی جاتی ہے کہ بیٹی پرایا دھن ہے اور بیٹے سے نام چلتا ہے اور پوتے کی تمنا فطرتی بات ہے کہ بیٹا ہوا جب جانئے جب پوتا آنگن کھیلے۔ رسول اکرم کی اگر یہ خواہش ہوتی کہ آپ کا بھی لڑکا ہو تو یہ فطرت انسانی ہے۔ جس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا تھا مگر آپ کے حالات زندگی بتا رہے ہیں کہ آپ کو خلق خدا کو راہِ خدا کی طرف بلانے اور دین اللہ کی اشاعت کی دُھن کے سوا اور کسی بات کا فکر تھا ہی نہیں۔ جس انسان کامل نے ساری عمر نفس کُشی کی راحت و آرام اور آسودگی کی زندگی گذاری ہی نہیں۔ جس کے گھر میں کبھی آسائش اور آرائش کا سامان نہ ہوا، جس کی بیویوں کو کبھی ڈھنگ کا کپڑا زیور میسّر نہ ہوا جس نے نبوت کے ۲۳ سال میں اور اُس زمانہ میں بھی) جب فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی مالی حالت نہایت اچھی ہو گئی تھی اور عوام کا خزانہ آپ کے اختیار میں تھا مسلسل تین دن بھی تو گیہوں کی روٹی نہ کھائی، جس کی زندگی کی آخری رات کو گھر میں روشنی کے لئے تیل تک نہ تھا۔ اُسے اپنی نسل کے چلنے کا کیا فکر ہوتا۔ نفسانی خواہشات کی بنا پر یا دنیاوی مقاصد سے نکاح کئے ہوتے تو لڑکے کی تمنا بھی ہو سکتی تھی۔ بی بی عائشہ کی مدارج سے بی بی میمونہ

تک جب سب نکاح دینی اغراض یا سیاسی مصلحتوں کی بنا پر کئے تو دنیاوی خواہشیں رہیں کہاں؟ اگر لڑکے کی تمنا ہی میں نکاح کرنے تھے بڑی بڑی عمر کی رانڈوں سے کیوں کرتے؟ عمر سے اُتری ہوئی اُن عورتوں سے کیوں کرتے جو دو دو تین تین شوہروں کی بیوہ تھیں یا جن کے ہاں کوئی بچہ نہ ہوا تھا؟ کیا رسول اللہ کو کنواریاں نہ مل سکتی تھیں؟ جوان نہ مل سکتی تھیں؟

ان باتوں کو سامنے رکھا جائے اور ان واقعات پر غور کیا جائے تو اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ آپ نے بیٹے کی خواہش کی وجہ سے بھی کوئی نکاح نہیں کیا!

(۶) دولت سوائے بی بی خدیجہ کے آپ سے نکاح کے وقت کوئی بیوی دولت مند نہ تھیں۔ سوائے بی بی عائشہ کے جو کنواری تھیں اور ۳ھ ہجری میں جب اُن کی رخصت ہوئی اُن کے باپ کی مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ جتنے نکاح آپ نے کئے سب اُن عورتوں سے کئے جو بیوہ تھیں اور ان میں کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو اپنے ساتھ مال و دولت لائی ہوں۔

(۷) صورت اب رہی آخری چیز یعنی خوب صورتی۔ مورخین یورپ نے آپ کی ذات پر یہ الزام لگایا ہے کہ ۲ھ ہجری سے ۸ھ ہجری تک یعنی ۵۴ سال سے ۵۹ سال کی عمر کے درمیان مدینہ میں آپ نے جو نکاح کئے اُن کی تہہ میں جذبۂ حُسن پرستی کارفرما تھا۔ کوئی بیوی "بہت خوب صورت" تھیں کوئی "حسین" کسی میں "صورت شکل کے لحاظ سے جاذبیت" تھی۔ کسی میں "جنسی کشش" کسی کے "حُسن" کے آپ پہلے

راج تھے۔ الفاظ الگ الگ ہیں۔ مگر مفہوم سب کا ایک ہے۔ مطلب ان
مغربی مورخین کا صرف یہ ہے کہ آپ نے یہ نکاح ذوق جمال یا حسن ظاہری
کی وجہ یا دوسرے لفظوں میں نفس پروری کی غرض سے کیئے۔ تاریخی
بددیانتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ جو دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ اس کا کوئی
ثبوت پیش نہیں کیا جاتا۔ ایک ہزار سال تک بی بی حفصہ اور بی بی زینب
کے سوا رسول اکرم کی بیویوں کی خوب صورتی کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں
اب تین صدیوں سے غیر مسلم مولفین قلم اٹھاتے ہیں تو تاریخ نویسی اور سوانح
نگاری کے آداب و قواعد سب تہہ کر کے رکھ دیتے ہیں اور آپ کے بڑھاپے
پر عیش و عشرت اور حسن و جوانی سے لطف اندوز ہونے کا بہتان عظیم رکھتے
ہیں۔ حالانکہ علم النفس کی رو سے کیف و حظ کی طرف طبعی رجحان اس شخص
کا ہو ہی نہیں سکتا جس نے شراب یا کسی قسم کے نشہ کو کبھی چھوا ہی نہ ہو۔
رقص و سرود تک جسے ذرا بھی دلچسپی نہ ہو۔ جوئے سے جو ہمیشہ کوسوں دور
رہا ہو۔ سونے کی انگوٹھی اور ریشمی کپڑوں تک سے جس نے پرہیز کیا ہو
جس کے لئے کسی قسم کی چمک دمک اور زیب و زینت میں کوئی کشش
نہ ہو۔ جس نے پیٹ بھر کر دو دن بھی روٹی نہ کھائی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ
اللہ کے سچے اور آخری نبی نے اس قدر نفس کشی کی کہ نفس پروری کا سوال
پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ۲۵ سال کی عمر تک آپ کنوارے رہے اور وہ بھی
عرب جیسے گرم ملک میں جہاں اتنی عمر تک کنوارا رہنا معمولی بات نہ تھی۔ پھر
اس قدر صاف ستھری پاکیزہ زندگی گذاری کہ اپنی قوم سے "امین" کا

خطاب حاصل کیا۔ آپ کی قوم وہ قوم تھی جس کے بڈھے اور جوان سب ہی بے حیائی اور بدکاری کے کارنامے فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ مار کٹائی اور غارت گری پر جو لوگ ہر وقت تلے بیٹھے رہتے۔ شراب جن کی گھٹی میں پڑی تھی۔ جو اجن کی فطرت تھی۔ جو بد اخلاقی کو مردانگی اور بد کو بہادری سمجھتے تھے وہ ایسے سیدھے سادھے بھولے بھالے تو نہ تھے کہ خواہ مخواہ ہی آپ کو "امین" اور "صادق" کہنے لگتے۔ ۲۵ سال کی عمر میں شادی ہوئی تو ایک بھی نہیں تین شوہروں کی بیوہ سے جو عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اگر آپ کو اپنے نفس پر قابو نہ ہوتا تو اُن سے کم عمر جوان لڑکی سے شادی کرتے۔ دو چار سال نہیں۔ پورے ۲۵ سال بی بی خدیجہ کے ساتھ اس طرح گذار دیے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دوسرے نکاح کا خیال نہ آیا۔ جو شخص ساری جوانی اس قدر پاکیزہ گذار دے کہ ایک ساعت کے لئے بھی دوسری عورت کا خیال تک نہ آئے۔ وہ ایک بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو کر عیش و عشرت کی طرف کس طرح مائل ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو نبوت عطا کی تو آپ ہی کی قوم آپ کی دشمن ہو گئی اور قریش آپ کے چچا ابو طالب کے پاس شکایت لے کر گئے اور عقبہ بن ربیعہ نے کہا آپ کا بھتیجہ ہمارے آبائی خداؤں کی توہین کرتا ہے۔ ہم آپ کے لحاظ کی وجہ سے خاموش ہیں اگر وہ دولت چاہتا ہے تو ہم ڈھیر ساری دولت پیش کر دیتے ہیں۔ اگر اسے خوب صورت عورت چاہیے

قریش کی حسین سے حسین دس لڑکیوں سے اس کی شادی کرا دیتے ہیں "۔
بسبب نکاح جیسا کہ مغربی مورخین بیان کرتے ہیں۔ حسن صورت ہوتا اور
طبیعت راغب ہوتی کیف وحظ کی طرف تو ایسے موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے
دیتے اور جواب میں یہ نہ فرماتے۔

"چچا جان! یہ لوگ مجھے کیا لالچ دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ میرے
ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں۔ جب بھی میں
خدائے واحد کی طرف بلانے سے باز نہ رہوں گا!"

جب جوانی میں آپ نے نفسانی خواہشوں کو مغلوب کر دیا تو بڑھاپا
وہ زمانہ تھا جب اعضاء ان بدن ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ اور زمانہ بھی کون سا کہ
مدینے بھی چین اطمینان سے نہ گزار سکے۔ مکہ میں تو صرف قریش ہی دشمن
تھے مگر مدینہ آ کر نہ صرف ان کے حملے ہو رہے تھے بلکہ ایک طرف یہودی اسلام
کو مٹانے کی کوششوں میں منہمک تھے۔ تو دوسری طرف قبائل کی یلغار
تھی۔ اور یہی نہیں۔ منافقین بھی تھے کہ بظاہر مسلمان ہو گئے مگر حقیقتاً
مارِ آستین تھے۔ مکہ میں مخالفت تھی صرف قریش کی مگر مدینہ میں مخاصمت
تھی تین تین بلکہ چار چار کی۔ تابڑ توڑ لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ مسلمان تنخواہ
پانے والے باقاعدہ سپاہی تو تھے نہیں۔ لڑتے لڑتے تھک گئے تھے
دشمن داخلی بھی تھے اور خارجی بھی۔ مدینہ کے اندر بھی اور مدینہ کے باہر
بھی۔ ہر وقت مخالفوں کا کھٹکا۔ ہر طرف سے دشمنوں کے حملہ کا فکر۔
آئے دن ان سے مقابلہ۔ ان حالات میں۔ ان پریشانی کے دنوں میں

کسی انسان کو شادی بیاہ کی سوجھ سکتی ہے؟ نفسیات بتاتی اور
جواب دیتی ہے کہ اتنی سخت پریشانیوں میں مبتلا اور اس قدر شدید
میں گرفتار ہو کر انسانی فطرت عیش و نشاط کی طرف مائل نہیں ہو سکتی
اور پھر وہ بھی اس وقت جب قویٰ کمزور پڑ رہے ہوں!! اور جب طبیعت
اس طرف رغبت نہیں کر سکتی تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حسن ظاہری وجہ
نہیں ہو سکتا۔ پھر اس نتیجہ پر اس لئے بھی پہنچنا پڑتا ہے کہ عمر بھر آپ
نے کسی غیر یا اجنبی عورت کا ہاتھ تک نہ چھوا۔ فتح مکہ کے بعد عورتوں
سے بیعت لی تو اس طرح کہ پانی بھرے پیالہ میں خود ہاتھ ڈال کر نکالے
پھر عورتوں نے اس پانی میں ہاتھ ڈالا۔ مدینہ آنے کے بعد ایمان لانے
والی عورتوں سے دور ہی سے کہہ دیا کہ "تمہاری بیعت ہو گئی"

صحیح بخاری پارہ ۲۰ سورۂ ممتحنہ کی تفسیر میں حضرت عائشہ کا بیان
ہے کہ "بخدا رسول اللہ نے اپنے ہاتھوں میں ہاتھ لے کر کسی عورت سے
بیعت نہیں لی۔ بلکہ محض زبان سے کہہ کر بیعت لی"۔

اس حقیقت کو کہ حسن ظاہری آپ کے کسی نکاح کا سبب نہ تھا۔
تقویت اِن حالات سے بھی پہنچتی ہے کہ آپ کو اکثر عبادت میں آدھی سے
زیادہ رات گذر جاتی جس کی گواہی خود کلام اللہ دے رہا ہے۔[1]

---

[1] اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو کھڑا رہا کر مگر تھوڑا آدھی اس کی یا کم کر لے یا زیادہ
اس میں سے" سورۂ مزمل آیت ۱ تا ۳
بے شک تیرا پروردگار جانتا ہے کہ تو رات کو کھڑا رہتا ہے دو تہائی رات
رات تک" سورۂ مزمل آیت ۲۰

ھڑے کھڑے پاؤں شل ہو جاتے تھے۔ اُن پر ورم آجاتا تھا۔ اور پھر س نتیجہ پر اُن واقعات سے بھی پہنچنا پڑتا ہے کہ فارغ البالی کی زندگی آپ نے گذاری اور نہ ازواج مطہرات نے۔ ایک بار جب آپ کی یویوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہم بھی اور عورتوں کی طرح پہننے ڑھنے کپڑے لتے۔ زیور گہنے کی تھوڑی سی بہار دیکھ لیں تو وحی کا نزول وا اور آپ نے اُن سے کہہ دیا:۔

"اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلب گار ہو تو آؤ میں تم کو دے دلا کر خوشی سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم خدا اس کے رسول اور عاقبت کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لئے اللہ نے بڑے بڑے اجر تیار رکھے ہیں[۱]"

(سورۂ احزاب آیت ۲۸ و ۲۹)

ازواج مطہرات کی خواہش فطرت نسوانی تھی، مگر اللہ نے اپنے رسول سے جو الفاظ کہلوائے یہ جواب کیا اُس شخص کا ہو سکتا ہے جو نفس پرور ہو عیش پسند ہو دنیاوی خواہشوں سے مغلوب ہو؟

---

[۱] ان کنتن ... ... اجرًا عظیماً۔

پیغمبر اسلام کے نکاحوں پر ایک اور نظر

۱۔ بی بی خدیجہ سے جب پیغمبر اسلام نے نکاح کیا تو آپ کنوارے اور ۲۵ برس کے تھے۔ بی بی خدیجہ تین شوہروں کی بیوہ اور آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی ۴۰ سال کی تھیں۔ بغیر فطری خواہشوں کے بشریت ناکمل ہے۔ اور آپ انسان کامل اس وجہ سے بھی تھے کہ آپ میں وہ فطری خواہش بھی تھی جو سبب ہے بقائے نسل انسانی کا۔ لیکن اگر خواہش نفس ہی تحریک نکاح ہوتی تو آپ بیوہ سے نہیں کنواری سے بچوں والی سے نہیں چھوٹی سے، اور اپنی عمر سے تقریباً ڈیوڑھی عمر والی بڑی سے نہیں اپنے سے کم عمر لڑکی سے شادی کرتے۔ بی بی خدیجہ کی دولت اور شخصیت سے اسلام کو بڑی زبردست تقویت پہنچی مگر نکاح کے وقت آپ اُن کی شخصیت یا دولت سے مرعوب نہ تھے اور بعد نکاح آپ اپنی ضرورتوں کے لئے خود روپیہ کماتے اور جو کچھ کماتے اپنی ضرورتیں اُسی میں محدود رکھتے تھے۔ غریبی میں پیدا ہوئے غریبی میں پلے بڑھے اور ساری عمر غریبی کی زندگی گزاری۔ کھانے پہننے کا شوق تھا نہ آسائش اور آسودگی کی تمنا۔ اُس سیدھی سادھی غریبانہ زندگی میں تکلف کا کام تھا نہ تصنع کا نام۔ بی بی خدیجہ کی دولت کی طرف آنکھ اُٹھا کر کبھی نہ دیکھا۔ پیام نکاح بھی خود نہیں دیا تحریک خود بی بی خدیجہ نے کی کہ وہ آپ کی

یم النظر پاکیزگی اور آپ کے عدیم المثال کردار سے بے حد متاثر تھیں۔
اآپ نے جس وجہ سے اس پیام کو منظور کیا وہ یہ تھی کہ بی بی خدیجہ
ایت نیک طبیعت اور پاکیزہ خیال خاتون تھیں اور دین داری ہی کی
سے "طاہرہ" کہلاتی تھیں۔ ۲۵ سال کی عمر سے ۵۰ تک یعنی ۲۵ برس
پ کا اور بی بی خدیجہ کا ساتھ رہا۔ ساری جوانی گذر کر بڑھاپا آگیا مگر
ک لمحہ کے لئے بھی آپ کو نکاح ثانی کا خیال نہ آیا اور کسی عورت کی
ف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ مستشرقین یورپ نے آپ پر جو اتہام اُٹھایا
ر الزام لگایا ہے اس کا عشر عشیر بھی اگر واقعی درست ہوتا تو دوسری
شادی تیسری شادی چوتھی شادی سے جوانی کے زمانے میں روکنے والی
لی چیز نہ تھی۔ خود بی بی خدیجہ کو اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ایک ایک
رکی متعدد بیویاں اس زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ وہ شخص بڑھاپے
یں جا کر نفس پرور کس طرح ہو سکتا ہے جس نے ساری جوانی نفس
کشی اور کردار کی انتہائی پاکیزگی میں گذار دی ہو؟۔

(۲) بی بی سودہ سے نکاح۔ بی بی خدیجہ کی رحلت کے بعد
خانہ داری کے انتظامات کی درستی اور دو بچیوں کی نگرانی کے لئے کیا۔
ابی بی سودہ نے اسلام کی خاطر اپنے شوہر کے ساتھ حبش ہجرت کی اور
وہیں ان کے شوہر کا انتقال ہوا۔ ایک بڑھیا سے جو بقول بعض مورخین
ابی بی خدیجہ سے بھی عمر میں بڑی تھیں اور آنحضرت سے نکاح کے وقت
۵۰ سال کے قریب تھیں، جن کے دانت ٹوٹ چکے تھے، جن کے چہرہ

پر جھریاں پڑ گئی تھیں ، جن کے بالوں کی سیاہی سفیدی سے بدل چکی تھی۔ ایک بیوہ سے جن کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا ، جن کو زندہ رہنے کے لئے روٹی کپڑے کی ضرورت تھی اور شوہر کی رحلت کے بعد بے سہارا ہوگئی تھیں ، جنھوں نے اسلام کی خاطر تکلیفیں جھیل کر ہجرت کی سختیاں ہی نہیں بیوگی کا داغ بھی اٹھایا۔ اُن سے نکاح کرنا تو کردار کی انتہائی پاکیزگی اور بلندی اور نفس کشی ثابت کرتا ہے!

(۳) بی بی عائشہ اور (۴) بی بی حفصہ بیٹیاں تھیں اسلام کے دو بہت بڑے محسنوں اور آپ کے دو سب سے بڑے دوستوں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی۔ حضرت ابو بکر کے ذکر میں ہم لکھ آئے ہیں کہ رسول اکرم صلعم میں غیرت اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کا احسان آپ نہ بھولتے تھے ۔ چنانچہ ایک ایک شخص کے احسان کا معاوضہ ادا فرمایا۔ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی اُس کے معاوضے میں آپ نے نہ صرف اُن کے بیٹے حضرت علی مرتضیٰ کی پرورش کی بلکہ اپنی چھوٹی بیٹی فاطمۃ الزہرا کو اُن کے نکاح میں دیا۔ حضرت عثمان نے اسلام پر اپنی ساری دولت لٹا دی تو آپ نے ایک ایک کر کے منجھلی اور سنجھلی اپنی دو بیٹیوں کی شادی اُن سے کی۔ یہ تو دوستوں کے احسانات کا معاوضہ ادا کرنے کی چند مثالیں ہیں۔ آپ نے مخالفوں کی مہربانی تک کو نظر انداز نہ فرمایا۔ عبداللہ بن ابی نے اسلام کو نقصان پہنچانے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی مگر جب

مر گیا اور اس کے بیٹے نے آپ کا کرتہ عذاب قبر کی کمی کے عقیدے سے
گا تو حالانکہ صحابہ نے پسند نہ کیا مگر آپ نے اپنا کرتہ دے دیا کیونکہ جب
پ کے چچا حضرت عباس مسلمان ہو کر نہائے تو عبداللہ سے کرتہ لے کر
پ نے عباس کو دیا تھا۔

جب آپ دشمنوں تک کی مہربانی نہ بھول سکتے تھے تو یہ کس طرح
ن تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خدمات اسلام کا معاوضہ ادا نہ کرتے جن کی
یف متعدد روایتوں میں ہے۔ ایک بیان یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔
"میں سب کی خدمتوں کا بدلہ دے چکا ہوں لیکن ابوبکر کی خدمت کا
بدلہ اللہ ہی دے گا۔"

حضرت عمر کی خدمات اسلام بھی حضرت ابوبکر کے لگ بھگ ہیں۔
رت عثمان اور حضرت علی کی خدمات کے معاوضہ میں ان دونوں کو شرف
ادی بخشا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خدمات کا معاوضہ ہو سکتا تھا۔
اس طرح کہ ان کی بیٹیاں اپنی زوجیت میں لے کر ان کے داماد بنے۔
ن دونوں کی اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی تھی کہ اللہ کے رسول
کے خسر کہلائے۔ پہلا رشتہ انتہائی عقیدت کا تھا جو اب اور مستحکم ہو گیا
قرابت سے۔

بی بی عائشہ[۱] کے حالات میں علامہ راشد الخیری تحریر فرماتے ہیں۔
"چونکہ آپ کو اپنے طرزِ عمل سے امت کے لئے ہر قسم کا نمونہ چھوڑنا تھا اس لئے

---

[۱] امت کی ماں ہیں۔

جہاں آپ نے نکاح بیواؤں سے کئے وہاں ایک نکاح کنواری سے
غیر مسلم مورخین کہتے ہیں عائشہ چونکہ کم عمر اور حسین تھیں اس وجہ
آپ اوروں کے مقابلہ میں اُن کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ لیکن اگر
ہوتا کہ بی بی عائشہ زیادہ حسین تھیں تو پھر یہ غلط ہے کہ حسن کی وجہ
آپ نے باقی نکاح کئے اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں عمر میں بی بی حف
بی بی عائشہ سے چند سال ہی بڑی تھیں اور کم عمری بی صفیہ تھیں او
میں بی بی حفصہ اور بی بی زینب دونوں بی بی عائشہ سے کم نہ تھیں بج
ہی تھیں۔ بی بی عائشہ کی قدر ومنزلت رسول اکرم کی دل میں نہ اُن
کم عمری کی وجہ سے تھی نہ اُن کی صورت کی وجہ سے اور نہ محض اس وجہ
کہ وہ افضل البشر ابوبکر کی بیٹی تھیں بلکہ جیسا کہ اُن کے حالات سے ثابت
اس وجہ سے تھی کہ ذہانت اور فراست میں وہ اپنا جواب نہ رکھتی تھیں
اور دینداری میں بھی سب ازواج مطہرات پر فوقیت لے گئی تھیں
آپ فرماتے تھے کہ تم میں دو حصے دین کی مالک حمیرا ہے۔
بی بی حفصہ بدر کے ایک مجاہد کی بیوہ تھیں۔ اس نکاح سے دل
حضرت عمر کی خدمات کے اعتراف کے ایک بیوہ کو جس نے اسلام کی
خاطر ترکِ وطن کیا تھا پناہ دینی بھی مقصود تھی۔
بی بی عائشہ بنی تیم میں سے تھیں اور بی بی حفصہ بنی عدی سے
ان نکاحوں میں سے بھی قریش کے ان دونوں نامور قبائل سے رسول
کے تعلقات مستحکم اور استوار ہو گئے ان مصلحتوں اور ان حالات کو دیکھ

لینے کے بعد ان دونوں نکاحوں پر بھی اعتراض کی ذرہ برابر گنجائش نہیں رہتی۔

(۵) بی بی زینب ہلالیہ بنت خذیمہ اُم المساکین (غریبوں کی ماں) یکے بعد دیگرے تین شوہروں کی بیوہ تھیں جن میں سے ایک جنگ بدر میں اور دوسرے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ یہ عمر سے آتر چکی تھیں۔ اور ان کے آخری دو شوہروں نے راہ حق میں اپنی جانیں دی تھیں۔ اور اُن کے رشتہ دار اُن کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ اور حالات کے تحت اور بے سہارا بیواؤں کی طرح اُن کو بھی کسی نہ کسی مسلمان کی حفاظت اور پناہ میں رہنا ضروری تھا۔ رسول اللہ سے نکاح ہونے کے تین ماہ بعد ہی گو ان کا انتقال ہو گیا۔ لیکن غیر قریش قبیلہ بنو ہلالیہ سے تعلقات بہتر ہو گئے۔

(۶) بی بی اُم سلمہ نے جو روح فرسا درد انگیز اور خوفناک مصیبتیں دوبار ترک وطن یعنی حبش اور پھر مدینہ کی ہجرت میں اُٹھائیں وہ تفصیل سے اُن کے حالات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ اُن کے شوہر نے جنگ اُحد میں زخمی ہونے کے بعد رحلت کی۔ سرور کائنات نے انھیں جب اپنے نکاح میں لانے کا شرف بخشا تو یہ وہ زمانہ تھا۔ جب مدینہ کی مسلم خواتین نصف سے زیادہ بیوائیں تھیں۔ بدر اور اُحد کی لڑائیوں میں ۸۴ مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ قبیلہ کلاب کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے جو ستر انصار بھیجے گئے تھے بیر معونہ کے مقام پر اُن سب کو گھیر کر کفار نے قتل کر دیا تھا۔ بیواؤں کو بغیر حفاظت کے نہیں

چھوڑا جا سکتا تھا۔ اُن کے روٹی کپڑے کا بھی انتظام کرنا تھا۔ اُنھیں
سر دھروں کی بھی ضرورت تھی۔ حالانکہ اُس وقت آنحضرت کے نکاح میں
تین بیویاں موجود تھیں مگر آپ نے ابوسلمہ کی خدمات اسلام کے پیش نظر
جن کو اپنے بچوں کا فکر دمِ واپسیں میں تھا اور خود بی بی اُم سلمہ کی گراں
قدر خدمات ملحوظ رکھ اُن سے نکاح کر کے ایک اور بیوہ کا بار اپنے
کندھوں پر اُٹھایا اور اُن کے یتیم بچوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا
اور اس طرح اپنے طرزِ عمل کا ایک ایسا نمونہ مسلمانوں کے سامنے پیش
کیا کہ اُنھوں نے خوشی خوشی شہدا کی بے سہارا بے مددگار بیواؤں کی کفالت
و حفاظت کی خاطر اُن سے نکاح کئے۔

بی بی اُم سلمہ قبیلہ بنی مخزوم یعنی ابوجہل کے قبیلہ سے تھیں۔ گو عکرمہ
بن ابوجہل کی اسلام دشمنی میں فرق نہ آیا تھا مگر بنو مخزوم کی مخالفت میں
اس نکاح سے بحیثیت مجموعی کمی آگئی تھی۔

(۷) بی بی زینب بنت جحش۔ رسول اکرم کی حقیقی پھوپی
کی بیٹی تھیں اور دو چار دس بیس دفعہ نہیں سینکڑوں بار آپ نے اُنھیں
دیکھا تھا۔ پردہ تو اُس زمانہ میں تھا نہیں۔ اگر واقعی وہ بے حد حسین
تھیں تو آپ اُن کے حُسن سے یقیناً بے خبر نہ تھے اور کنواری زینب بنت
جحش سے آپ شادی کر سکتے تھے اور عرب کے رسم و رواج کے مطابق
اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ مگر آپ کو مبعوث کیا گیا تھا عربوں کی اصلاح
کے لئے اور آقا، غلام، اعلیٰ، ادنیٰ کے فرق کو دُور کرنے اور خاندانی امتیا...

سلی غرور کو مٹانے کی غرض سے کہ اسلام ان چیزوں سے بلند و
ہے۔ اسی لئے قریش جیسے مقتدر خاندان کی زینب بنت جحش جیسی معزز
ی خاتون سے آپ نے آزاد غلام زید بن حارث کے نکاح کی تحریک
ہ اسلامی نظریہ سے عرب کے تمدن میں اس اصلاح کی سخت ضرورت
۔ اور اسی کے تحت آپ نے اس رشتہ پر اصرار فرمایا بی بی زینب
ت جحش نے اپنے خاندانی اعزاز و وقار کی وجہ سے اس تجویز کو ٹالنے میں
و پیش کیا مگر آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ناپسندیدگی کے باوجود زید
نکاح کر لیا۔ لیکن نارضامندی کی شادیوں کا بالعموم جو انجام ہوتا
وہی ہوا اور زید نے بی بی زینب کو طلاق دے دی۔ حالانکہ رسول اکرم
انھیں بار بار اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی اور فرمایا "اپنی
ی کو اپنے پاس رہنے دو اور اللہ سے ڈرو۔" مگر آپ نے مسلمانوں سے یہ بھی
مایا تھا کہ میں رسول کی حیثیت سے جس بات کو کہوں اس پر عمل کرو مگر
یاوی معاملات میں کچھ کہوں تو میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں[۱]۔ زید اور

---

۱ مسلم میں رافع بن خدیج سے جو روایت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت
ینہ تشریف لائے تو مدینہ والے اس غرض سے کہ کھجور کے درختوں میں پھل زیادہ آئیں
یک خاص قسم کی اصلاح کا عمل کرتے تھے آپ نے پسند نہ فرمایا ان لوگوں نے
عمل چھوڑ دیا تو پھل کم آئے آپ سے ذکر کیا گیا تو فرمایا "میں انسان ہی تو ہوں
جب تمھیں کسی دینی کام کا حکم دوں تو اس کی تعمیل ضرور کرو مگر جب
کسی دنیوی بات میں کچھ کہوں تو میں بھی آخر انسان ہوں۔"

بی بی زینب میں اُن بن شروع ہی سے تھی۔ زید بن حارث کی غلامی
جو کراہیت اُن کے دل میں بیٹھی تھی وہ دُور نہ ہو سکی اور بالآخر زید
انھیں طلاق دے دی۔ اب جبکہ وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ
کر دیا کہ محض مُنہ سے کہنے کی باتیں ہیں زید بن حارث اصل میں
بن محمد نہیں ہے اور مُنہ بولا بیٹا یا پالک یا متبنیٰ اصلی بیٹے کا د
نہیں رکھتا اور اس کی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کیا جا سکتا ہے تو آپ
اپنے طرزِ عمل سے یہ نمونہ بھی مسلمانوں کے لئے چھوڑا۔ بی بی زینب
جحش نے کراہیت اور ناپسندیگی کے باوجود آپ کے ارشاد کے
سر تسلیم خم کیا تھا اور اب طلاق ملنے کے بعد اپنے کنبہ میں اُن کی
وقعت نہ رہی تھی جو پہلے تھی۔ پہلی ذلت تو یہ اُنھیں اٹھانی پڑی کہ
غلام سے شادی کی اور دوسری ذلت یہ کہ غلام نے طلاق دے دی
طرح گویا اُنھوں نے دوہری ذلت اُٹھائی۔ اب اُن کی تلافی
بہتر اور اُن کی دلجوئی اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں
کی ماں، قرار پائیں اور خدائی فیصلہ کی اُمت سے تعمیل کرانے کی
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی کہ آپ نے خود اپنے طرزِ عمل کا نمونہ
اور نسلی امتیاز و غرور کا خاتمہ کر دیا کہ پھر غلاموں میں لڑکیاں
اور لینا عیب نہ رہا۔ اِن نکاحوں میں آپ کے سامنے اپنی ذات
تھی سراسر مفادِ اسلام تھا۔ اُن خواتین کی دستگیری اور حفاظت
تھی جن کے شوہروں یا باپوں نے یا جنھوں نے خود خدا کی

ں بڑی بڑی زبردست قربانیاں کی تھیں اور اسلام کی خاطر اپنے
مٹا دیا تھا۔

(۸) بی بی جویریہ۔ مکہ مدینہ کے درمیان سب سے طاقتور قبیلہ
بنی مصطلق کے سب سے بہادر آدمی کی بیوی اور سب سے بڑے رہزن کی
بی تھیں۔ اور جنگی قیدیوں میں اُن کا درجہ سب سے بڑا تھا۔ تقسیم کے
بعد اُنھیں اپنے درجہ اور حیثیت کا احساس ہوا اور رسول اکرم کی خدمت
میں حاضر ہوئیں۔ اُن کی خواہش پر آپ نے اُن کی آزادی کی قیمت
ثابت بن قیس کو ادا کر دی۔ اس کے بعد جب وہ مسلمان ہو گئیں تو اُن کی
درخواست پر اور مورخین کے دوسرے بیان کے مطابق اُن کے باپ
حارث بن ضرار کی درخواست پر جب اُس نے مدینہ آکر اپنے دو بیٹوں
کے ساتھ اسلام قبول کر لیا آپ نے اُنھیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔
یہ نکاح بقول بی بی عائشہ اُن کی قوم کے لئے انتہائی خیر و برکت کا باعث
ہوا کہ اُسی دن اُن کے قبیلہ کے تمام اسیرانِ جنگ آزاد کر دیے گئے اور
ان کا مال بھی واپس کیا گیا۔ رسولِ اکرم کے اِس سلوک سے بنی مصطلق
والے بہت متاثر ہوئے۔ کچھ تو جب ہی ایمان لے آئے اور جو رہ گئے
انھوں نے اسلام کی مخالفت آئندہ نہیں کی۔ بلکہ اسلامی مملکت مکہ
کی جانب سو میل کے گویا تک پھیل گئی تو جس نکاح سے اسلام کو یہ
فائدہ پہنچا اُسے رسول اکرم کی ذاتی اغراض پر مبنی سمجھنا تعصب نہیں
تو کیا ہے؟

(۹) بی بی اُم حبیبہ نے اسلام کی خدمت میں ترک وطن کر کے حبش ہجرت کی۔ شوہر کے مرتد ہو جانے کے بعد اُس سے مذہب کے احترام میں طلاق لی۔ اُن کی خدمات اسلام کے اعتراف کے لئے اِس نکاح سے اُن کے باپ ابوسفیان کی جو ابوجہل کے بعد قریش میں سب سے بڑا سردار تھا اور جس سے سارا عرب کانپتا تھا مخالفت میں نہ صرف کمی آگئی بلکہ تھوڑی مدت بعد وہ بھی مسلمان ہو گیا اس لئے یہ نکاح بھی اپنے نفس کی وجہ سے نہیں مفاد اسلام کے پیش نظر کیا۔

(۱۰) بی بی صفیہ۔ بنی اسرائیل میں سے تھیں۔ ایک شوہر کی طلاقن دوسرے کی بیوہ ۔ جنگ خیبر کے قیدیوں میں سے۔ پہلے یہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں مگر آپ نے کلبی کو ایک لونڈی دے کر انہیں واپس لے کر آزاد کر دیا۔ بی بی جویریہ اور بی بی اُم حبیبہ سے آپ کے نکاحوں کا نتیجہ سب مسلمانوں کے سامنے تھا کہ دامادی کے دباؤ سے سسرال یعنی قبیلہ بنی مصطلق اور ابوسفیان کی مخالفت میں جھکاؤ آ گیا تھا۔ اس لئے آپ نے بی بی صفیہ سے جو یہودیوں کے ایک بہت بڑے سردار کی بیٹی تھیں نکاح کر لیا۔ یہ نکاح بھی دینی اور سیاسی مصلحت سے کیا گیا۔ نہ کہ عیش و طرب کے لئے۔ چنانچہ اس نکاح کے نتیجہ میں یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف پھر کسی جنگ میں شرکت نہیں کی۔

(۱۱) بی بی میمونہ۔ ایک شوہر کی مطلقہ اور ایک کی بیوہ تھیں دامادی کے دباؤ سے یہاں بھی سسرال کو جھکنا پڑا۔ مخالفت میں

اور خالد بن ولید جن کی شجاعت اور جانبازی اور سپہ سالاری نے
قبل ہیں اسلامی فتوحات میں بیش بہا اضافہ کیا مسلمان ہو گئے۔
میمونہ یمن کے نہایت طاقتور قبیلہ عامر بن صعصعہ سے تھیں۔ اس
سے اس قبیلہ کی مخالفت اسلام میں کمی آ گئی۔
علاوہ ازیں نجد سے جس کے سردار کی بیوی بی بی میمونہ کی بہن
جہاں ستر اہل صفا کو قتل کیا گیا تھا۔ تعلقات نہایت خوشگوار ہو گئے۔

مسلموں کی غلط فہمی

غرض آپ نے بڑھاپے کے نکاح عیش و نشاط کے لئے، نفس پروری
ت، ذاتی اغراض سے، دنیاوی خواہشوں کی خاطر نہیں کئے اور
نہیں کئے۔ بلکہ ہر نکاح میں مفاد اسلام پیش نظر تھا۔ جس طرح
کتاب کے دوسرے باب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کی لڑائیاں
ات کا اقتضا تھا، اسی طرح تیسرے باب اور پھر آپ کے نکاحوں
پہلی اور دوسری نظر ڈالنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ کے نکاح
ات کی ضرورت تھی ورنہ طبعاً آپ کا رجحان نہ غزوات کی طرف
نہ نکاحوں کی طرف۔ حربی پیش قدمی کی بجائے جو جنگ لڑی ہوگی
مدافعت میں۔ جب دشمن سر پر پہنچ گیا تو بچاؤ کے لئے تلوار اٹھاتی
۔ اسی طرح بیواؤں کی شادی ان کی عظمت کی حفاظت اور
کفالت ضروری تھی۔ اور جب رسول اللہ کے نکاحوں میں

مصلحت اور ضرورت تھی دینی و سیاسی، تو کسی ایک نکاح میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔

رہی ابن عباس[1] کی وہ روایت جسے بنیاد ٹھہرا کر مغربی مورخین آپ کی ذات پر رکیک حملے کئے ہیں اور جو میور کی "لائف آف محمد" میں یہ بیان کی گئی ہے کہ

"مسلمانوں کا سردار عورتوں کی طرف جنسی رغبت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔"

حدیث و تاریخ کی کسی مستند کتاب میں نہیں ہے۔ ہجرت کے وقت عبداللہ ابن عباس زیادہ سے زیادہ تین سال کے تھے۔ ان سے جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں ان میں ان کی عمر نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ اس روایت کا کہ

"پیغمبر اسلام میں دس آدمیوں کے برابر طاقت تھی"

مغربی مورخین نے بالکل غلط مفہوم لیا ہے۔ طاقت صرف جسمانی نہیں روحانی بھی ہوتی ہے۔ جنگ خیبر میں مرحب حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ مشہور تھا کہ اس میں "پچاس آدمیوں کی طاقت

---

[1] رسول اللہ کے چچا حضرت عباس کے جن کی کنیت ابوالفضل ہے۔ چار بیٹے تھے۔ فضل۔ عبداللہ۔ عبیداللہ اور قیثم۔ عبداللہ جو ابن عباس کے نام سے مشہور ہوئے اور جنھوں نے ستر سال کی عمر میں طائف کے مقام پر ۶۸ھ ہجری میں انتقال کیا علم و فضل میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

[2] ہسٹری آف دی سراسنز (امیر علی)۔

ں وہ اتنا بہادر تھا کہ پچاس آدمیوں سے اکیلا لڑتا تھا۔ ابوجہل کے متعلق
ہی مشہور ہے اور اس بیان سے اُن دونوں کی "بہادری" ظاہر ہوتی
سی طرح غصہ برداشت۔ ایثار وغیرہ مختلف روحانی طاقتیں ہیں۔
انشدیں حلم عفو۔ درگذر۔ ایثار وغیرہ روحانی قوتیں غیر معمولی تھیں۔
س کشتی کی قوت ہی آپ میں اتنی زبردست تھی (جیسا کہ متعدد واقعات
کا اس کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے ثابت ہے) کہ دس کیا سو آدمیوں
مشکل ہے۔
جسمانی اور روحانی فرق کو نظر انداز کر کے تشبیہوں اور استعاروں
کی واقعات سمجھ لینا مورخ کی شان نہیں ہے۔

* * *
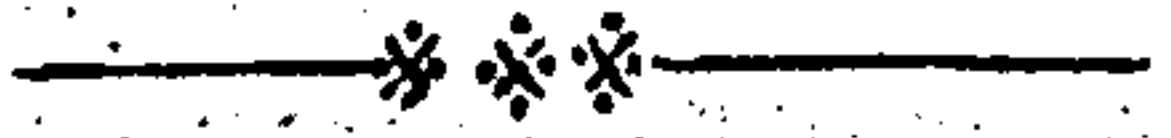
پیغمبر اسلام کے نکاحوں کا نقشہ

ہم نے ایک نقشہ صفحات ۴۵ اور ۵۱ پر دیا ہے
ایک نقشہ صفحہ ۴۰۸ پر ہے ایک اور نقشہ صفحات ۴۳۴ اور ۴۳۵ پر پیش کر
ان پر ایک نظر ڈالنے سے کئی باتوں کا جواب مل جاتا ہے۔

۱۔ (ل) اپنے قبائل یعنی قریش کی ازواج مطہرات ۷)
(ب) غیر قریشیہ یعنی دوسرے قبائل کی ۴)

دوسرے قبائل میں اور خود اپنے قبیلہ کے دشمنوں میں نکاح کر
سے اسلام کو جو جو فائدے پہنچے بیان کئے جا چکے ہیں۔

۲۔ (ل) لڑائیوں کے زمانہ سے قبل کے نکاح ۳)
(ب) لڑائیوں کے زمانہ کے نکاح ۳ تا ۷ ہجری ۸)

(ل) لڑائیوں سے پہلے کے زمانہ میں جو ۳ نکاح کئے اُن میں ۲
بُڑھیاں تھیں۔

(ب) لڑائیوں کے زمانہ میں بیواؤں کی تعداد مدینہ میں زیادہ ہو گئی
تھی۔ اُن کے شوہر راہ خدا میں شہید ہوئے تھے) اُن کی حفاظت
پناہ کے لئے صحابہ کے اُن سے نکاح کرانے مقصود تھے کہ بے سہارا
بے مددگار نہ رہیں صحابہ نے آپ کی پیروی کی اور رانڈوں سے

(ا)۔ ۳۰ سال سے زیادہ عمر یعنی ادھیڑ اور بڑھیاں ۷ } ۱۱
(ب)۔ ۳۰ سال سے کم یعنی جوان ۴

(ا) نکاح سے جس شخص کی غرض عیش و نشاط ہو گی وہ عمر رسیدہ بڑھیوں سے نکاح نہ کرے گا۔

(ب) تیس سال سے کم عمر کی ازدواج مطہرات کے نکاحوں کی مصلحت تفصیل سے پہلے بیان کی جا چکی ہے

۔ ایک ایک شوہر کی بیوہ ۴
جن کا یکے بعد دیگرے دو یا تین شوہروں کا ساتھ رہ چکا تھا ۴
مطلقہ ۲
کنواری ۱
} ۱۱

اس پر بھی تفصیل سے بحث آ چکی ہے۔

۔ پہلے شوہر یا شوہروں سے اولاد والیاں ۴
کنواری۔ بے اولاد بیوائیں یا مطلقہ ۷
} ۱۱

پرائی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری وہ شخص نہیں لے سکتا۔ جو تنگی اور عسرت کی زندگی گذار رہا ہو۔ ہاں وہی لے سکتا ہے جس کے دشمن بھی اس کے قول کے پکے زبان کے سچے اور امانت دار (صادق و امین) ہونے کا اعتراف کر رہے ہوں۔

رسول اللہ صلعم

نمبر	مسلمانوں کی مائیں	قبیلہ: قریش	قبیلہ: غیر قریش	رسول اللہ سے نکاح: کس سن میں ہوا	رسول اللہ سے نکاح: کس عمر میں ہوا	[illegible]
۱	بی بی خدیجہ رضہ	بنی اسد بن عبد العزیٰ	•	نبوت سے پندرہ سال قبل	۴۰ سال	۲۵
۲	بی بی سودہ رضہ	بنی عامر بن لوی	•	۱۰ سنہ نبوی	۵۰ "	۵۰
۳	بی بی عائشہ رضہ	بنی تیم	•	۲ سنہ ہجری (رخصتی)	۱۴ (رخصتی)	۵۴
۴	بی بی حفصہ رضہ	بنی عدی	•	۳ سنہ	۲۲ "	۵۵
۵	بی بی زینب ام المساکین	•	بنو ہلالیہ	۳ سنہ	۴۰ "	۵۵
۶	بی بی ام سلمہ رضہ	بنی مخزوم	•	۴ سنہ	۳۵ "	۵۶
۷	بی بی زینب رضہ بنت جحش	بنی اسد بن [illegible]	•	۵ سنہ	۳۸ "	۵۷
۸	بی بی جویریہ رضہ	•	بنو مصطلق	۵ سنہ	۲۴ "	۵۷
۹	بی بی ام حبیبہ رضہ	بنی امیہ	•	۶ سنہ	۳۶ "	۵۸
۱۰	بی بی صفیہ رضہ	•	بنو اسرائیل	۷ سنہ	۱۷ "	۵۹
۱۱	بی بی میمونہ	•	بنی عامر بن صعصعہ	۷ سنہ	۵۱ "	۵۹

...لی ازواج مطہرات

...یا مطلقہ [کن]واری	پہلے شوہروں کی اولاد	رحلت	مدفن	نکاح کی وجوہ یا نتائج
[یکے] بعد دیگرے تین [شوہ]روں کی بیوہ	ایک لڑکا ایک لڑکی	سنہ ۱۰ نبوی	مکہ	دینداری - اسلام کو نہایت زبردست تقویت
۔	ایک لڑکا	سنہ ۲۳ھ	مدینہ	دو بچیوں کی نگرانی - اسلام کی خاطر کی خدمات
[کنوا]ری	...	سنہ ۵۷ھ	مدینہ	حضرت ابوبکر سے تعلقات کی استواری
۔	×	سنہ ۴۱ھ	دمشق	حضرت عمر " " " بے سہارا بیوہ
[ایک] شوہر کی [مطلقہ دوسرے] شہید کی بیوہ	×	سنہ ۳ھ	مدینہ	لڑائیوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں کمی ہو گئی تھی بے وسیلہ رانڈوں کو جن کے شوہر راہِ خدا میں شہید ہو گئے تھے بے سہارا
[بیو]ہ	۴ بچے	سنہ ۵۹ھ	دمشق	نہیں چھوڑا جا سکتا تھا - اسلام کی تمام ان بیواؤں کی غربتیاں اور تکالیف
[م]طلقہ	×	سنہ ۲۰ھ	مدینہ	لے پالک یا منہ بولے بیٹے کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں
[بیو]ہ	×	سنہ ۵۶ھ	مدینہ	بی بی عائشہ کہتی ہیں "ان کا نکاح ان کی قوم کے لئے باعثِ برکت ہوا"
[م]طلقہ	ایک لڑکی	سنہ ۴۴ھ	دمشق	دامادی کے رشتہ سے ابو سفیان کی مخالفت اسلام میں کمی ہوئی
[ایک] شوہر کی طلاق [دو]سرے کی بیوہ	×	سنہ ۵۰ھ	مدینہ	یہودی مسلمانوں کے خلاف پھر کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے
[ایک] شوہر کی [مطلقہ] دوسرے کی بیوہ	×	سنہ ۵۱ھ	وادی فاطمہ (سرف)	قریش سے رسول اللہ سے ذاتی مخالفت ختم - خالد بن ولید کا قبول اسلام - نجد سے خوشگوار تعلقات

پیغمبر اسلام کے کسی نکاح کا سبب حسن ظاہری یا عیش پسندی نہ تھا

رسول اکرم کے غیر مسلم سوانح نگاروں اور مورخین نے تاریخی حقائق سے ہٹ کر، تعصب کی عینک لگا کر اصل واقعات نظر انداز کر کے پیغمبر کی شان میں دریدہ دہنی، زبان درازی اور شرم ناک غلط بیانی کرنے سے پہلے کاش تھوڑی دیر کے لئے سلیقہ سے بھی کام لیا ہوتا اور وہ ٹھنڈے بیٹھ کر ذرا یہ سوچتے کہ رسول اللہ کی غریبی تنگدستی اور افلاس کسی سے چھپا ڈھکا نہ تھا۔ مدینہ میں جس شخص کو سب سے امیر ہونا چاہئے تھا وہی سب سے غریب تھا۔ افلاس کا یہ عالم اور تنگدستی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کو اور آپ کی بیویوں کو جو چوٹی کے خاندانوں میں سے تھیں نہایت مقتدر اور نہایت معزز خاندانوں میں سے، اُن کو آپ کی زوجیت میں آنے کے بعد پیٹ بھر کر روٹی میسر تھی نہ ڈھنگ کا کپڑا اجرت۔ آپ کی دعا خدا سے ہمیشہ یہ رہی۔ اللّٰھم اجعل رزق آل محمد کفافا۔ (اے اللہ آل محمد کو اتنا رزق دے جس میں وہ مغرور نہ ہوں اور گناہ کا ارتکاب نہ کریں) گھر کا سب کام ازواج مطہرات خود کرتی تھیں۔ سکھ چین آسائش اور آرام کی زندگی کونسی عورت ہے جو پسند نہیں کرتی۔ رسول خدا کا افلاس کانوں سنا نہیں، آنکھوں دیکھا سب کے سامنے تھا۔ پھر آخر کیا وجہ تھی کہ آسودگی، خوشحالی، فارغ البالی۔ آرام آسائش سب کو نظر انداز کر کے اُن نیک اور پاک بیبیوں نے سوکنیں موجود ہونے کے باوجود آپ کے نکاح میں آنا اپنے لئے

ش نصیبی سمجھا ؟ وجہ ایک اور صرف ایک تھی۔ اُن کا ایمان کہ آپ نبی برحق تھے
ر اُن کا یقین اور یقین بھی کامل کہ دین کی خدمت اور اللہ کے سچے رسول کی
ی کہلائے جانے سے بڑھ کر کوئی عزت دُنیا میں ہو سکتی ہے اور نہ آخرت میں۔
فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ اُس وقت البتہ
واج نے بھی دنیاوی آسائش و آرام کی خواہش کی۔ اللہ تعالیٰ کو اُن کی
بات پسند نہ آئی۔ وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ نے اپنی بیویوں سے جو
ہ کہا اور انھوں نے جو جواب دیا بی بی حفصہ کے حالات میں واقعہ تخیر کے
ت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۶۴-۲۶۵)۔
آپ سے علیحدہ ہو کر خوش حالی کی زندگی پر تمام بیویوں نے آپ کی زوجیت
ں رہ کر افلاس کی زندگی کو ترجیح دی اور کسی نے علیحدگی منظور نہ کی !!
لڑائیوں کے زمانہ میں مجاہدوں کی تعداد کم اور بیواؤں کی تعداد زیادہ
رہی تھی۔ زنا کی سزا بے سو کوڑے۔ بیواؤں کی عصمت کی حفاظت ضروری
ھی اور ان کے روٹی کپڑے کا انتظام بھی۔ اِسی بنا پر دھڑا دھڑ رانڈوں کے
کاح کئے جا رہے تھے۔ فتح مکہ (۸ھ) کے بعد یہ صورت نہ رہی تھی بے
سہارا یتیموں اور بے کس بیواؤں کی امداد و پناہ کفالت اور حفاظت کے پیش
نظر نکاحوں کی جو مصلحت تھی وہ اب ختم تھی۔ مسلمان عورتوں کو احکام اسلام
بالخصوص زنانہ مسائل سے واقف کرنے کے لئے ازواج مطہرات میں مزید
اضافہ کی بھی اب ضرورت نہ تھی۔ مخالفوں کی اسلام دشمنی میں بڑی حد
تک کمی آ چکی تھی۔ سرورِ کائنات نے مفادِ اسلام کے پیش نظر اس وقت تک

جو یہ نکاح کئے تھے یہ مصلحت تھی رسالت کی۔ اُن کے بعد کوئی اور نکاح [illegible]
ہو سکتا تھا بشریت کا کہ دین کے فائدہ کے لئے نہیں دنیاوی خوبی دیکھ کر
جاتا۔ حُسنِ ظاہری یا حُسنِ باطنی، حُسنِ صورت یا حُسنِ سیرت کی وجہ سے۔
نقشہ، خد وخال۔ رنگ و روغن۔ صباحت و ملاحت۔ قد۔ چال۔ جامہ
پھبن۔ آواز۔ طرزِ گفتگو وغیرہ کی جاذبیت۔ حُسنِ ظاہری کی مختلف صورتیں
اور ان میں کشش ہو سکتی ہے ایک بشر کے لئے۔ اعلیٰ نسبی۔ سلیقہ شعاری
ہنر مندی۔ خوش انتظامی۔ خوش اخلاقی۔ دینداری۔ خدمت گذاری۔ محنت
کی عادات وغیرہ باطنی خوبیاں ہیں۔ جن سے متاثر ہو کر ایک انسان مائل ہوتا
ہے۔ نکاح کی طرف۔ دینی ضرورتیں تو رسول اللہ کو اب رہی نہ تھیں ہاں
کے تقاضے سے حُسنِ صورت یا حُسنِ سیرت کی وجہ سے مزید نکاح کی گنجائش
نکل سکتی تھی (قل انما انا بشر مثلکم) (اے رسول کہدو کہ میں بھی تمہاری
ہی طرح ایک بشر ہوں) اور اس زمانہ کے مرد متعدد بیویاں
کرتے تھے اور تعدد ازدواج کوئی عیب نہ تھا۔ بلکہ اس وقت کے تمدن
بیویوں کی کوئی گنتی تھی ہی نہیں۔ اب تک پیغمبر اسلام نے جو نکاح کئے تھے
ضرورت تھی اسلام کی ضرورت تھی رسالت کی۔ ضرورت تھی خدا کی۔ جب
ضرورت پوری ہو گئی تو ۸ھ میں اللہ تعالیٰ نے آئندہ کے لئے اپنے رسول
کو نکاح کرنے سے منع کر دیا۔ اور منع کیا تو کس طرح ــــــ بشریت جتا کر کہ
صورت یا حُسنِ سیرت کسی کی گنجائش نہ نکل سکے قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں
لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ

لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ۔ (سورۂ احزاب آیت ۵۲)

مفہوم یہ ہے: "اے رسول! موجودہ بیویوں کے علاوہ اب تم کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے اور نہ تمہیں اس کی اجازت ہے کہ موجودہ بیویاں طلاق دے کر ان کی جگہ کسی اور کو لے آؤ خواہ ان کا حُسن تمہیں کتنا ہی بھلا لگے"۔

لفظ حُسْنُهُنَّ میں حُسن کے معنی اگر حُسنِ ظاہری ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے لفظ لَوْ نہ فرمایا ہوتا۔ جس کے معنی ہیں اگرچہ۔ خواہ۔ چاہے۔ اس فقرے میں کہ تم اور نکاح نہیں کر سکتے چاہے کسی اور عورت کا ظاہری حُسن تمہیں اچھا معلوم ہو۔ لفظ چاہے یا خواہ یا اگرچہ (لَوْ) ثابت کر رہا ہے کہ رسولِ اکرم نے حُسنِ ظاہری کی وجہ سے کوئی نکاح نہیں کیا اور آیندہ نکاح کی ممانعت پر زور دیا گیا ہے۔ لفظ لَوْ کے ساتھ جو ظاہر کر رہا ہے کہ پہلے تم نے ایسا نہیں کیا۔ یعنی ظاہری حُسن کی وجہ سے پہلے تم نے کوئی نکاح نہیں کیا۔ لیکن آیندہ اگر ایسی صورت ہو ——— دینی یا سیاسی مصلحت اب رہی نہیں ہاں حُسنِ ظاہری سبب ہو ترغیب نکاح کا ہو اس لئے ہو سکتا ہے تم بھی آخر ہو تو بشر۔ جب بھی تمہیں اب کوئی اور نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے ———

تم نے ظاہری حُسن کی وجہ سے نہ پہلے کوئی نکاح کیا اور نہ اب آیندہ کر سکتے ہو ——— اگرچہ یا خواہ یا چاہے تمہیں ان کا ظاہری حُسن بھلا معلوم ہو"۔ لیکن جیسا کہ ہم بحث کر چکے ہیں۔ حُسن ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی۔ حُسنِ صورت بھی حُسن ہے اور حُسنِ سیرت بھی۔ لیکن اب اس کی وجہ سے بھی یعنی ذاتی اغراض یا دنیوی ضرورتوں سے بھی کوئی اور نکاح نہیں کر سکتے۔

Page 241 to 440 Missing

(۱) سورۂ احزاب ۲۸ و ۲۹ ویں آیتوں کی رو سے پہلے اللہ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا کہ جو دنیاوی زندگی کی آسائش چاہتی ہیں وہ نبی سے الگ ہو کر دوسرا عقد کر لیں ——

(۲) کسی نے رسول خدا سے علیحدگی منظور نہ کی ——

(۳) آیت ۵۲ کی رو سے اب رسول اللہ کو کسی بیوی کو علیحدہ کرنے کا اختیار نہ رہا —— اور

(۴) نہ اُس تعداد میں اضافہ کا اختیار رہا ——

(۵) اللہ نے اپنے آخری نبی اور سچے رسول کی پاک بیویوں مسلمانوں کی ماؤں کا درجہ دے دیا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

(سورۂ احزاب آیت ۶)

نبی مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی ذات سے بڑھ کر عزیز ہیں اور ان کی بیویاں (حرمت، عزت و تعظیم و بزرگی میں) مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

(۶) اس کے بعد سورۂ احزاب آیت ۵۳ میں مسلمانوں کو یہ حکم ہے

وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا۔ اور نبی کی بیویوں (جو احترام و تعظیم میں تمہاری مائیں ہیں) نبی کے انتقال کے بعد تم کبھی نکاح نہ کرنا۔

رسول اکرم کی رحلت کے وقت آپ کی ۹ بیویاں تھیں سب نے عمر مسلمان عورتوں کو مذہب مقدس کے احکام سے باخبر کرنے اور زنانہ مسائل سمجھانے غرض اسلام کی خدمت میں گذار کر ایک ایک کر کے سفر آخرت اختیار

اِسلام اور تعدّدِ ازدواج

عیسائی مبلغین اور مغربی مورخین کا تیسرا اعتراض اسلام پر جو ہے۔
وہ ہے تعدد ازدواج۔

ہم نے پہلے اعتراض کا جواب دینے سے قبل ظہور اسلام کے وقت اقوام
میں عورت کی حیثیت مختصراً بتائی ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی
ہے کہ اب سے چودہ سو سال قبل دنیا کا تمدن ہی یہ تھا کہ ایک ایک
مرد کی کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں۔ بابل۔ فارس۔ اسیریا۔ سپارٹا۔ میڈیا۔ یونان
اور ہند۔ چین یعنی اُن ممالک میں جن کی تہذیب عروج پر تھی مرد کو اختیار
تھا کہ جس قدر بیویاں چاہتا رکھتا تھا۔ کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ یہ صرف بدھ مت اور
ہندو دھرم ہی میں نہیں آتش پرستوں عیسائیوں اور یہودیوں میں بھی اور ان کے
مذہب تعدد ازدواج کی مخالفت نہیں۔ سینٹ آگسٹائن۔ لیوتھر نے بھی کی حوت
اعلان کیا کہ بغیر روک ٹوک جتنی چاہے شادیاں کرے۔ گریگوری دوم مشہور متقی
نے ۷۲۶ء میں فرمان جاری کیا کہ شادی کے دو سال کے اندر اگر بچہ نہ ہو
یا بیوی زوجیت کا سب سے اہم فرض ادا کرنے میں قاصر ہو تو دوسری
شادی کر لی جائے۔ بلکہ بدھ مت اور عیسائیت میں تو شادی نہ کرنا ہی
نیکی ہے۔ لیکن یہ نیکی چونکہ انسانی فطرت کے خلاف ہے اس لئے بدی کی
صورت اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ تقدس مآب جرجیس نے جسٹس گرجا

کا جس میں ان بیاہے مرد اور بن بیاہی عورتیں رہتی تھیں اور اب معلو
کروایا تو کئی سو ناجائز بچوں کی کھوپریاں برآمد ہوئیں۔

مرد عورت میں فرق

مرد عورت کی جسمانی ساخت میں جو فرق رکھا گیا ہے اُس سے قدرت کا منشاء ہے بقاء
نسل انسانی۔ اور اسی کے لئے مرد عورت تمتع حاصل کرتے ہیں لیکن عورت
کی زندگی کا ایک چوتھائی کے قریب حصہ کچھ اس طرح کا گذرتا ہے جب
طبعی خواہش نہیں ہوتی اور صحیح رغبت نہ ہونے کی صورت میں مرد کو قدر
تقاضے پورے کرنے کے مواقع دینا طب کی رو سے صرف اُسی کے لئے نہ
اُس کی اولاد کے لئے بھی مضر ہے۔ عورت کو طبعی معذوریاں بار بار پیش آ
سکتی ہیں مگر مرد ان سے کبھی دوچار نہیں ہوتا۔ عورت کے معمول ماہوار
علاوہ جس کا وہ زمانہ بھی اطبا کے نزدیک تعلق ہی کا ہے۔ جب اس کے
پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اور پھر جب وہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ مشرق
بعض گرم ممالک میں اب سے چوتھائی صدی قبل تک بالعموم چودہ برس
سال کی لڑکی کی شادی کر دی جاتی تھی اور تین چار سال بعد ہی وہ ایک
بچہ کی انگلی پکڑے ہوتی اور ایک گود میں ہوتا تھا تو ایک پیٹ میں۔ یہ
جوبن گیا تو جب ایک لالہ پالو۔ جب ہی تو وہ بیلی اور کھیسی کہلاتی تھی لیکن
اُس کے برعکس مرد ساٹھا اور پاٹھا مشہور ہے۔ عورت اور مرد کے اس
زبردست فرق کو سمجھنے کے بعد کہ عورت کی زندگی میں بار بار ایسے مواقع آتے
رہتے ہیں جب اُس کا اس طرف میلان نہیں ہوتا لیکن مرد کو اس قسم

ئی معذوری نہیں مرد عورت کی مساوات اور قدرتی تقاضوں کی پابری
مغربی گیت ختم ہو جاتا ہے۔

اصلاح تمدن اور اخلاق

ظہورِ اسلام سے قبل عربوں کا تمدن کس قدر خراب ہو چکا تھا اس کی
ہلی سی جھلک ہم نے اِس کتاب کے ابتدائی صفحوں میں دکھائی ہے کثرت
ازدواج دنیا کی دوسری قوموں کی طرح عرب کے بُت پرستوں میں بھی ایک
عام اور بہت ہی معمولی بات تھی۔ ہر شخص جس قدر بیویاں چاہتا رکھتا
تھا۔ قرآن مجید تمدنی معاشرتی اخلاقی خرابیاں دور کرنے اور فطرت کے
مطابق زندگی گذارنے کے لئے نازل کیا گیا تو بہت سی بے ہودگیوں کو ایک
دم ختم کر دیا گیا اور بہت سی باتوں میں اصلاح کی گئی۔

باپ کے انتقال کے بعد بیٹے سوتیلی ماں کو تصرف میں لاتے۔ دو حقیقی
بہنیں ایک وقت میں ایک مرد کے نکاح میں ہوتیں بے گناہ بچیوں کو
زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا۔ اولاد کے لئے شادی شدہ عورت دوسرے
مردوں سے شوہر کی اجازت سے ملتی۔ بے پالک یا متبنیٰ کو مثل بیٹے کے اور
اس کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح سمجھا جاتا۔ شراب دھڑلے اور کثرت سے
پی جاتی۔ سود در سود سے مقروض کی بیوی بچوں پر قبضہ کیا جاتا۔
اسلام نے ان تمام باتوں کی قطعی ممانعت کر دی۔

ایک ایک آدمی کی بے گنتی بیویاں ہوتیں۔ طلاق کو حقیر سمجھا
جاتا۔ مرنے والے کے ترکہ میں لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیاں اور بیویوں

مسلمانوں کی
کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ جو لوگ دولت مند یتیموں کے نگران ہوتے وہ بے
کے ساتھ اُن کی ملکیت اپنے صرف میں لاتے اور بے دریغ خرچ کرتے
یتیم لڑکیوں کے سرپرست ہوتے تو اُن کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال
پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے اُن یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لیتے۔ شوہری حق
ادائیگی کی پرواہ نہ کرتے بلکہ اصلی غرض ہوتی اُن کی دولت پر قبضہ کر
خرابیوں کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئی
مثال کے طور پر یتیموں کے سلسلہ میں سورۂ نساء کی آیت ۳ کے علاوہ
آیندہ صفحات میں بحث ہوگی اور بھی کئی آیات ہیں مثلاً

اور یتیموں کو اُن کے مال دو (اُن کے حوالہ کر دو) اور اپنے (برے)
مال کو (اُن کے) پاکیزہ مال سے نہ بدلو اور اپنے مال سے ملا کر اُن کے مال
نہ کھاؤ۔ تحقیق وہ ہے گناہ بڑا (اس طرح مال کا بدل لینا)۔ آیت ۲

اور (اے نبی) وہ تم سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو
کہ اللہ تم کو اُن کے بارے میں اور اُن یتیم لڑکیوں کے متعلق جن کا حکم
قرآن میں سنایا جاتا ہے۔ جن کا حق تم ادا نہیں کرنا چاہتے اور نگر
اُن سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور بے بس بچوں کے حق میں
(یہی) حکم دیتا ہے (جو سنایا جا چکا ہے)۔
یتیموں کے ساتھ انصاف سے قائم رہو۔ آیت ۱۲۷

ایک سے زیادہ بیویوں کی مشروط اجازت

اسلام میں
میں ایک

دیوں کا حکم ہرگز نہیں ہے جیسا کہ بعض غیر مسلم سمجھتے ہیں بلکہ محض اجازت ہے
لم کے معنی ہیں کسی کام کو یقینی اور لازمی طور پر انجام دینا جیسے روزانہ
از پڑھنا یا رمضان کے مہینہ میں روزے رکھنا۔ یہ احکام ہیں، جن پر عمل کرنا
مسلمان کا فرض ہے۔ اجازت کے معنی ہیں حالات کے تحت کسی کام کا کرنا
نہ کرنا۔ ایک سے زیادہ بیویوں کی جو اجازت اسلام میں ہے وہ بھی مشروط
ہے۔ یعنی اگر یہ شرط پوری کر سکتے ہو تو اجازت ہے اور نہیں کر سکتے تو بس ایک
ہی بیوی کافی ہے۔ ایک سے زیادہ بیویوں کے متعلق قرآن مجید میں سورۂ
نساء کی یہ دو آیتیں ہیں:۔

۱۔ اور[1] اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔
تو دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔
لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیویوں سے) عدل (برابری
کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے (تو ایسی صورت میں) ایک ہی بیوی کرنا۔
یا جس کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ تمہارے (یعنی عورتیں جنگی قیدی
ہو کر تمہارے ہاتھ آئیں) اس پر قناعت کرنا۔
بے انصافی کے برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے۔ (آیت ۳)
۲۔ اور[2] تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تم سے نہ ہو سکے گا کہ (کئی کئی)

---

[1] وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا۔

[2] وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ۔

بیویوں میں (پوری پوری) برابری کر سکو تو بالکل (ایک ہی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا اُدھر میں لٹک رہی ہے۔" (آیت ۱۲۹)

مدینہ میں سورۂ نساء جب نازل ہوئی تو یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا کی دوسری اقوام کی طرح عربوں میں بھی بیویوں کی تعداد مقرر نہ تھی۔ کفالت کرتے یا نہ کرتے، کر سکتے یا نہ کر سکتے ہر مرد جتنی چاہتے بیویاں رکھتے تھے۔ وہ بدسے بدتر حالت میں ہوتیں کوئی باز پرس نہ کر سکتا تھا۔ انھیں معلق چھوڑ دیا جاتا مگر طلاق بھی عام طور پر نہ دی جاتی۔ اسلام نے جہاں ہر معاملہ میں عورت کو حقوق دیئے وہاں اس معاملہ میں بھی اس پر احسان کیا کہ لامحدود تعداد کو محدود کیا اور زیادہ سے زیادہ چار بیویاں بیک وقت رکھنے کی اجازت عدل حقیقی کی شرط کے ساتھ دی۔ جہاں سات آٹھ دس بارہ کوئی گنتی ہی نہ تھی۔ وہاں چار کی تعداد کم سمجھی گئی مگر خدا کے حکم کی تعمیل لازمی تھی۔ غیلان۔ وہب اور قیس بن حریث وغیرہ نے چار چار بیویاں رہنے دیں اور باقی کو علیحدہ کر دیا تاکہ وہ معلق نہ رہیں اور جانوروں کی سی زندگی نہ گذاریں اور آزادانہ جس کے ساتھ چاہیں ہنسی خوشی زندگی بسر کریں۔

پھر یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے مسلمان راہِ حق میں سر کٹا رہے تھے۔ گھر گھر بیوائیں اور یتیم تھے۔ شہدا جو مال و زر چھوڑ گئے تھے اُن کے وارث اُن کے یتیم بچے تھے مگر اُن یتیم بچوں کے سرپرست اُن کا مال ڈکار رہے تھے اور یتیم لڑکیوں سے اُن کے حقوق ادا کرنے کی غرض اور اُن کے

ساتھ انصاف برتنے کے خیال سے نہیں صرف اُن کا مال اپنے قبضہ میں کرنے کی
نیت سے شادیاں کر لیتے تھے۔

عربوں کے تمدن اور اخلاق کی اصلاح مکمل نہ ہوتی اگر اسلام اس مسئلہ
کو نظر انداز کر دیتا چنانچہ سورۂ نساء کی آیات ۲ و ۱۲۷ جن کا ترجمہ اوپر دیا گیا
ہے۔ اور پھر آیت ۳ میں یتیموں سے ساتھ حسن سلوک کی ہدایات ہیں ۔ ان
آیات میں یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب ہے کہ یتیموں کا مال روپیہ پیسہ
زمین جائداد۔ بکریوں کے ریوڑ جو کچھ بھی اُن کی ملکیت ہے خود ہڑپ نہ کرو ۔
بلکہ اُن کو واپس کر دو۔ نہ یہ چالاکی کرو کہ اُن کے اچھے مال ملا کر اُن کا اچھا مال
خود رکھ لو اور اپنا بُرا مال ان کو دے دو۔ یہ سب بے انصافی، بددیانتی، بے ایمانی
اور بہت بڑا گناہ ہے۔

یتیموں کی خور و پرداخت اور اُن کے مال کی نگرانی کے بہانے یتیموں
کی بیوہ ماں سے یا خود یتیم لڑکی سے، اُس کے مال کی وجہ سے سرپرست نکاح
کر لیتا تھا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ اُس کے حمایتی قبروں میں سو رہے ہیں اور کوئی
پوچھ گچھ اور باز پرس کرنے والا نہیں اُس کو معلق چھوڑ دیتا یعنی اُس کے
ازدواجی حقوق اور مہر وغیرہ کی ادائیگی کی طرف سے لاپرواہی برتتا۔ آیت ۱۲۷
میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جب تم اِن یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہیں
کر سکتے (تو اُن کے مال اپنے قبضہ میں کرنے کی غرض سے اِن کے ساتھ نکاح
ہی نہ کرو) دوسروں سے اِن کے نکاح کر کے اِن کا مال اِن کو دے دو۔
ہاں تمھیں نکاح کی ضرورت ہو تو (دنیا میں اور عورتیں ہیں) بجائے اِن کے

دو دو تین تین چار چار نکاح کرلو (لیکن تمہارا ضمیر تمہارا ایمان خود یہ فیصلہ کرے کہ) تم ایک سے زیادہ بیویوں میں برابری کا برتاؤ نہیں کرسکتے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ صرف ایک بیوی پر قناعت کرو۔

اسلام دین فطرت ہے اور اس کے تمام احکام امر و نہی (کہ کون کام ضرور کئے جائیں اور کون سے قطعی نہیں) انسانی فطرت کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ سورۂ نساء کی آیۃ ۳ سے مرد کو بیک وقت چار بیویوں تک اجازت دی گئی تو عدل کی شرط کے ساتھ کہ نان و نفقہ برتاؤ اور حقوق کی ادائیگی میں یکسانیت ہو لیکن مساوات کامل جسے کہا جائے وہ فطرت بشری سے ممکن نہیں عمر سے اتری ہوئی آئے دن کی بیمار یا مخبوط الحواس چالیس سال کی کے وہ چاؤ چوچلے ہو ہی نہیں ہوسکتے جو جوانی میں بھرپور اٹھارہ بیس سال کی بیوی کے ہوسکتے ہیں۔ سال دو سال کی بیاہی بیس سال کی دوسری بیوی کے لئے سرخ انگارا ساڑھی اگر شوہر لاتا ہے تو پہلی چالیس سال کی مفلوج و دق بیوی کے لئے اسی قیمت کی سرخ بیر بہوٹی دھکتے ہوئے لالہ کی سی ساڑھی لانا ہر ذی عقل کی نظر میں مضحکہ خیز ہوگا۔ بس ہر معاملہ میں پوری پوری برابری انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے آیت ۱۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم کتنی ہی کوشش کرو جب بھی ہر معاملہ میں پوری پوری برابری نہیں کرسکتے تو جب تمہاری فطرت ہی یہ ہے تو ایسا ستم نہ کرنا ایک ہی طرف جھک جاؤ یعنی ایک کو پاؤں کی جوتی سمجھو اور دوسری کو سر آنکھوں پر بٹھاؤ۔ ایک کو بیس پچیس روپے دینا اور دوسری کو چار پانسو۔ ایک کے لئے ٹوٹا پھوٹا

تما ایک مکان۔ دوسری کے لئے کشادہ وسیع و عریض شاندار بنگلہ۔ ایک کو کرایہ کی رکشا ڈولی تانگہ بھی بمشکل میسر آئے اور دوسری کے لئے موٹر ہر وقت موجود ہو۔ ایک کے ہاں وقت کم سے کم گذارنا اور دوسری کے ہاں زیادہ سے زیادہ۔ سیر و تفریح میں پہلی کو نظر انداز کر دینا اور دوسری کو ساتھ رکھنا۔ یہ سب صورتیں ہیں ایک کو معلق چھوڑ دینے اور دوسری کی طرف جھکنے رہنے کی۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۲۹ میں اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ اور آیت ۳ میں اُس عدل کا حکم دیا ہے۔ جو ایک انسان سے ممکن ہو سکتا ہے لیکن چونکہ نہ ہر شخص کو دل پر پورا پورا قابو ہوتا ہے نہ ہر شخص منصف مزاج ہے اس لئے ایک ہی بیوی رکھنے پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔

توضیح علماء کے الفاظ میں

(۱) مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں: "اگر جانو کہ یتیم لڑکی سے نکاح کر کے اس کا حق ادا نہ کرو گے تو اور عورتیں بہت ہیں کچھ کمی نہیں ایک مرد کو روا ہیں دو تین چار بھی۔ اس قدر جب کرو جب جانو کہ انصاف سے رہو گے۔ نہیں تو ایک ہی بس ہے۔ جس کی کئی عورتیں ہوں تو واجب ہے کھانے پینے میں اور لینے دینے میں برابر رکھے۔

(۲) تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ "تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اُس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اُس کا کوئی اور نہیں اس لئے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اُسے اپنے گھر ڈال لو۔ اِس سے باز رہو۔ اور عورتیں بہت سی ہیں۔ جس سے چاہو نکاح کر لو۔ عورتوں کی

کمی نہیں اگر چاہو دو دو عورتیں نکاح میں رکھو چاہے تین یا چار۔ ہاں اگر ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل و انصاف نہ ہو سکنے کا خوف ہو تو صرف ایک ہی پر اکتفا کرو"۔

(۳) تفسیر حقانی میں مولانا عبدالحق مرحوم لکھتے ہیں۔ عروہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ عرب کا جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال و جمال کی وجہ سے آپ ہی نکاح کر لیتے تھے مثلاً کسی چچا کی بیٹی یتیم اس کی پرورش میں ہے اور اُس کے پاس مال بھی ہے اور کو دنیا پسند نہ کر کے خود ہی نکاح کر لیتا تھا مگر اُن کا کوئی اور شخص بجز اُس کے باز پرس کرنے والا نہ ہوتا تھا۔ وہ مہر بھی کم باندھتے تھے اور بعد میں اور بیویاں کر کے اُس کی حق تلفی کرتے تھے۔ چونکہ بجز خدا کے اور کوئی اُن کا حامی و مددگار نہ تھا اس لئے یہ حکم دیا کہ اگر یتیم عورتوں کے حق ادا کر سکو تو اُن پر کیا موقوف ہے اور بہت عورتیں ہیں تم اُن میں سے پسند کر کے خواہ ایک سے نکاح کرو خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے۔ اگر اُن میں بھی باہم عدل و انصاف نہ کرو تو پھر ایک ہی پر بس کرو تاکہ ظلم میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

(۴) اس آیت کی تفسیر شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے اس طرح کی ہے "اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کر سکو گے اور اُن کے مہر اور اُن کے ساتھ حُسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم اُن سے نکاح مت کرو۔ بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں اُن سے ایک چھوڑ چار تک تم کو اجازت ہے۔ قاعدہ شریعت کے مطابق اُن سے

نکاح کرلو تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے"

(۵) اس سلسلہ میں ڈپٹی نذیر احمد تحریر فرماتے ہیں "یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اُس کے مال و جمال کی وجہ سے اُس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اُس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پرواہ نہ کرتا کیونکہ اس بیچاری کا کوئی ولی وارث نہ تھا کہ ٹھوک بجا کر اُس کے حقوق لیتا۔ اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کرلو۔ عورتوں کا دنیا میں کال نہیں۔

(۶) ابن کثیر نے آیت ۱۲۹ کی تفسیر اس طرح کی ہے "گو تم چاہو کہ اپنی کئی بیویوں کے درمیان ہر طرح پورا عدل و انصاف اور برابری کرو تو بھی تم نہیں کر سکتے۔ محبت چاہت وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو تو بالکل ہی ایک جانب نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو۔ نہ وہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی۔ تم اُس سے بے رُخی برتو اور وہ ہو تمھاری زوجیت میں نہ طلاق دو کہ دوسرا نکاح کر سکے اور نہ اُس کا حق ادا کرو۔

(۷) ریلیجن آف اسلام میں مولانا محمد علی لاہوری اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ "اگر تم یتیموں میں انصاف نہیں کر سکتے تو یتیم بچوں کی ماؤں سے شادی کرلو تاکہ ان بچوں کی بہتری میں حصہ لے سکو۔ اس غرض سے اور شادی کرلو۔ چار تک مگر انصاف کی شرط ہے" یہاں اور عورتوں سے مطلب ہے یتیموں کی مائیں جیسا کہ آیت ۱۲۷ سے ظاہر ہے۔

(۸) علامہ عبداللہ یوسف علی کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید میں اس آیت کی تفسیر یہ ہے "شریعت کی رو سے ایک سے زیادہ بیویوں کی (چار تک) اجازت اس شرط پر دی گئی ہے کہ مرد سب بیویوں کے ساتھ پورے عدل وانصاف سے کام لے۔ لیکن یہ شرط ایسی ہے کہ اس کا پورا کرنا تقریباً ناممکن ہے اس امید پر کہ یہ شرط پوری کرسکے گا مرد اپنے آپ کو ناممکن پوزیشن میں ڈال دیتا ہے"۔

آیت ۱۲۸ تا ۱۳۰ تعداد ازدواج کے سلسلہ میں آیت ۱۲۹ نہایت اہم ہے اور اس کے ساتھ اس سے پہلی آیت ۱۲۸ اور بعد کی یعنی ۱۳۰ کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔ آیت ۱۲۸ کی تفسیر میں ابن کثیر کہتے ہیں کہ "بیوی کو شوہر کی ناراضگی کا خیال ہے۔ اسے خوش کرنے کے لئے بوجہ اپنے لگاؤ یا بعض اور مصالح کے الگ ہونا پسند نہ کرتی ہو تو اسے حق ہے کہ اپنے بعض حقوق سے الگ ہو جائے اور خاوند اس کی بات کو منظور کرکے اسے جدا نہ کرے ... اور آپس میں مل کر رہیں یہ طلاق دینے اور لینے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ خود رسول خدا نے حضرت سودہ بنت زمعہ کو اپنی زوجیت میں رکھا اور انھوں نے اپنا دن حضرت عائشہ کو ہبہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ ناموافقت کی صورت میں بھی طلاق کی نوبت نہ آئے چونکہ خدا کے نزدیک صلح افتراق سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا تمہارا احسان اور تقویٰ کرنا یعنی عورت کی طرف سے درگذر کرنا اور اسے باوجود ناپسندیدگی کے اس کا پورا حق دینا، باری میں۔ لین دین میں۔ برابری کرنا یہ بہترین فعل ہے جسے خدا

تا ہے اور جس کا وہ بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا"

آیت ۱۲۸ کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی یے رغبتی سے ڈرے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ باہم کچھ مصالحت کرلیں اور صلح خوب (چیز) ہے اور ہر ایک شخص کے سامنے لالچ حاضر کیا گیا (یعنی لالچ فطرت انسانی ہے) اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمھارے سب عمل معلوم ہیں"۔

تفسیر حقانی میں اس کا مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد بدمزاج اور سخت گیر ہے اور غالباً یہ سخت گیری اور بدمزگی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اس کی بابت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بدمزاجی اور بے اعتنائی کا خوف ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ باہم کچھ حقوق چھوڑ کر مصالحت کرلی جائے۔ انسانی جبلت ہے کہ وہ بخل کی طرف مائل ہوتا ہے جب دینے میں کمی کی جائے گی تو باہم رضامند ہوجانا ممکن ہے مگر اس کے ساتھ ہی مردوں کو بھی تنبیہ کردی کہ حقوق کم کرنے کے بعد پھر وہی بدمزاجی اور اعراض نہ کریں۔ اگر تم احسان اور نیکی کرو اور حقوق تلفی سے ڈرتے رہو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ خدا کو معلوم ہے جو کہ تم کرتے ہو"۔

آیت ۱۲۹ کے بعد آیت ۱۳۰ کا ترجمہ ہے:۔

"اور اگر وہ دونوں الگ ہوجاویں گے تو ہر ایک کو اللہ اپنی

فراخ دستی سے غنی کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے"۔

آیت ۱۲۸ سے ۱۳۰ کا مطلب مختصر یہ ہوا کہ اگر میاں بیوی کے تعلقات میں خوشگواری نہیں شوہر کو بیوی کی طرف جیسی ہونی چاہئے رغبت نہیں بدمزاجی سے پیش آتا ہے تو بہتر ہے کہ بیوی اپنے حقوق میں کچھ کمی کرکے آپس میں مصالحت کرلے کہ مصالحت ہی ان کے لئے بہترین چیز ہے۔ اور حقوق کی کمی کی ایک صورت یہ ہے کہ مرد دوسرا نکاح کرلے لیکن ارشاد ہے کہ دونوں میں حقوق کی مساوات ہونی چاہئے مگر تم بشر ہو اور بشر ہو کے ہرگز برابری نہیں کر سکتے۔ تو ایسی حالت میں ایسا ہرگز نہ کرنا کہ ایک کے ہو رہو اور دوسری کی پرواہ نہ رہے۔ یعنی اس کے حقوق ادا کرو نہ اسے علیحدہ کرو بلکہ ادھر میں چھوڑ دو۔ یہ بہت زیادتی اور گناہ ہو گا لیکن اگر تم پہلی بیوی سے اچھا سلوک نہیں کر سکتے تو روز روز کی کل کل بیٹ پیٹ سے یہ بہتر ہے کہ بدرجہ مجبوری طلاق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل کرم بہت وسیع ہے۔ ممکن ہے مرد کو اس سے بہتر عورت اور عورت کو اس سے بہتر مرد مل جائے۔

تعدد ازدواج کی اجازت عارضی وقتی نہ تھی

سورۂ نساء کی آیت ۳ جب نازل ہوئی تو جنگی حالات سے عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔ شہداء کے یتیم بچوں کو سرپرستوں کی اور بے سہارا بیواؤں کو سر دھروں کی ضرورت تھی اس لئے مسلمان دھڑا دھڑ بیواؤں سے نکاح کر رہے تھے۔ ان واقعات

سامنے رکھ کر مغرب زدہ طبقہ کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت صرف جنگی حالات میں تھی۔ ورنہ آیت ۱۲۹ کی رو سے تعداد ازدواج کی ممانعت ہے۔ گویا ایک سے زیادہ بیویوں کی جو اجازت خدا کے مقدس کلام کی رو سے ہے وہ محض وقتی یا ہنگامی ضرورت تھی۔ یہ غلط فہمی ہے اور اسی کے تحت بعض اسلامی ممالک میں تعدد ازدواج کی اجازت میں ترمیم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کو نکاح ثانی کی اجازت دینے میں شریعت سے فرو گذاشت ہو گئی تھی۔ جس کی اصلاح کی اب پورے چودہ سو سال بعد ضرورت ہے!!

(۱) سورۂ نسا آیت ۱۲۹ میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم بہتیرا چاہو بیویوں میں برابری نہیں کر سکتے۔" وہاں یہ بھی ارشاد ہے "تو ایک ہی طرف مت جھک پڑو کہ دوسری ادھر میں لٹک رہی ہے"۔ ان الفاظ میں عدل کی ہدایت کی گئی ہے نہ کہ ایک سے زیادہ بیویوں کی ممانعت۔

"ایک طرف نہ جھکو اور دوسری کو معلق نہ رکھو۔ یہ صرف اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب کہ دو بیویاں ہوں۔ آیت ۳ میں ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں کی جو اجازت دی گئی ہے۔ اس کی تائید آیت ۱۲۹ سے بھی ہوتی ہے۔ ہاں حسن سلوک کی شرط دونوں میں ہے۔

(۲) سورہ نسا کی آیت ۲۳ میں اللہ تعالیٰ نے اُن رشتہ داروں کی صراحت فرمائی ہے جن سے شادی کرنا جائز نہیں۔

"حرام کی گئیں تمہارے اوپر تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں تمہاری

بہنیں۔ ... اور یہ کہ اکھٹا کرو تم درمیان دو بہنوں کو وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ۔ دو حقیقی بہنیں ایک وقت میں کسی شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔

یمن کے مشہور سردار ضحاک بن فیروز غالباً ابن خراش انھیں کی کنیت ہے۔ (بحوالۂ ابن ماجہ ابو داؤد اور ترمذی) کہتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جسے چاہو ایک کو رکھو اور دوسری کو طلاق دے دو۔ موطا امام مالک کتاب النکاح میں قبیصہ بن ذویب سے بھی ایک روایت ہے کہ دو بہنوں کا نکاح ایک ہی شخص سے درست نہیں۔ دو حقیقی بہنوں کے ایک وقت میں ایک ہی شخص کے نکاح میں نہ رہ سکنے کے یہ معنی ہیں کہ مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ آپس میں حقیقی بہنیں نہ ہوں۔

(۳) نسائی ترمذی ابن ماجہ میں غیلان بن سلمہ ثقفی کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ درج ہے۔ اُن کی دس بیویاں تھیں۔ اُن سب کے ساتھ وہ مسلمان ہوئے۔ سرور کائنات نے فرمایا "چاہے جن چار کو رہنے دو باقی الگ کر دو"۔ چنانچہ انھوں نے چھ بیویوں کو چھوڑ دیا۔

نوفل بن معاویہ (بحوالہ مسند شافعی) کہتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میری پانچ بیویاں تھیں آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ "چار کو رکھ لے ایک کو الگ کر دو"۔ چنانچہ میں نے ایک کو جو ساٹھ سال کی بڑھیا اور لاولد تھی طلاق دے دی۔

وہبؓ اسدی نے اسلام قبول کیا تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔ انھوں نے
ر بیویوں کو رہنے دیا مگر چار کو الگ کر دیا۔
قیسؓ بن حرث کی بھی آٹھ بیویاں تھیں وہ سرور کائنات کی رسالت
پایمان لائے تو انھوں نے بھی چار بیویوں کو چھوڑ کر چار کو رہنے دیا۔
عمیرہؓ اسدی (بحوالہ ابو داؤد ابن ماجہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ "جس وقت
یں نے اسلام قبول کیا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے رسول
لم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا بس چار کو رکھ لو۔
(۴) بخاری کی تیسری جلد کتاب النکاح کے تحت اور صحیح ترمذی میں با
واب المناقب میں حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت ہے کہ ہمیں نے رسول اللہ
منبر پر فرماتے سنا کہ بنو ہاشم بن مغیرہ میری اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اپنی
بیٹی کی شادی علی ابن طالب سے کر دیں۔ میں اجازت نہیں دیتا (۳ بار
فرمایا) یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ علی پہلے فاطمہ کو طلاق دے دیں پھر ان کی
لڑکی سے شادی کر لیں۔ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو
تکلیف دی اس نے مجھ کو تکلیف دی"

اس واقعہ سے بھی ثابت ہے کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں
کی شریعت کی رو سے اجازت ہے ورنہ حضرت علی جن کی تربیت خود آنحضرت
نے کی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کے خواہش مند نہ ہوتے۔

لہٰذا ازدواج کی اجازت ہے مگر خواہ مخواہ نہیں ہے	لیکن بی بی فاطمہ کی موجودگی میں حضرت علی کے نکاح ثانی کے قصد

کو رسول اللہ نے ناپسند فرمایا تو ضرور اس کی کچھ وجہ ہوگی۔

اور یہ وجہ صحیح مسلم اور تجرید بخاری میں بتائی گئی ہے۔ مسور بن مخرمہ روایت مندرجہ بالا فضائل فاطمہ کے تحت مسلم میں بھی درج ہے اور الفاظ زائد ہیں۔

(فرمایا رسول اکرم نے) "میں کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا اور حرام چیز کو حلال کرتا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم خدا کے رسول کی بیٹی اور کے دشمن کی بیٹی قیامت تک کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔"

اور تجرید بخاری میں فضائل اصحاب النبی کے تحت یہ روایت طرح ہے کہ جب بی بی فاطمہ نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ ابوجہل کی علی نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

"فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے اور میں اس بات کو گوارا نہیں کہ اسے رنج پہنچے۔ خدا کی قسم اللہ کے رسول اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس نہیں رہ سکتیں۔"

ابوجہل اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ مکہ میں تیرہ سال تک رسول اکرم کو اور مسلمانوں کو سخت سے سخت تکالیف جسمانی اور روحانی پہنچاتا رہا اور اس کے اور اس کے ساتھیوں کے مظالم جب انتہا کو پہنچ گئے تو مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ اس پر بھی وہ چین سے

---

۱ ابوجہل کی بیٹی عورا مسلمان ہو گئی تھی۔ حضرت علی کو اس سے نکاح کی دی تھی ابوجہل کے بھائی ابن ہشام بن مغیرہ نے۔

مدینہ پر چڑھائی کی۔ بی بی فاطمہ کے لئے اس سے بڑھ کر صدمہ اور کیا
لتا تھا کہ اُن کے باپ کے اور اللہ کے سب سے بڑے دشمن کی بیٹی
ں سوکن بنے۔

ماطابکم لکم (تمھیں جو اچھی معلوم ہو تمھارے دل کو بھلی لگے) کی
رت شرعی ہوتے ہوئے رسول اللہ نے حضرت علی کے دوسرے نکاح کے
و ناپسند فرمایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوجہل دشمن اسلام تھا اگر حضرت علی
فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر لیتے تو خاتون جنت کو انتہائی
ہوتا اور سخت روحانی اذیت اس وجہ سے بھی پہنچتی کہ انھوں نے کسی
ت میں کسی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی اور اُن میں کسی بات کی کمی
صورت پاکیزہ۔ صحت اچھی۔ دیندار۔ سگھڑ۔ سلیقہ شعار۔ فرائض شناس
ت گذار۔ بچوں کی ماں اور منتظم گھر والی) اور حضرت علی کو اُس وقت
ری بیوی کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔

تو کیا کچھ ضروریات ہیں جن کے تحت نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے؟

اسلام نے نکاح ثانی کا حکم تو دیا نہیں کہ نماز روزہ کی طرح ہر مسلمان
رض ہو اور بغیر کئی کئی بیویاں ایک وقت میں رکھے جنت نہ مل سکے
زت ہے اور وہ بھی مشروط اور شرط بھی بہت کڑی بہت سخت۔ حالات
تقضی ہوں ضرورت واقعی ہو۔ اور پھر مقدرت اور وسعت بھی ہو اور
ات کا ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے تو اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا
ہے ——— مگر کب؟

(ا) جنگی حالات میں جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو
جب بے سہارا بیواؤں کو سر ڈھونے کی اور یتیم بچوں کو سرپرستوں کی ضرورت
ہو تو معاشرے کی حالت درست رکھنے کا ایک علاج تعدد ازدواج
ہو سکتا ہے۔

(ب) اسلام میں نسل ورنگ وطنیت اور قومیت اعزاز و مرتبہ کی
کوئی حیثیت نہیں۔ کالے گورے ملکی غیر ملکی امیر غریب کا امتیاز یکسر
یک قلم ختم کر دیا گیا ہے۔ ہر خطہ اور ہر حیثیت کے مسلمان سب آپس
بھائی بھائی ہیں جن میں تعلقات کی استواری کے لئے وسیع القلبی
دلی اور فراخ حوصلگی سے آپس میں شادیاں ہو سکتی ہیں۔ اور ہونی چاہئیں
پھر بھی بعض خاندانوں میں ابھی تک یہ غیر مستحسن رواج چلا جا رہا
غیر کفو میں شادی نہیں کرتے۔ اب اگر کسی برادری میں لڑکیوں کی تعداد
زیادہ ہے یا ایسی لڑکیاں ہیں جن کی عمریں ڈھل رہی ہیں۔ جوانی ختم
ہے۔ اور بر نہیں مل رہا اور زمین و جائیداد کے جھگڑے بڑھنے اور حالات
ہونے کا اندیشہ ہے تو تکثیر ازدواج سے سوسائٹی فائدہ اٹھا سکتی ہے
لیکن اس دور انحطاط میں جب ناقص غذا وغیرہ کی وجہ
پینتالیس سال کے مرد چست و چالاک چاق و چوبند طاقت ور
ہونے کی بجائے مرجھائے نظر آتے ہیں۔ پچاس پچپن برس کے
سے جس کے بدن میں جان نہ ہاتھ پاؤں میں سکت ہے جو زندگی کے
ارمان نکال چکا ہے پندرہ سولہ سال کی لڑکی کو جس کا دل جذبات

بر زینب بیاہنے کے معنی ہیں مرد کو پریشانیوں اور مشکلوں میں گرفتار کر دینا
ور عورت کو مستقبل میں غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا۔

معاشرہ کی درستی کے مسئلے سے ہٹ کر اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ضروریات
یا اسباب کیا حالات ہیں جب انفرادی حیثیت میں تکثیر ازدواج کی اجازت
سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۱) بیوی آئے دن کی روگی، ہر وقت کی مریض ہے۔ دنیا بھر کے علاج
کر ڈالے۔ مہینوں نہیں برسوں گذر گئے مگر فائدہ کسی طرح نہیں ہوتا۔ آمدنی
کا بڑا حصہ علاج معالجہ میں صرف ہونے کی وجہ سے شوہر کا بال بال قرضہ
میں جکڑا ہے۔ گھر کا نظام درہم برہم ہے۔ خرابی صحت کی وجہ سے بیوی
خانہ داری وغیرہ کی طرف توجہ نہیں کر سکتی۔ ہر وقت گھر میں کتے لوٹتے رہتے
ہیں۔ آئے گئے کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا
ہے۔ بیوی کسی متعدی مرض میں گرفتار ہے۔ فاترالعقل ہے۔ مجنونانہ حرکات
کرتی رہتی ہے۔ دماغی توازن ٹھیک نہ رہنے کا اثر خطرناک صورتوں میں
نمودار ہوتا ہے۔ مسلسل کئی سال کے بہتر سے بہتر علاج کے باوجود بہتری
کی کوئی امید نہیں۔ جسم کا کوئی حصہ کٹ جانے یا مفلوج ہو جانے کی وجہ سے
اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے معذور ہے۔ تو یہ حالات ایسے ہیں کہ اگر
اس کے حقوق غصب نہ ہوں اور اگر وسعت اور مقدرت ہو تو اس کی
رضامندی حاصل کر کے (سورۂ نساء آیت ۱۲۸ ملحوظ رہے جس میں مصالحت
اور صلح کا ارشاد ہے) مرد تعدد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(۲) انسان کی سب سے بڑی تمنا اولاد ہے اور شادی سے قدرت کا منشا بھی یہ ہے کہ انسانی نسل قیامت تک چلتی رہے۔ بیوی بانجھ ہے۔ شادی کو آٹھ دس سال گذر گئے۔ سب علاج کر لئے مگر بے سود۔ اب طبیبوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ مرد اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف ڈاکٹرنیاں کہتی ہیں کہ اس عورت کے ہاں۔ بچہ پیدا نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں مرد کو نکاح ثانی کا حق ہے۔ گو دنیا میں ایسے بھی نیک نفس لوگ گذرے ہیں اور آج بھی ہیں۔ جن میں طبعی کمزوری نہیں مگر بیوی کی خوشی کی خاطر اپنی نسل تک کی پرواہ نہیں کی اور بیوی کی محبت پر زندگی کے سب سے بڑے ارمان تک کو قربان کر دیا۔ لیکن ایسے انسان بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے جو ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دی تو عین فطرت انسانی کے مطابق۔

(۳) بیوی کی بدنیتی بدطینتی بداخلاقی اگر ثابت ہو جائے تو بھی تعدد ازدواج کی اجازت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ بیوی کی نیت اگر شروع ہی سے خراب ہے۔ اس کی شادی شرافت اور انسانیت سے نہیں بلکہ دولت اور حیثیت سے کی گئی ہے اور وہ مسلسل کوشش کر رہی ہے کہ ماں باپ، بہن بھائی، عزیز اقارب سب سے شوہر تعلقات منقطع کر کے صرف سسرال کا ہو جائے۔ وہ میکہ کا بھرنا ہی نہیں بھر رہی بلکہ میاں کی دولت سمیٹ رہی اور کسی نہ کسی ترکیب سے میکہ پہنچا کر اس کی مالی حالت تباہ کئے چلی جا رہی ہے۔ اس کے روپیہ پیسہ اور دھندے سے غلط اور ناجائز

فائدے اُٹھا کر اُسے بدنام کر رہی ہے۔ وقعت و عظمت شوہر کی نہیں اُس کی دولت کی۔ عزت و حرمت اُس کی نہیں اُس کی حیثیت کی ہے۔ اُس کی بدفطرتی اور بداخلاقی نے شوہر کا سکون و آرام چین و اطمینان سب غارت کر دیا ہے۔ اُس کی بدکلامی بدمزاجی بددماغی نے جیتے جی شوہر کو موت کا مزہ چکھا دیا ہے۔ اور آپس میں مصالحت کی ساری کوششیں ناکام ہو چکی ہیں

___ تو یہ حالات ایسے ہیں کہ بدرجۂ مجبوری شوہر کے لئے طلاق دینے کا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن بعض حالات میں طلاق خود بیوی کے لئے تباہی کا باعث ہے۔ ایسی صورت میں مرد عیاشی کی غرض سے نہیں بلکہ ضرورت سے مجبور ہو کر اور نکاح کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ پہلی بیوی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر نہ پھینکے اور بالکل ہی دوسری بیوی کی طرف نہ جھک پڑے۔

پہلی بیوی جاہل یا دقیانوسی خیالات کی یا گنوار یا غیر مہذب ہے۔ ان میں سے نکاح ثانی کی ایک وجہ بھی معقول نہیں ہے۔ نکاح کے دس پندرہ سال بعد جب اوپر تلے بچوں کی پیدائش سے عورت صورت سے بے صورت ہو جائے تو وہ جس نے غریبی اور تنگ دستی میں رفاقت کا حق ادا کیا چار پیسے ہاتھ میں آجانے سے مردود ٹھیرائی جائے اور اس میں یہ نئی نکال کر اس کی چھاتی پر مونگ دلا جائے اور کہا یہ جائے کہ پہلی شادی بزرگوں کے کہنے سے کی تھی۔ یہ عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ایجاب و قبول کے وقت ذمہ دار مرد کی برضا و رغبت "ہاں" پر ہی تو عقد نکاح کا اعلان ہوتا ہے۔ اگر اُس نے ان باتوں کی طرف سے اطمینان کئے بغیر شادی کی تو وہ خود ذمہ دار ہے۔

اُس کی بیوی نہیں۔ اور اگر واقعی اُس کی شکایت اپنی جگہ صحیح بھی ہے تو اُس نے اسے دُور کیوں نہیں کیا جبکہ وہ یقیناً بندوبست کر سکتا اور بیوی کو اپنے رنگ میں رنگ سکتا تھا۔ کوتاہی اُس کی بیوی کی کم اور اس کی زیادہ ہے لہذا ذمہ دار اس کی بیوی نہیں وہ خود ہے۔

ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا۔ بچوں کا کھیل نہیں بڑی زبردست ذمہ داری ہے۔ غربا جنھیں پیٹ بھر کر دو وقت روٹی بھی مشکل سے میسر آتی ہے اور تنگی ترشی سے جفا کفا کر کے زندگی گذارتے ہیں اور متوسط الحال جنھیں ایک بیوی کی کفالت اور چند بچوں کی غور و پرداخت تعلیم و تربیت اور سوسائٹی میں اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لئے ناک چنے چبانے اور بڑے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں کس برتے پر دوسری شادی کا نام لے سکتے ہیں؟ ہاں اس کا خیال صرف متمول طبقہ ہی کر سکتا ہے۔ لیکن تعدد ازدواج کے لئے شرط بہت کڑی ہے جسے ہر شخص پورا نہیں کر سکتا۔

کرنل میکگریگر کی تحقیق کے مطابق ایران میں ۲ فیصدی اور جسٹس امیر علی کی تحریر کے مطابق (سپرٹ آف اسلام) غیر منقسم ہند میں ۵ فیصدی مسلمانوں کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں مگر فی زمانہ ہزار میں پانچ آدمیوں کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں گی۔

مصر کے کرنل حاتم کا یہ بیان ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء کے اخبارات[1] میں شائع ہوا ہے کہ شادی شدہ مردوں میں صرف چار فیصدی کی ایک سے زیادہ بیویاں

[1] ڈان۔ صفحہ ۳ کالم ۳۔

ہیں اور وہ بھی بالعموم ان کی جن کی پہلی بیوی سے اولاد نہیں۔

سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کی رُو سے ہندوستان کی ایک ہزار ہندو آبادی میں آٹھ خاندانوں میں کثیر الازدواجی تھی۔ اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ تعدد ازدواج کی عام اجازت نہ ہر شخص کو ہے اور نہ عام طور پر اس اجازت سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ خطابات احمدیہ میں سر سید احمد خاں اس اسلامی اجازت پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"عموماً ایک سے زیادہ جوروؤں کے کرنے کی اجازت نہیں دی گئی صرف اُن کو اجازت ہے جن کو وجوہ طبعی سے ایسا کرنے کی ضرورت ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت اس غرض سے ہے کہ تزویج کی تلخیوں کے واسطے اور مقاصد تزویج کے فوت ہو جانے کی حالت میں تدارک حاصل ہو۔ عورت کسی سبب سے اپنے قدرتی فرائض کے ادا کرنے میں قاصر ہو تو ایک سے زیادہ مگر کسی خاص حد تک جورو رکھنے کی اجازت ہے"۔

تعدد ازدواج سنّت رسول نہیں ہے

جس شخص کی تندرست۔ قبول صورت خوش اخلاق۔ سلیقہ شعار منتظم۔ ہمدرد۔ بیوی موجود ہے اور اُس سے بچے بھی ہیں۔ وہ اگر جائز یا ناجائز دولت ہاتھ لگ جانے سے "سنت" کی ادائیگی کہہ کر دوسری شادی کر رہا ہے تو وہ پیغمبر اسلام کی سیرت پاک سے ناواقف ہے۔ نکاح کرنا یقیناً سنت ہے[1] مگر بغیر کسی معقول وجہ کے ایک بیوی کی موجودگی

---

[1] النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔
نکاح میری سنت ہے جو اس سنت پر اعتراض کرے گا وہ میری جماعت کا فرد نہیں رہے گا۔

میں کئی کئی نکاح سنّت رسول نہیں ۔ تعدد ازدواج کی تخصیص رسول اکرم کے ساتھ آخر کیوں جبکہ اُس زمانہ میں ساری دنیا کا تمدن ہی یہ تھا؟

پھر کئی کئی بیویاں رکھنے والا کیا اور معاملات میں بھی رسول اکرم کے نقش قدم چل رہا ہے؟

کیا وہ نماز کے مقررہ "فرض" ادا کرنے کے علاوہ بھی خدائے واحد کی عظمت کے آگے سربسجود ہوتا ہے؟ آدھی آدھی رات تک خدا کے دربار میں کیا اس حالت میں کھڑا رہتا ہے کہ پاؤں شل ہو جائیں اور ان پر ورم آجائے؟

کیا وہ مسلسل کئی کئی وقت کے فاقے کرتا اور پیٹ سے پتھر باندھتا ہے؟

پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتا۔ اپنی جوتیاں آپ گانٹھتا۔ اپنے کپڑے خود دھوتا ہے؟ لہو و لعب کی محفلوں نشاط و طرب کی مجلسوں سے ہمیشہ دُور رہتا ہے؟ وعدہ خلافی نہیں کرتا؟ جھوٹ نہیں بولتا؟ کسی پر عیب نہیں لگاتا؟ کسی کی دل آزاری نہیں کرتا؟

کیا وہ بھی زیردستوں سے نرمی اور اخلاق سے پیش آتا۔ زخمی دلوں پر مرہم رکھتا۔ مظلوموں کی حمایت لیتا اور یتیموں پر شفقت کرتا ہے؟

کیا وہ بھی دشمنوں کے حق میں دعا کرتا ہے؟ رانڈوں بیواؤں دُکھیاروں محتاجوں مصیبت ماروں کی مدد کرتا ہے؟

گفتار میں، اطوار میں، کردار میں، جسے رسول اکرم کی پاک و مقدس زندگی سے دُور کا واسطہ نہیں اس کا تعدد ازدواج کو سنّت رسول کہنا اپنے پیغمبر کو بدنام کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بے سہارا۔ بے پناہ۔ دکھیارن۔ رانڈوں سے نکاح کئے!! وہ جس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا وہ بھی بیوہ۔ اور بے سہارا ہے؟

"مسلمانوں کی ماؤں" میں نصف سے زیادہ عمر سے اتری ہوئی تھیں اُن میں بڑھیا بھی تھیں جن کے بال سفید جن کے دانت ٹوٹے ہوئے تھے۔ جن کے چہروں پر جھریاں تھیں۔ کیا وہ بھی جھریاں پڑی کھال لٹکی ٹوٹے دانتوں کی بڑھیا کو اپنی پناہ میں لا رہا ہے؟

رسول اکرم کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا اس پر بھی کئی کئی بچوں والی بیواؤں کی اُن کی خدماتِ اسلام کے معاوضہ میں پوری ذمہ داری لی۔ اور یتیم بچوں کی کفالت کی۔ کیا وہ بھی کسی مذہبی۔ قومی، ملی، ادبی، سوشل خدمات کے پیش نظر کسی بیوہ سے نکاح کر کے اُس کے بچوں کی کفالت حقیقی معنوں میں کر سکے گا؟

بچوں کی دیکھ بھال کے لئے حضرت سودہ بنت زمعہ کے علاوہ کہ وہ بھی پینسٹھ سال کی بڑھیا تھیں۔ محض حُسن ظاہری کی وجہ سے یا ذاتی اغراض یا دنیاوی ضروریات سے رسول اللہ نے ایک بھی نکاح نہ کیا۔ کیا اُس کے نکاح کی غرض حُسن ظاہری یا جنسی کشمش اور نفس پروری کے علاوہ اور بھی کچھ ہے؟

پیغمبر اسلام صلعم کے نکاحوں میں خالص مذہبی اور سیاسی مصلحتیں تھیں۔ کیا اس کے نکاح سے بھی سوسائٹی کو کسی قسم کا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ کیا وہ اس لئے نکاح کر رہا ہے کہ برادری میں کنواری لڑکیوں کی عمریں ڈھل

رہی ہیں؟ یا جوان بیوائیں بیٹھی ہیں؟ یا اس نکاح سے وہ یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرے گا؟

تعدد ازدواج کی اجازت سے اسلام کا جو مقصد اور منشا ہے کیا واقعی وہ اُسے پورا کر رہا ہے؟ ایک ساتھ چار یا تین یا دو بیویاں رکھنا کیا معنی ایک شادی کی اجازت بھی اسلام نے عیاشی کے لئے نہیں دی۔ اسلام میں تو "دی عورتیں حلال ہیں جن سے نکاح کیا جائے۔ مہر کے معاوضہ میں پاکدامنی کے لئے نہ کہ عیاشی کی غرض سے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (سورۂ نسا آیت ۲۴)

جو نفس پرور ہیں وہ چاہتے ہیں تم سیدھے راستے سے دور جا پڑو (آیت ۲۷)

عورت کا ایک ہی شوہر کیوں ہو؟

مغربی نقطۂ نظر سے سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد کو ایک بیوی کی موجودگی میں جن وجوہ سے دوسری شادی کا اختیار ہو سکتا ہے اگر وہی شکایات بیوی کو بھی اپنے شوہر سے ہوں تو وہ یک زوجگی کی پابند کیوں رہے؟ ایک سے زیادہ شوہروں سے رابطہ کیوں نہ رکھے؟ اس کا جواب صنفی تقسیم جسمانی اختلاف، توالد و تناسل کے سلسلہ میں تخلیقی فرق، اور اس زبردست فرق کا طبعی عمل ہے کہ بار بار عورت کا رجحان نہیں ہوتا۔ لیکن مرد کے لئے کبھی قسم کی معذوری نہیں۔ مرد بدمعاشی کرتا ہے۔ لیکن قدرت نے اس گناہ کی رسّی ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے۔ اُس کے برخلاف بن بیاہی عورت مرد کے بہلائے پھسلائے میں آکر لغزش کر بیٹھے تو قدرت اُسے معاف نہیں کرتی

ہ اپنا گناہ چھپائے چھپائے پھرتی ہے۔ اور برادری میں اگر غیرت وحیا کوئی
یز ہے تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھی جاتی اور اس غلطی کا ساری
مر خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

شادی سے قدرت کا منشا افزائش نسل ہے مگر عورت کے خواہ کتنے ہی
شوہر ہوں بچہ تو سال بھر میں ایک ہی ہوگا۔ صنفین کے جسمانی ساخت کے طبعی
عمل ہی کی وجہ سے مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے[1]۔ اس کے برخلاف
اگر عورت کے ایک سے زیادہ شوہر ایک ہی وقت میں ہوں تو کس طرح پتہ
چل سکتا ہے کہ اس کے ہاں ہونے والا بچہ کس شوہر کی اولاد ہے۔ آج کا مہذب
کیا غیر مہذب انسان بھی ولدیت کو اہمیت دیتا ہے۔ یہی وہ زبردست مصلحت
ہے جس کی بنا پر طلاق ملنے یا بیوہ ہونے کے چار ماہ دس دن کی مدت یعنی
عدت تک عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔ اسلام میں مرد ہی ایک بیوی یا
ایک سے زیادہ بیویوں کے سارے اخراجات پورے کرنے کا ذمہ دار ہے۔
معاش کے لئے وہی جدوجہد کرتا ہے۔ شریعت اسلامی میں فکر معاش کا ذمہ دار
عورت کو نہیں ٹھیرایا گیا۔ اس کے لئے فکر معاش سے بھی بڑھ کر بچوں کی پرورش
و تربیت اور دوسری گھریلو ذمہ داریاں ہیں۔ اگر کوئی عورت دو تین شوہر کر کے
فکر معاش میں سرگرداں پھرے گی اور بچوں کے پاس وقت گذارنے کی بجائے
دفتروں ہوٹلوں میں رہے گی تو یہ قدرت کے قوانین سے جنگ ہوگی اور قدرت
سے جو بھی ٹکرایا پاش پاش ہوا۔

---

[1] جانوروں میں ایک نر کے ساتھ کئی مادائیں قانون فطرت ہے مگر ایک مادہ کے ساتھ
کئی نر خلاف مشاہدہ ہے۔

مغرب کی تصاویر حقائق کے آئینہ میں

پہلی جنگِ عظیم سے بھی کئی سال قبل جب مغرب میں لڑکے لڑکیوں کی پیدائش کا تناسب ۵۳ اور ۴۷ تھا تو فرانس اور امریکہ کا خیال تھا معاشرے کی حالت درست کرنے کے لئے تعدّدِ ازدواج بہتر صورت ہو سکے گی۔ لیکن چونکہ یہ اسلام کے مطابق تھی بس صرف اس وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا گیا ــــــ اور پھر نتیجہ کیا ہوا؟

فرانس کی تصویر

۱۹۳۳ء میں فرانس اکاڈیمی کے جلسہ میں بڑے بڑے علما فضلا کا فیصلہ یہ تھا کہ عورت کی آزادی نے زندگی کی مسرتوں کو کلفت میں تبدیل کر دیا ہے۔ یورپین عورت نے بچے پیدا کرنے گھر کی دیکھ بھال اور ایک شوہر کی بیوی رہنے سے انکار کر دیا ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ اس آزادی کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کو سختی سے دبایا جائے۔

فرانس کے مشہور عالم عمرانیات پول بیورلو کی ایک کتاب "ٹوورڈز مارل بینک رپٹی" ۱۹۲۵ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی جس میں فرانس کی اخلاقی اور تمدنی حالت بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کے متعدد اقتباس مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ایک مضمون میں دیئے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں "بیسویں صدی کے آغاز تک پہنچتے پہنچتے عام طور پر فرانسیسی عورت کی بدکاری کو بھی اُسی طرح غیر معیوب سمجھنے لگے جس طرح مرد کی بدکاری کو سمجھتے

نکاح کے بغیر کسی مرد سے تعلق رکھنا عورت کے لئے بھی کوئی ایسا فعل نہ رہا
جس سے اس کی شرافت و عزت پر بٹہ لگتا۔ پول بیورو لکھتا ہے "اب نوجوان
مرد اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب ہم پاک دامن نہیں تو ہمیں اپنی منسوبہ
سے بھی عفت کا مطالبہ کرنے کا اور یہ چاہنے کا کہ وہ ہمیں کنواری ملے کوئی حق
نہیں ہے۔ برگنڈی۔ بون اور دوسرے علاقوں میں یہ بات اب عام ہے کہ
ایک لڑکی شادی سے پہلے "دوستیاں" کرچکی ہے۔ اور شادی کے
وقت اسے اپنے منگیتر سے اپنی گذشتہ زندگی کے حالات چھپانے کی کوئی ضرورت
نہیں ہوتی۔ لڑکی کے قریب ترین رشتہ داروں میں بھی اس کی بدچلنی پر
کسی قسم کی ناپسندیدگی نہیں پائی جاتی، وہ اس کی دوستیوں کا ذکر آپس میں
اس طرح بے تکلف کرتے ہیں۔ گویا کوئی کھیل یا روزگار ہے" (ص۹۴) فرانس
کے متوسط درجے کے تعلیم یافتہ طبقوں میں یہ صورت حال بکثرت دیکھی جاتی
ہے ایک اچھے خاندان کی تعلیم یافتہ لڑکی جو کسی تجارتی فرم میں ایک اچھی
جگہ کام کرتی ہے اور کسی نوجوان سے مانوس ہوگئی اور اس کے ساتھ رہنے لگی
اب یہ بالکل ضروری نہیں کہ وہ آپس میں شادی کرلیں۔ دونوں شادی
کے بغیر ہی ایک ساتھ رہتے ہیں۔ ان کے تعلق کی یہ نوعیت سب کو معلوم
ہوتی ہے۔ مہذب طبقوں میں دونوں مل جل کر جاتے ہیں۔ وہ خود اپنے تعلق
کو چھپاتے ہیں۔ نہ کوئی دوسرا ان کی ایسی زندگی میں کسی قسم کی برائی محسوس
کرتا ہے۔ اس طرزِ عمل نے اجتماعی زندگی میں وہی جگہ حاصل کرلی ہے جو
کبھی نکاح کی تھی" (ص۹۱) اس مضمون میں پیرس یونیورسٹی کے معلم قانون

موسیو تھیلی کا یہ بیان بھی دیا گیا ہے کہ "رفتہ رفتہ داشتہ کو وہی قانونی حیثیت حاصل ہوتی جارہی ہے جو پہلے "بیوی" کو تھی۔ ایک سپاہی کی داشتہ کو وہ تمغہ دیا جاتا ہے جو اس کی بیوی کے لئے مقرر ہے۔ اور اگر سپاہی مرجائے تو اس داشتہ کو وہی پنشن ملتی ہے جو منکوحہ بیوی کو ملتی ہے .... فرانسیسی فوج میں سپاہیوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ امراض خبیثہ سے کس طرح محفوظ رہتے ہیں اور حمل روکنے کی کیا تدابیر ہیں۔ سرگی کو فرانس کی ۲۷ ویں ڈویژن کے کمانڈر نے سپاہیوں کے نام ایک اعلان شائع کیا تھا کہ فوجی قحبہ خانوں پر بندوقچیوں کے ہجوم کی وجہ سے عام سپاہیوں اور پیادہ فوج کے سپاہیوں کو شکایت ہے کہ وہ دوسروں کو موقع نہیں دیتے۔ ہائی کمانڈ کوشش کر رہا ہے کہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے۔ جب تک یہ انتظام نہیں ہوتا بندوقچیوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ زیادہ دیر اندر نہ رہا کریں اور اپنی خواہشات کی تسکین میں ذرا عجلت سے کام لیا کریں۔

"۱۹۱۸ء میں ایک مدرسہ کی معلمہ جو غیر شادی شدہ تھی حاملہ ہو گئی تو اس کی حمایت میں وزارت تعلیم میں معززین کا ایک وفد حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ "کسی کی پرائیویٹ زندگی پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں" اور پھر اس نے آخر جرم ہی کیا کیا ہے۔ کیا نکاح کئے بغیر ماں بننا زیادہ جمہوری طریقہ نہیں؟" پہلی جنگ عظیم سے قبل موسیو بولو، اٹارنی جنرل نے اپنی رپورٹ میں اُن عورتوں کی تعداد ۵ لاکھ بتائی تھی جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلاتی ہیں۔" پول بیورو کہتا ہے: "فرانس میں ایک ایجنسی اس اصول پر

محم کی گئی تھی کہ فرانس کی ہر عورت ایک نئے تجربے کے لئے آمادہ کی جا سکتی ہے۔ جو شخص کسی عورت سے تعلق پیدا کرنا چاہے اُس کا پتہ بتانے کے ساتھ ابتدائی فیس ۲۵ فرانک ادا کردے۔ اِس ایجنسی کے رجسٹروں سے پتہ چلا کہ فرانسیسی سوسائٹی کا کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جس کے کثیر تعداد لوگوں نے اُس سے رجوع نہ کیا ہو۔ اور یہ کاروبار حکومت سے بھی مخفی نہ تھا" (ص۱۶)

"تیس چالیس سال سے ہمارے ڈرامہ نگار زندگی کے جو نقشے پیش کر رہے ہیں اُن کو دیکھ کر اگر کوئی شخص ہماری تمدنی زندگی کا اندازہ لگانا چاہے تو وہ بس یہ سمجھے گا کہ ہماری سوسائٹی میں جتنے شادی شدہ جوڑے ہیں سب خائن اور ازدواجی وفاداری سے عاری ہیں"۔

فرانس کی آبادی چار کروڑ سے کم نہیں مگر وہاں جن مردوں عورتوں کا نکاح پورے سال میں ہوتا ہے اُن کی اوسط صرف آٹھ ہزار ہے۔ اس سلسلہ میں عام پیشہ طبقہ کے متعلق پول بیورو لکھتا ہے کہ "نکاح سے پہلے عورت اپنے ہونے والے شوہر سے اس بات کا وعدہ لے لیتی ہے کہ وہ اس بچہ کو جو اس کے پیٹ میں ہے اپنا بچہ تسلیم کرے گا"!

فرانس میں طلاق کا قانون جب ۱۸۸۴ء میں بنا تھا تو چار ہزار طلاقیں لی گئی تھیں۔ مگر ۱۹۳۱ء میں ۲۱ ہزار۔

یہ حالات پہلی جنگ عظیم کے بعد تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب فرانس میں مردوں کی تعداد اور بھی کم ہوگئی تو حکومت کے ایک تحقیقاتی کمیشن نے بتایا کہ:-

"فرانس میں بداخلاقی تشویش ناک حد تک ترقی کر رہی ہے۔ بن بیاہی ماؤں کے بچوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ عورت کی عصمت کی کوئی وقعت نہیں۔ پیرس میں ایک وقت کا کھانا کھلا کر یا ایک شراب کا گلاس پلا کر ایک کنواری لڑکی کی عصمت خریدی جا سکتی ہے۔"

اور پھر یہ اعلان بھی فرانس ہی نے کیا۔

"قوم کی گود میں لڑنے کے لایق نوجوان بہت تھوڑے ہیں۔ یہ تو جنگ اپنے تئیں بھینٹ چڑھا کر اس جنگ سے ممکن ہے عہدہ برا ہو جائیں لیکن دوسری جنگ کے لیئے نوجوان کہاں سے آئیں گے۔ اس لئے رسمی قیود کی پروا نہ کرو بچے جنو اور جنواؤ۔ ہر کنواری اور ہر بیوہ جو وطن کی خاطر اپنا رحم بطور رضا کار پیش کرے، ملامت کی نہیں عزت کی مستحق ہے۔"

انگلستان کی حالت

جولائی ۱۹۱۲ء کے "لنڈن میگزین" کے پہلے مضمون میں پیدائشی زوال کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) عورتوں میں ایک تہائی بن بیاہی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ (۲) انگلستان میں اسقاط حمل کی کثرت ہے۔ (۳) نوزائیدہ بچوں کی اچھی طرح نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے بچے ضائع ہو جاتے ہیں۔ (۴) غربا اولاد کی پرورش کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

پروفیسر جوڈ اپنی کتاب "گائیڈ ٹو ماڈرن وکڈنس" میں لکھتا ہے کہ "انگلستان میں ہر سال کم سے کم نوے ہزار حمل ضائع کئے جاتے ہیں۔ یا

ِتوں میں ۲۰ فیصدی سے زیادہ خود ہی اسقاط کر لیتی یا کسی ماہر سے مدد
ہیں سا در جن کی شادی نہیں ہوئی اُن کا تناسب تو اس سے بھی زیادہ ہے"
بشپ آف کا ونٹری نے جو انگلستان کے سب سے بڑے مذہبی رہنما
ِ ۱۹۵۳ء میں لندن کے ایک جلسۂ عام میں تقریر کی تھی۔ یہ تقریر مغربی
ِیب اور عورتوں کی آزادی کا آئینہ تھی۔ انھوں نے کہا:۔

"کنواری ماؤں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آزادی
عورتوں کی بے راہ روی اور بدکرداری کا انگلستان کی ازدواجی زندگی پر
ت خراب اثر پڑ رہا ہے۔ شوہر اپنی بیویوں سے بے پرواہ ہوتے جا رہے
ں۔ شادی شدہ عورتیں بھی غلط راستہ پر چلی جا رہی ہیں۔ گھریلو مسرتیں ختم
ِو رہی ہیں اور اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا گیا تو اس ملک کی تہذیب اور معاشرہ
رہم برہم ہو جائے گا۔" یہ کیفیت انگلستان کی اور اُس قوم کی ہے جو مغرب
میں سب سے زیادہ قدامت پسند کہی جاتی ہے۔

خطبات احمدیہ میں سر سید احمد خاں لکھتے ہیں کہ "یہود بت میں مرد
کو اختیار ہے کہ بغیر کسی شرط یا وجہ کے جب چاہے بیوی کو طلاق دے دے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے منسوخ کیا کہ طلاق کی صرف ایک وجہ ہو سکتی
ہے۔ زنا۔ اس وجہ کے علاوہ کسی اور وجہ سے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو چھوڑ کر
دوسرا نکاح کرے تو وہ زانی ہے اور جو شخص چھوڑی ہوئی عورت سے شادی
کرے وہ بھی زنا کرتا ہے"۔

مذہب عیسوی کی یہ تعلیم قابل عمل ہے یا نہیں یہ الگ بحث ہوگی لیکن

اگر عوام کے پیش نظر ہوتی تو انگلستان کی عدالتوں میں طلاق کی بھرمار نہ ہوتی اور بشپ آف کا ونٹری کو وہ تقریر نہ کرنی پڑتی جس کا ایک ٹکڑا صفحہ ۴۸۵ دیا گیا ہے۔ مگر ۱۹۳۶ء میں جب سابق شاہ انگلستان اڈورڈ ہشتم (اب ڈیوک آف ونڈسر) کی شادی کا مسئلہ اُٹھا تو مذہبی خیالات کے لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ بادشاہ مسز سمپسن ایک طلاقن سے شادی کرنے پر اڑے ہوئے تھے۔ مگر پادری کہتے تھے کہ عیسوی مذہب کی رُو سے وہ طلاقن سے شادی نہیں کر سکتے۔ سابق بادشاہ انگلستان نے "اے کنگز سٹوری" میں اپنی سرگذشت بیان کی ہے۔ صفحہ ۳۳۲ پر وہ لکھتے ہیں:-

"پس آرچ بشپ آف کنٹربری اور میں ہم دونوں ایک اصول کے لئے لڑ رہے تھے۔ میں اُس عورت سے شادی کرنی چاہتا تھا جس میں تمام نسوانی خوبیاں ہوں اور وہ اس شادی کو صرف اس لئے روکنا چاہتے تھے کہ عورت طلاقن ہے"۔

اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر بادشاہ نے تاج و تخت چھوڑ دیا لیکن طلاقن عورت کو نہ چھوڑا اور اسی سے شادی کی۔ اٹھارہ سال بعد ۱۹۵۵ء میں اسی بادشاہ کی بھتیجی اور موجودہ ملکہ الزبتھ کی چھوٹی بہن شہزادی مارگریٹ نے گروپ کیپٹن ٹاؤن سینڈ سے شادی کرنی چاہی تو مذہبی حلقوں میں پھر مخالفت ہوئی کیونکہ گروپ کیپٹن طلاق شدہ اور دو بچوں کا باپ تھا۔ ڈیوک (سابق بادشاہ) مرد تھے۔ انھوں نے تاج و تخت کے ساتھ مذہبی احکام کی بھی پرواہ نہ کی۔ شہزادی عورت ہے مذہبی احکام پر اُس نے

محبت کو قربان کر دیا مگر شہزادی کی انفرادی قربانی یا مذہبی احکام کا احترام نہیں
انگریز قوم کے معاشرہ کا آئینہ تو آرچ بشپ آف کانٹری کی تقریر اور یہ حقیقت
ہے کہ آج انگلستان میں کوئی شریف اعلیٰ خاندان ایسا نہیں جس کے کسی نہ کسی
مرد نے طلاق نہ لی ہو یا جسے طلاق نہ ملی ہو!!!

برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کے رسالہ "گیٹنگ میریڈ" کا یہ اقتباس
بحوالہ لیڈر ۱۹ اپریل ۱۹۵۹ء اخبار صدق جدید لکھنؤ مورخہ یکم مئی ۱۹۵۹ء نے دیا ہے۔

"برطانیہ میں اس وقت ہر تین عورتوں میں سے ایک شادی سے قبل اپنی دوشیزگی کھو چکتی ہے۔

برطانیہ میں اس وقت ناجائز پیدائش کا تناسب آٹھ اور ایک کا ہوتا اگر بعد حمل والدین کی شادی نہ ہو جایا کرتی"

اور یہ تین میں ایک اور آٹھ میں ایک کے اعداد سرکاری ہیں صحیح اعداد تو زیادہ ہی ہوں گے۔

لندن کی ۴ ستمبر ۱۹۵۸ء کی یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی ہے کہ جنسی برائیوں کے موجودہ قوانین کو بدلنے اور ان برائیوں کو ختم کرنے کی تجاویز پیش کرنے کے سلسلہ میں جو شاہی کمیشن مقرر کیا گیا تھا اس نے اپنی رپورٹ میں سفارش کی ہے کہ رضا و رغبت سے ہونے والی ہم جنسی کو جرم نہ سمجھا جائے۔ کمیشن نے ہم جنسی کرنے والوں کے لئے کم سے کم عمر ۲۱ سال رکھی ہے عصمت فروشی کے سلسلہ میں کمیشن نے سفارش کی ہے کہ عصمت فروش پیشہ ور عورتوں پر جرمانے کئے جائیں اور انھیں قید کی سزائیں بھی دی جائیں جو عورت پہلی مرتبہ

عصمت فروشی کرتی ہوئی پکڑی جائے۔ اسے دس پونڈ دوسری مرتبہ ۲۵ پونڈ جرمانہ اور تیسری مرتبہ تین ماہ قید کی سزا دی جائے۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ اس قسم کی پابندیوں سے عصمت فروش عورتیں یقیناً چھپ کر اپنا کاروبار کرنے لگیں گی مگر اس کا یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ آجکل کی طرح سڑکوں پر عصمت فروش عورتیں گاہکوں کو تلاش کرتی نظر نہیں آئیں گی"

۱۹۶۰ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے ہاؤس آف لارڈز میں تجویز پیش کی تھی کہ زنا کے لئے قید کی سزا رکھی جائے تو سرکاری ترجمان نے تجویز کی اہمیت تسلیم کرنے کے ساتھ کہا۔

"محترم بشپ صاحب نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ یہ قانون پاس ہو گیا تو اس ہاؤس کے کتنے ممبر جیل جانے سے بچ سکیں گے"۔

اور امریکہ میں؟

امریکہ میں جو طلاقوں کی بھرمار ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ "جولائی ۱۹۵۵ء میں مطلقہ عورتوں کی تعداد ۱۱½ لاکھ ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ شام کو شادی ہوئی اور صبح میاں بیوی طلاق لینے اور دینے کی غرض سے عدالت میں پہنچ گئے۔ ایک اندازہ کے مطابق ان ساڑھے گیارہ لاکھ عورتوں میں سوا دو لاکھ عورتوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہیں"۔

ایک سے زیادہ نہیں دو دو تین تین سے بھی زیادہ۔ ایک عورت بلی کیلاموسا ہے جو ابھی چالیس سال کی نہیں ہوئی تیرہ تو ہیں شادی کی ہے سال میں دو شوہر بدل ڈالتی ہے۔ جب عورتوں کا یہ حال ہے تو مردوں کا

جو حال بھی ہو کم ہے چنانچہ ٹامی مینوئے مشہور ارب پتی نے ۱۹۵۶ء میں اٹھارہ ماں بیاہ کیا ہے۔

۲۷ مارچ ۱۹۵۸ء کو نیویارک کی اطلاع ہے کہ جنسی ریسرچ کے ایک ادارے کنسے انسٹی ٹیوٹ نے انکشاف کیا ہے کہ امریکہ میں شادی شدہ عورتوں کی اکثریت میں اسقاط حمل کی وارداتیں زیادہ ہوتی ہیں ہر چار میں سے ایک عورت اپنے شوہر کی وفادار ثابت نہیں ہوتی۔ امریکہ میں ایک کروڑ بیوہ اور مطلقہ غیر شادی شدہ عورتوں کی نسبت اس فعل کا ارتکاب کرتی ہیں۔

ایسوشی ایٹڈ پریس آف امریکہ کی رپورٹ کے مطابق ہر سال دو لاکھ سے زیادہ تعداد میں ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس وقت امریکہ میں دس لاکھ بچے ناجائز تعلقات مرد وزن کا نتیجہ ہیں۔

۱۹۶۰ء میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ نلکی کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے ۵۰ ہزار ہیں۔ امریکہ میں پانچ ہزار ڈاکٹر یہ کاروبار کرتے ہیں اور ہر سال ایک ہزار سے بارہ سو تک اوسطاً ایسے بچوں کا رہتا ہے۔ نلکیوں کے لئے مسالہ عام طور پر میڈیکل کالجوں کے طلباء سے حاصل کیا جاتا ہے جنہیں دس سے ۲۵ ڈالر تک معاوضہ دیا جاتا ہے۔

امریکہ کے بچوں کے شعبہ کی نگراں عورت نے بیان شائع کیا ہے کہ امریکہ میں کنواری ماؤں کی تعداد میں اس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے کہ یہ ملک کا سب سے زیادہ ہولناک مسئلہ بن گیا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں کنواری ماؤں سے ۹۰ ہزار بچے ہوئے اس سال ایک لاکھ ۴۱ ہزار ہوئے اور اب یہ تعداد

دولاکھ تک پہنچی نظر آتی ہے۔ ہر پانچ ناجائز بچوں میں سے دو کی مائیں بیس سال سے کم عمر ہوتی ہیں۔ اس نگراں عورت کا بیان یہ بھی ہے کہ یہ مائیں دس سال کی بھی ہوتی ہیں اور کنواری بھی۔

ایک امریکی ڈاکٹر نے کیمبرج میں ایک عالمی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اس سال ۱۹۶۰ء میں برطانیہ اور امریکہ میں پندرہ سال سے کم عمر کی پانچ ہزار سے زائد لڑکیوں سے ناجائز بچے پیدا ہوں گے۔ یہی صورت حال رہی تو ۱۹۶۲ء تک ایسے ناجائز بچوں کی کم عمر ماؤں کی تعداد گیارہ ہزار تک پہنچ جائے گی۔

امریکہ میں ہر سال دولاکھ ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں جن کی پرورش پر حکومت کے ۱۲ کروڑ ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔

جرمنی میں مشرقی جرمنی میں بیس فیصدی شادیاں ناکام ہوتی ہیں اور ہر پانچ میں سے ایک طلاق پر ختم ہوتی ہے۔

مسز اینی بسنٹ کا بیان اسلام نے مرد کو تعدد ازدواج کی مشروط اجازت حالات کے تحت دی ہے جس پر مغرب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بجائے اسلام پر منہ آتا ہے۔ اس سلسلہ میں مناسب ہے کہ ایک مشہور سن رسیدہ مغربی عورت کے تاثرات یہاں نقل کر دیئے جائیں اور یہ مغربی عورت نامور مصنفہ جادو بیان مقررہ اور سیاسی رہنما سوشل ورکر مسز اینی بسنٹ ہیں۔

"تمام شائستہ ملکوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان جو تعلق

پایا جاتا ہے اُس کی نوعیت کیا ہے۔ بعض ممالک میں بطور مطمح نظر کے ایک مرد اور ایک عورت کے مابین صحیح اور ایماندارانہ جنسی تعلق کا وعظ کہا جاتا ہے لیکن کسی ایک ملک میں بھی اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اسلام تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ عیسائیت اسے ناجائز قرار دیتی ہے تو ساتھ ہی اِس سے چشم پوشی بھی کرتی ہے، بشرطیکہ کوئی قانونی بندھن ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ موجود نہ ہو۔ مغرب میں ایک عورت پر اکتفا رہنے کی جھوٹی رسم پائی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہاں ذمہ داری لئے بغیر تعدد ازدواج موجود ہے۔ جب مرد اپنی داشتہ سے اُکتا جاتا ہے تو اُسے الگ کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ رفتہ رفتہ "بازاری عورت" کی پستی تک پہنچ جاتی ہے اِس لئے کہ پہلے عاشق پر اُس کے مستقبل کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی اور وہ تعدد ازدواج والے گھر کی پناہ میں آئی ہوئی بیوی اور ماں کے مقابلہ میں سو گنی بدتر حالت میں ہوتی ہے۔ جب ہم اُن لکھوکھا بدبخت عورتوں کو دیکھتے ہیں جو مغربی شہروں کے بازاروں میں رات کے وقت جمع ہوتی ہیں تو اُس وقت ہمیں بالضرور اس امر کا احساس ہونا چاہیئے کہ مغربی منہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اسلام پر اُس کے تعدد ازدواج کے لئے طعنہ زنی کرے۔ ایک عورت کے لئے یہ بات بہتر ہے۔ ایک عورت کے لئے یہ امر زیادہ مسرت بخش ہے، ایک عورت کے لئے یہ بات زیادہ قابل احترام ہے کہ وہ اسلامی تعدد ازدواج میں زندگی بسر کرے جس میں وہ ایک ہی مرد کے ساتھ وابستہ رہتی ہے اور جائز بچہ کو اپنی گودوں میں کھلاتی ہے۔ اور ہر جگہ ادب

احترام کے ساتھ دیکھی جاتی ہے۔ بمقابلہ اس کے کہ اُسے ورغلایا جائے اور پھر اُسے ناکارہ سمجھ کر بازار میں پھینک دیا جائے (اکثر اوقات ایک ناجائز بچہ کے ساتھ جو قانونی حدود کے باہر رہتا ہے) ایسی حالت میں کہ اسے کہیں بھی پناہ نہ ملے۔ اور اس کی کہیں بھی خبرگیری نہ ہو تاکہ راتوں کو وہ ہر کسی رہگذر کی خواہشوں کا شکار بن جائے، ماں بننے کے قابل ہو جائے اور سب کی نظروں میں ذلیل رہے۔ قطع نظر اس کے مسلمانوں عورتوں کے ساتھ اس سے کہیں بہتر سلوک کیا جاتا ہے جتنا از روئے قانون مغربی عورتوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ ایک مثال لیجئے۔ زمانۂ حال تک انگریزی قانون شادی شدہ عورت کے ورثہ کو ضبط کر لیتا تھا۔ گویا شادی ایک طرح کی بدکاری ہے۔ اُس کی کمائی کو وہ ضبط کر لیتا تھا اور اُس کے بچوں پر اُس کے حقوق کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے قوانین کی رُو سے اس کی جائداد کو اچھی طرح سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ اسلامی ممالک میں حاکموں اور مدبروں کی حیثیت سے عورتوں نے کتنا نمایاں حصہ لیا ہے" (اسلام تھیوفی کی روشنی میں)۔

موسیو لیبان کا بیان

یہ فرانسیسی مورخ اپنی کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے: "مسلمانوں کی تعدد ازدواج پر اعتراض کیا جاتا ہے مگر کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ یورپ والے بہت کم ایک بیوی پر اکتفا کرتے ہیں؟ کیا دوست کی بیوی اور دوسری عورتوں سے ایک بیوی رکھنے والے مرد متمتع نہیں ہوتے؟ پھر مسلمانوں کا جائز طریقہ ہمارے

ناجائز طریقہ سے کس طرح قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟"

طویل بحث کے بعد ڈاکٹر لیبان اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ۔

"معاشرت کی بہت سی خرابیاں تعدد ازدواج سے دور ہو سکتی ہیں۔ عصمت فروشی کا پیشہ شرمناک بیماریاں اسقاط حمل۔ ناجائز بچوں کی تکالیف ان لاکھوں عورتوں کے مصائب جو مردوں کی آبادی کم ہونے کی وجہ سے انھیں مجبور کر دیں کہ ان کی شادیاں نہ ہوں"۔

سر طامس مور کی رائے مغرب کا یہ مشہور مفکر کہتا ہے کہ "مردوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتوں کو مباح کر دیا جائے یہی ایک دوا ہے تمام مہلک امراض کے لئے تریاق۔ اور سوسائٹی کے زہریلے جراثیم کو تباہ کرنے والا نسخہ۔ یورپ کی سب سے بڑی بیماری ہے مردوں کا بظاہر ایک عورت پر اکتفا لیکن) موجودہ زمانہ میں لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے اور فحش حرکات اور مہلک بیماریوں کا شکار ہونے پر آمادہ کر دیا ہے"۔

میکس نورڈن کا بیان جرمنی کے نامور مفکر اور مصنف میکس نورڈن Max Nordau نے اس مسئلہ پر بہت غور و فکر کے بعد اپنی مشہور کتاب میں جس کا ترجمہ بعنوان Conventional Lies of our civilization انگریزی میں شائع ہوا ہے لکھا ہے:۔

(۱) عیسائی اخلاق کا نظریہ صرف اس وجہ سے قائم ہے کہ اس پر

کوئی شخص عمل پیرا نہیں ہوتا۔ (صفحہ ۲۸۸)

(۲) "یہ بات ہوگی تو حیرت انگیز مگر میں ضرور کہوں گا کہ ہم بیک وقت کئی افراد سے محبت کر سکتے ہیں۔ اور تقریباً یکساں محبت۔ اور ہم جھوٹ نہیں بولتے جب ہم ان میں سے ہر ایک کو اپنی محبت کا یقین دلاتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان یک زوجگی پر عمل کرنے والا حیوان نہیں ہے اور وہ تمام ادارے جو یک زوجگی کو ماننے کے اصول پر قائم ہیں کم و بیش غیر فطری ہیں۔" (صفحہ ۲۹۶)

(۳) شائستہ ممالک میں مرد تعدد ازدواج کی حالت ہی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ حالانکہ قانوناً اس پر یک زوجگی مسلط کر دی گئی ہے۔ ایک لاکھ مردوں میں مشکل سے ایک مرد ایسا نکلے گا جو مرتے وقت قسم کھا کر یہ کہہ سکے گا کہ زندگی بھر سوائے اس کی بیوی کے اس کا کسی عورت سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔" (صفحہ ۳۰۱)

مس مارگھنیٹا لاسکی کا بیان

مس مارگھنیٹا لاسکی "لوادن شیر شیلس"، "ٹو بیڈ و گرینڈ میوزک" اور "دی وکٹورین چیز لونج" جیسے مشہور ناولوں کی مصنفہ۔ چالیس سالہ بیوی اور ایک لڑکے اور ایک لڑکی کی ماں ہے۔ لندن میں یکم دسمبر ۱۹۵۵ء کو "غیر شادی شدہ ماؤں اور ان کے بچوں کی کونسل" میں اس نے جو تقریر کی تھی اس کا کچھ حصہ ۲ دسمبر کے پاکستانی اخبارات میں بھی شائع ہوا ہے۔ تقریر کے دوران میں اس نے کہا:۔

• برطانیہ کی ساٹھ فیصدی دلہنیں شادی سے پہلے ہی اپنے ہونے والے شوہروں کے ساتھ "جنسی تعلقات" قائم کر لیتی ہیں۔

اس قسم کے تعلقات قائم کرنے والی دلہنوں میں بیس سال سے کم عمر لڑکیوں کی تعداد اسّی فیصدی ہوتی ہے۔

برطانیہ کی ۳۰ فیصدی لڑکیاں شادی کے وقت حاملہ ہوتی ہیں، بیس سال سے کم عمر حاملہ دلہنوں کی تعداد تقریباً ۴۰ فیصدی ہوتی ہے۔

اور پھر یہ ضروری نہیں کہ یہ حاملہ لڑکیاں شادی سے پہلے ہی اپنے ہونے والے شوہروں سے جنسی تعلقات قائم کرتی ہیں بلکہ ایسے تعلقات پیدا کرنے والی لڑکیوں کی اصل تعداد تو اس سے بھی دگنی ہوگی۔

یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ کچھ بری بات نہیں۔

"میری رائے میں اگر ارادہ شادی کا ہے تو پھر شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنا کوئی بری بات نہیں ہے حقائق سے چشم پوشی کرنا ٹھیک نہیں۔"

مس لاسکی کی تقریر کے ساتھ ساتھ اخبارات کی یہ اطلاع بھی ہے کہ "نیشنل ایسوسی ایشن آف گرلز کلب کے مشیر ڈاکٹر جوزفائین بریو اور بہت سی خاتون ماہرین اور ڈاکٹروں نے جن میں لندن کاؤنٹی کاؤنسل کی صحت کے سابق ایڈیشنل ایڈوائزر ڈاکٹر ڈبلیو لنڈزی نیو سٹیڈ بھی شامل ہیں مس لاسکی کے اعداد و شمار کی تائید کی البتہ لندن جوویلین کورٹ کے سابق چیئرمین سر بیسل ہنرک نے کہا کہ

مس لاسکی کے اعداد و شمار تو غلط نہیں لیکن آج کی لڑکیوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد کی لڑکیوں کو بھی وہ سب باتیں معلوم

تھیں جو آج لڑکیاں جانتی ہیں۔ لڑکیوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ انھیں شادی کے لئے خود کو بچا کر رکھنا چاہیے۔ لیکن آج کی لڑکیاں اس طرح نہیں سوچ رہی ہیں اور لڑکوں کا کہنا ہے جب تک لڑکیاں خود اپنا بچاؤ نہیں کریں گی۔ لڑکوں کی زیادتیاں اور دست درازیاں بڑھتی ہی جائیں گی۔"

اسلامی اور غیر اسلامی تمدن

مغربی معاشرہ کی حالت کا صحیح اندازہ اُن بیانات و اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے جو گذشتہ ۷ صفحات پر دیئے گئے ہیں اس کے بالکل برعکس اسلام میں عورت کا کیا درجہ ہے اس کا اندازہ قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے کیا جا سکتا ہے۔

عورتیں مردوں کا لباس ہیں اور مرد عورتوں کا (سورۂ بقر آیت ۱۸۲)

جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے موافق عورتوں کا حق مردوں پر ہے (سورۂ بقر آیت ۲۲۸)

مردوں نے جیسی کمائی کی ہو اس کا ان کو حصہ اور عورتوں نے جیسی کمائی کی ہو اس کا ان کو حصہ (سورۂ نور آیت ۲۶)

عورتوں کے ساتھ بھلائی سے سلوک کرو (سورۂ نساء آیت ۲۳)

عورتیں اپنے حقوق پر تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں (سورۂ نساء آیت ۲۵)

خدا نے تم دونوں (میاں بیوی) میں پیار اخلاص پیدا کیا ہے (سورۂ روم آیت ۲۰)

بے شک ایمان والے مرد اور ایمان والی سچی عورتیں ۔۔۔۔ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں ۔۔۔ خدا نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔ سورۂ احزاب آیت ۳۳"

مسلمانوں تم کو روا نہیں کہ عورتوں کو میراث میت سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کر لو۔ سورۂ نسا آیت ۲۳۔

اسلامی معاشرہ میں زنا بہت بڑا گناہ اور سوسائٹی کا اس قدر سنگین جرم ہے کہ غلط الزام لگانے والے کی سزا اسی کوڑے ہیں اور زنا کی سزا چار گواہوں کی شہادت پر کنوارے مرد اور کنواری عورت کے لئے سو سو کوڑے ہیں اور بیاہے مرد اور بیاہی عورت کے لئے رجم یعنی سنگ باری! دنیا کے کسی مذہب میں عورت کو وہ حقوق حاصل نہیں جو اسلام نے عورت کو دئے ہیں۔ ہر معاملہ میں اسلام اس کی انفرادی حیثیت تسلیم کرتا ہے مگر اس کے باوجود اس آزادی کی قطعی اجازت نہیں دی۔ جس سے بے حیائی کا پہلو نکلے۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص بے حیا ہے وہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورت سے ارشاد باری ہے "اپنی نیچی نظریں رکھو"۔ (سورۂ نور آیت ۳۰-۳۱)

عورت کا نامحرم مرد سے کھلا ملا آزادانہ میل جول اور بے تکلفی اسلامی معاشرت میں درست نہیں۔ عام عورتوں کا تو کیا ذکر مسلمانوں کی ماؤں تک سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"پرہیزگاری اختیار کرو۔ نامحرم مردوں سے بات کرتے وقت گفتگو کے

لہجے کو نرم نہ کرو (کیونکہ عورت کے نرم لہجے سے) وہ مرد جو دل کے کھوٹے ہوتے ہیں) بُری باتیں سوچنے لگتے ہیں۔ (سورۂ احزاب آیت ۳۲)

بدکرداری اور بے حیائی کی حرکتیں بجلی کی طرح نہیں کہ بٹن دباتے ہی نمودار ہوجائیں۔ آغاز ہوتا ہے نظریں پڑنے، پھر نظریں چار ہونے سے بناؤ سنگھار زیب و زینت سے متاثر ہوکر ابتدا ہوتی ہے۔ پھر ملتا ہے موقع گفتگو کا۔ اور اب شروع ہوسکتا ہے معاشقہ۔ گفتگو کے لہجے کو نرم نہ کرنے کی تاکید تو بعد میں آتی ہے۔ اسلام نے تو پہلی ہی منزل میں ٹوک دیا ہے کہ

"زمانۂ جاہلیت کی طرح (بناؤ سنگھار کا اظہار کرنے کے لیے) اِدھر اُدھر نہ پھرو۔" (سورۂ احزاب آیت ۳۳)

"اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور تمام مسلمان عورتوں سے کہدو کہ سب کے اوپر کپڑے کو اور ذرا آگے کی طرف نیچے کرلیا کریں تاکہ شناخت بن جائے اور پھر کوئی انھیں نہیں چھیڑے گا۔" (سورۂ احزاب آیت ۵۹)

مرد عورتوں کے مخلوط جلسوں محفلوں پارٹیوں میں بے حجاب نیم عریاں ہوکر جب مسلمان عورت حصہ نہ لے گی۔ جب وہ زمانہ جہالت کی عورتوں کی طرح یا کسبیوں طوائفوں کی طرح بن ٹھن کر سنگھار کرکے خوشبوؤں میں بس کر راہ گیروں کے دلوں پر بجلیاں گراتی عام دعوت نظارہ دیتی بازاروں میں اِدھر اُدھر نہ پھرے گی اور جب وہ نامحرم مردوں سے گفتگو کے وقت نرم لہجے سے پیش نہ آئے گی تو نفسیاتی طور پر فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہوگا۔ اسلام کا کوئی حکم انسانی فطرت کے خلاف نہیں اس لیے ناقابلِ عمل نہیں۔ مسلمانوں کو پاکیزہ زندگی

اور نکاح سے باہر کے ہر تعلق اور بدکاری سے دور رہنے کی بار بار تاکید ہے
ظاہر ہو یا پوشیدہ بے حیائی اور فحش کے قریب نہ جاؤ۔ وَلَا تَقْرَبُوا
فحش۔
اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ہ اس سے فتنہ فساد اور
اور عداوت پیدا ہوتی ہے زنا عظیم ترین جرم ہے۔
جن جن حالات میں بشریت سے چوک ممکن ہے اور قدرتی تقاضوں اور
خواہشوں کی تکمیل کے لئے نفس کی پاکیزگی پر اثر پڑ سکتا ہے اُن سب کو
رکھ کر فطرت کے مطابق ہدایت کی گئی ہے تاکہ نفس گناہ سے محفوظ رہ سکے
فتنے پیدا نہ ہوں۔
کسبیوں اور طوائفوں کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں مگر مغرب میں مرد
ایک دوسرے کی رضامندی سے ناجائز تعلق رکھ سکتے لہذا رکھتے ہیں اور
کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ پیشہ ور عورتوں کو اجازت نامے حکومتوں کی
سے ملے ہوتے ہیں۔ اور صرف اسی پر بس نہیں مہذب اور ترقی یافتہ سوسائٹی
شریف گھرانوں کی خواتین کو بھی عیاشی کی طرف مائل کرنے میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں کیا۔ مرد عورت بغیر کسی روک ٹوک۔ بغیر کسی باز پرس کے
آزادانہ اور بے تکلفانہ دفتروں، تفریح گاہوں، جلسوں، پارٹیوں میں ہی نہیں
بازاروں اور سڑکوں پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ عورتوں میں ستر پوشی صرف
نام کو رہ گئی ہے اور وہ گھروں سے نکلتی ہیں پورا سنگھار و آرائش کر کے
دل موہ لینے کے خیال سے اور یہ تمدن مغرب کے ممالک میں کنواری ماؤں کی

تعداد میں ہر ماہ اضافہ کر رہا ہے۔ بیویاں دھڑلے سے بدلی جا رہی اور طلا
نہایت کثرت سے ہو رہی ہیں۔ ناجائز بچوں سے (لڑکے ہوئے تو فوج کے
لڑکیاں ہوئیں تو نرسیں بننے کے لئے) حکومتوں کے پرورش خانے بھرے
ہر عمل کا ردِ عمل قانونِ قدرت ہے۔ ایک بیوی کی موجودگی میں خو
حالات کچھ بھی ہوں دوسری شادی کو قانوناً سنگین جرم قرار دینے اور حجاب
حیا کی حدود توڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب میں "بے شرمی" عام ہو گئی
نسوانی تقدس ختم ہو کر حیا کا جنازہ نکل رہا ہو، جہاں پاک دامنی کی دھجیا
اڑ رہی ہوں، جہاں عصمت فروشی کامیاب کاروبار ہو، جہاں "جنسی تع
تفریح کھیل اور فیشن کے مترادف ہوں، جہاں کی "بے راہ روی" قبل
اسلام کے عرب کی "جہالت" کو مات دے چکی ہو، وہاں اشد ضرورت
وقت بھی روح کو آلودگی سے محفوظ رکھنے اور عملی طور پر پاکیزہ زندگی گزار
کی طرف ذہن منتقل ہونا ہی مشکل ہے۔

ختم شد

مسلمانوں کی مائیں

۱۔ مولانا ماہر القادری اپنے رسالہ فاران میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔

رسالہ "عصمت" اور مولانا راشد الخیری مرحوم کے نام بغیر کسی وقفہ اور فصل کے ایک ساتھ ذہن میں آتے ہیں اور اس کے بعد ادارہ "عصمت" کی وہ ادبی و اخلاقی خدمات سامنے آجاتی ہیں جو اس ادارہ نے انجام دی ہیں اور مسلم گھرانوں میں اصلاحی کی بنیادوں پر علم و تہذیب کو پھیلایا ہے۔ جناب رازق الخیری صاحب اپنے نامور باپ کے قدم بہ قدم (الولد سر لابیہ) ادب و صحافت کی منزل میں گامزن ہیں۔

اُن کی یہ کتاب "سلسلہ عصمت" کی ہیوادیں پیش کش ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاحوں پر تعصب غیر مسلموں نے جو بے سر و پا اعتراضات کئے ہیں۔ اس کتاب میں اُن کا وزنی دلائل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ کتاب کا تقریباً ایک تہائی حصہ حضور کی مقدس سیرت پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد امہات المومنین کے حالات زندگی ہیں اور پھر معترضین کے اعتراضات کے جوابات ہیں۔ زبان آسان اور عام فہم ہے اور جوابات ایک جویائے حقیقت کو مطمئن کرنے والے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن کے قلوب پر تعصب اور اسلام دشمنی کی زنگ جم چکی ہے اُن کو قرآن بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔

جناب رازق الخیری اللہ کے فضل سے اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو مغربی افکار و تصورات کی عینک سے قرآن کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتے ہیں۔ مصنف اس کے قائل ہیں کہ اگر کوئی مسلمان عدل کی پوری شرائط کر سکتا ہے تو وہ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بڑی وزنی باتیں کہی ہیں۔ اُن کے لئے بھی جو اس "اجازت" سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے شادیوں کے حریص ہوں اور اُن کے واسطے بھی جو مغرب زدگی کے باعث "تعداد ازدواج" کو درست نہ سمجھتے ہوں۔ مصنف نے کتاب بڑے خلوص کے ساتھ لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دارین میں عطا فرمائے گا۔ (فاران)

۲۔ جناب ضیاء الدین برنی مشہور جرنلسٹ کے تبصرہ کا اختصار۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اس میں خصوصیت کے ساتھ امہات المومنین کی زندگیوں پر تفصیل روشنی ڈالی گئی ہے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ ان کے نکاحوں پر مغربی مورخین کے اعتراضوں کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے۔

کتاب میں متعدد باب ہیں پہلے باب میں عربوں کے قدیم تمدن کو دکھایا گیا ہے اور

پیغمبر اسلام کو عرب کی زندگی میں جو رتبہ حاصل تھا اسے اجاگر کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں رسول اللہ ﷺ بہ حیثیت انسان کے پیش کئے گئے ہیں۔ تیسرے باب میں رسول مقبول ﷺ کے مختلف نکاحوں سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے امہات کی عمروں کا تعین بھی کیا ہے اور اس سلسلہ میں علامہ شبلی اور بعض دوسرے محققین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ عمروں کے تعین کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس کے بغیر غیر مسلموں کے اعتراضوں کو دور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے معاشرت کو بھی اچھی طرح سے اجاگر کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں اقوام عالم میں عورت کی عام حیثیت زیر بحث لائی گئی ہے اور اسلام اور تعدد ازدواج کے بارے میں بعض منصف مزاج عیسائی مصنفین کی آراء کو بھی درج کیا گیا ہے اور اسلام کے نقطہ نظر کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ کتاب بہت محنت اور محبت سے لکھی گئی ہے اور غیر جانبدارانہ طریقہ سے متنازعہ فیہ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے پڑھنے کے بعد پڑھنے والے پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نکاحوں کا مقصد وحید مختلف قبائل کو جو اسلام کے مخالف تھے، اسلام کا دوست بنانا تھا۔ ساری کتاب کا بنیادی تخیلہ یہی چیز ہے اور اس کی تائید میں مختلف ثبوت ایسے پیش کئے گئے ہیں جن سے دل کو پورا پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔

آخری حصہ یورپ و امریکہ کی جنسی زندگی سے متعلق ہے جو بہت معنی خیز ہے۔ کتاب ایک کامیاب کوشش ہے اور مؤلف نے اس کی تیاری میں کافی حوالے بھی دئے ہیں جن کی وجہ سے اس کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

امید ہے کہ ملک اس کتاب کی جو نہایت عزیز موضوع پر اپنے قسم کی واحد کتاب ہے پوری پوری قدر کرے گا۔ مغرب زدہ نوجوانوں کے لئے یہ کتاب مشعل ہدایت سے کم نہیں اس لئے کہ وہ مخالفین اسلام کی کتابیں پڑھ کر بے راہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب اس زہر کا تریاق مہیا کرتی ہے۔ (کتابی دنیا)

۳۔ کتاب "مسلمانوں کی مائیں"، جو انتہائی وسیع مطالعہ کا نچوڑ ہے از حد پسند آئی۔ یہ کتاب ہر گھر میں پڑھنی چاہئے۔ قوم کو آپ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ آپ نے ایسی مدلل غیر متعصبانہ حقائق پر مبنی کتاب لکھ کر ایک بہت ہی اہم مسئلہ کا حل پیش کر دیا ہے۔ جن مردوں کو شادیاں کرنے کا بہت شوق ہے اور صرف بہانے کی تلاش میں رہتے ہیں انھیں چاہئے کہ مسلمانوں کی مائیں کا اچھی طرح مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ رسول اکرم کا مقصد کیا تھا اور ان کا کیا مقصد ہے۔ مجھے امید ہے جس نے بھی یہ کتاب پڑھی ہو گی بہت پسند آئی ہو گی۔

مسز رشیدہ خضر بی اے بی ٹی منگلا ہیڈ درکس جہلم

۴۔ عصمت میں "مسلمانوں کی مائیں" کا کچھ حصہ پڑھ کر جب ہی سے میں کتاب کی اشاعت

ازواجِ محمد ص

یعنی

مسلمانوں کی مائیں

سولِ عربی اور اُمّہات المومنین کے حالات زندگی

اور

برِ اسلام صلعم کے نکاحوں کے بارے میں
غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب

از
رازق الخیری